فغانِ رومی

از افادات

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون [illegible]

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف وتالیفات درحقیقت مرشدنا ومولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض وبرکات کا مجموعہ ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ

فغانِ رومی

تالیف

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲، پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۴۶۸۱۱۲ ۴۹۹۲۱۷۶

نام کتاب : فغانِ رومی

مؤلف : عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

جامع و مرتب : یکے از خدام حضرتِ اقدس دامت برکاتہم

کمپوزنگ : الاشرف کمپوزرز فون: ۴۲۶۸۱۱۴ ، ۴۹۹۲۱۷۶

اشاعت اول : جمادی الاول ۱۴۲۱ھ اگست ۲۰۰۰ء

ناشر

کتب خانہ مظہری

پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲ گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی

فہرست فغانِ رومی

عنوان	تاریخ	ہجری	شمسی	صفحہ
عرض مرتب				۱
درس مناجات رومی	۲۴ رجب المرجب	۱۴۱۱ھ مطابق	۱۱ فروری ۱۹۹۱ء	۵
درس مناجات رومی	۲۵ رجب المرجب	۱۴۱۱ھ مطابق	۱۲ فروری ۱۹۹۱ء	۱۱
درس مناجات رومی	۲۶ رجب المرجب	۱۴۱۱ھ مطابق	۱۳ فروری ۱۹۹۱ء	۲۸
درس مناجات رومی	۲۷ رجب المرجب	۱۴۱۱ھ مطابق	۱۴ فروری ۱۹۹۱ء	۵۲
درس مناجات رومی	۲۸ رجب المرجب	۱۴۱۱ھ مطابق	۱۵ فروری ۱۹۹۱ء	۷۶
درس مناجات رومی	۲۹ رجب المرجب	۱۴۱۱ھ مطابق	۱۶ فروری ۱۹۹۱ء	۹۱
درس مناجات رومی	یکم شعبان المعظم	۱۴۱۱ھ مطابق	۱۷ فروری ۱۹۹۱ء	۱۰۳
درس مناجات رومی	۲ شعبان المعظم	۱۴۱۱ھ مطابق	۱۸ فروری ۱۹۹۱ء	۱۱۷
درس مناجات رومی	۳ شعبان المعظم	۱۴۱۱ھ مطابق	۱۹ فروری ۱۹۹۱ء	۱۳۴
درس مناجات رومی	۴ شعبان المعظم	۱۴۱۱ھ مطابق	۲۰ فروری ۱۹۹۱ء	۱۵۱
درس مناجات رومی	۵ شعبان المعظم	۱۴۱۱ھ مطابق	۲۱ فروری ۱۹۹۱ء	۱۶۱
درس مناجات رومی	۶ شعبان المعظم	۱۴۱۱ھ مطابق	۲۲ فروری ۱۹۹۱ء	۱۸۰
درس مناجات رومی	۷ شعبان المعظم	۱۴۱۱ھ مطابق	۲۳ فروری ۱۹۹۱ء	۱۸۹
درس مناجات رومی	۸ شعبان المعظم	۱۴۱۱ھ مطابق	۲۴ فروری ۱۹۹۱ء	۲۰۳
درس مناجات رومی	۹ شعبان المعظم	۱۴۱۱ھ مطابق	۲۵ فروری ۱۹۹۱ء	۲۱۴
درس مناجات رومی	۱۰ شعبان المعظم	۱۴۱۱ھ مطابق	۲۶ فروری ۱۹۹۱ء	۲۲۳

فہرست فغانِ رومی

عنوان	تاریخ	ہجری	شمسی	صفحہ
درس مناجات رومی	۱۱ شعبان المعظم	۱۴۱۱ھ مطابق	۲۷ فروری ۱۹۹۱ء	۲۳۷
درس مناجات رومی	۱۵ ذوقعدہ	۱۴۱۱ھ مطابق	۲۹ مئی ۱۹۹۱ء	۲۴۲
درس مناجات رومی	۱۸ ربیع الثانی	۱۴۱۲ھ مطابق	۲۶ اکتوبر ۱۹۹۱ء	۲۶۶
درس مناجات رومی	۲۱ ربیع الثانی	۱۴۱۲ھ مطابق	۲۹ اکتوبر ۱۹۹۱ء	۲۸۴
درس مناجات رومی	۲۲ ربیع الثانی	۱۴۱۲ھ مطابق	۳۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء	۲۹۸
درس مناجات رومی	۲۵ ربیع الثانی	۱۴۱۲ھ مطابق	۲ نومبر ۱۹۹۱ء	۳۱۵
درس مناجات رومی	۲۶ ربیع الثانی	۱۴۱۲ھ مطابق	۳ نومبر ۱۹۹۱ء	۳۳۳
درس مناجات رومی	۲۷ ربیع الثانی	۱۴۱۲ھ مطابق	۴ نومبر ۱۹۹۱ء	۳۴۱
درس مناجات رومی	۲۸ ربیع الثانی	۱۴۱۲ھ مطابق	۵ نومبر ۱۹۹۱ء	۳۵۳
درس مناجات رومی	۱۲ ذوقعدہ	۱۴۱۳ھ مطابق	۴ مئی ۱۹۹۳ء	۳۵۹
درس مناجات رومی	۱۳ ذوقعدہ	۱۴۱۳ھ مطابق	۵ مئی ۱۹۹۳ء	۳۶۴
درس مناجات رومی	۱۴ ذوقعدہ	۱۴۱۳ھ مطابق	۶ مئی ۱۹۹۳ء	۳۷۶
درس مناجات رومی	۱۶ ذوقعدہ	۱۴۱۳ھ مطابق	۸ مئی ۱۹۹۳ء	۳۸۵
درس مناجات رومی	۱۷ ذوقعدہ	۱۴۱۳ھ مطابق	۹ مئی ۱۹۹۳ء	۳۹۵
درس مناجات رومی	۱۸ ذوقعدہ	۱۴۱۳ھ مطابق	۱۰ مئی ۱۹۹۳ء	۴۰۸
درس مناجات رومی	۱۹ ذوقعدہ	۱۴۱۳ھ مطابق	۱۱ مئی ۱۹۹۳ء	۴۱۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

سات سو سال پہلے حضرت شمس الدین تبریزی کے سینہ کی آگ جو حضرت جلال الدین رومی کے سینہ میں منتقل ہوئی اور آتش فشاں بن کر مثنوی کی صورت میں زبان رومی سے برآمد ہوئی اس کی شرح سات سو برس بعد اس زبان مبارک سے ہوئی جس کو عصر حاضر کے بڑے بڑے علماء حتّٰی کہ ایران کے صاحب زبان اہل حق علماء نے بھی رومی ثانی کا لقب دیا ہے اور جن کی آتش درد اور آہِ دل عصر حاضر کے شمس تبریزی حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی روشن کردہ و پروردہ ہے جیسا کہ شارح مثنوی حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے خود فرمایا ہے کہ

آہ من پروردۂ آہ شما
درد من پروردۂ درد شما

ترجمہ : اے شاہ عبدالغنی میری آہ آپ کی آہوں کی تربیت یافتہ اور میرا درد آپ کے درد کا پروردہ ہے۔

پیش نظر کتاب **فغانِ رومی** مولانا جلال الدین رومی کے مناجاتیہ

اشعار کی درد بھری شرح ہے جو مرشدی و مولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی ہے۔ یہ خالی لفظی شرح نہیں ہے بلکہ حضرت والا کی وہ آتش دردِ دل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو خاص فرمایا اور جو اُمت میں خال خال ہی کو عطا ہوئی بلکہ بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ اس دردِ دل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو منفرد فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ مناجات رومی کی ایسی شرح آج تک نظر سے نہیں گذری اور شاید ہی کسی زبان میں موجود ہو کیونکہ جب ایسے قلوب ہی نایاب ہیں تو زبان کہاں سے آئے گی الحمد للّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات.

کسی کے دو شعر کیا خوب ہیں جو حضرت والا کے مقام عشق اور دردِ محبت کی انفرادی شان کے ترجمان ہیں ؎

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم
میں حیرت و حسرت کا مارا خاموش کھڑا ہوں ساحل پر
دریائے محبت کہتا ہے آ کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم

راقم الحروف عرض رسا ہے کہ الحمد للہ تعالیٰ حضرت والا سراپا محبت ہیں، عشق کا سمندر ہیں، نہ جانے کتنے دریائے محبت حضرت اقدس کے سینۂ مبارک میں موجزن ہیں لیکن ہم جیسے کور باطن اس کا کیا

ادراک کر سکتے ہیں۔ درحقیقت حضرت والا دامت برکاتہم مولانا رومی کے اس شعر کے مصداق ہیں ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من
و اندرونِ من نہ جست اسرار من

ترجمہ : ہر شخص اپنے گمان کے مطابق میرا دوست بنا ہوا ہے لیکن میرے دل کے راز محبت سے کوئی واقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو وہ نظر عطا فرمائے جو حضرت والا کو پہچان سکے ؎

ترے صدقہ میں اے چشم بصیرت ہو عطا
آہ عشرت نے بھی اب تک تجھے پہچانا نہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت والا کی صحیح معنوں میں قدر کی توفیق عطا فرمائے اور صحیح معنوں میں استفادہ کی توفیق دے اور حضرت کا سایۂ عاطفت ایک سو بیس سال تک مع صحت و عافیت و دین کی عظیم الشان و بے مثال خدمت اور شرف قبولیت کے ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین ثم آمین۔

اس کتاب کے مطالعہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ صرف دعا مانگنے کا طریقہ ہی نہیں آئے گا بلکہ دل میں اللہ کی محبت کی آگ بھی لگ جائے گی۔

مناجات رومی کے اس درس کا اکثر حصہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء

میں ری یونین سے تشریف لانے والے حضرت والا سے منسلک بعض علماء اور دیگر حضرات کی درخواست پر دیا گیا۔ یہ حضرات تقریباً آٹھ ماہ تک خانقاہ میں مقیم رہے اس لئے وقتاً فوقتاً درس ہوتا رہا۔ اس کے بعد بقیہ حصہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں مکمل ہوا جب یہ حضرات ری یونین سے دوبارہ تشریف لائے اور اب ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء میں الحمد للہ تعالیٰ اس کی اشاعت ہورہی ہے۔ حضرت والا کے بعض مضامین جدیدہ و علوم نافعہ اور اشعار وغیرہ مضمون کی مناسبت کی وجہ سے بعض مقامات پر شامل کردیئے گئے ہیں جو دورانِ درس بیان نہ ہوئے تھے۔ بعض جگہ تو اس کی نشان دہی کردی گئی کہ یہ مضمون بعد کا ہے لیکن بعض مقامات پر اس کا اظہار نہیں کیا جاسکا کیونکہ مقصود نفع رسانی ہے نہ کہ تاریخی ریکارڈ کی درستگی۔

الحمد للہ آج مورخہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۸ جولائی ۲۰۰۰ء بروز جمعہ **فغانِ رومی** کی کمپوزنگ مکمل ہوئی اور طباعت کے لئے دی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور قیامت تک اُمتِ مسلمہ کے لئے نافع بنائیں آمین۔

جامع و مرتب

یکے از خدام عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ **محمد اختر** صاحب

دام ظلالہم علینا و علیٰ سائر المسلمین

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فغانِ رومی

درس مناجات رومی

۲۴ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۹۱ء بروز دوشنبہ
بعد نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

اے خدائے با عطا و با وفا
رحم کن بر عمر رفتہ بر جفا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ آپ با عطا بھی ہیں اور باوفا بھی ہیں۔ اب سوال ہوتا ہے کہ عطا کو وفا سے کیا نسبت ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہر عطا کا سبب وفا اور محبت ہے۔ حق تعالیٰ کے جو بے پایاں عطا و انعامات ہیں ان کا سبب اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت ہے اور دنیا کے جتنے باعطا لوگ ہیں کسی مرحلہ پر وہ وفا سے مجبور اور عطا سے معذور ہوجاتے ہیں مثلاً کسی کا گہرا دوست مقروض

ہوگیا اور وہ چاہتا ہے کہ اپنے دوست کی مدد کرے لیکن اس کے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ اس کا قرض ادا کرسکے یا دوست کی دشمن پٹائی کررہے ہیں اور یہ دوست کی مدد کو آیا لیکن چار دشمنوں نے اسے بھی پکڑ لیا۔ یہ شخص باوفا ہونے کے باوجود باعطا ہونے پر قادر نہیں، وفا سے مجبور اور عطا سے معذور ہوگیا لیکن اے اللہ صرف آپ کی ذات ہے کہ کوئی چیز آپ کی عطا میں مانع نہیں ہوسکتی کیونکہ آپ عزیز ہیں، زبردست طاقت والے ہیں، اور عزیز کے معنی ہیں القادر علیٰ کل شئی و لا یُعجزہٗ شیءٌ فی استعمال قدرتہ یعنی جو ہر چیز پر قادر ہو اور اپنی قدرت کے استعمال میں کوئی چیز اس کو عاجز نہ کرسکے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَ لَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ

یہ لا نفی جنس کا ہے کہ اے اللہ جنس کی کوئی نوع یعنی کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے کہ آپ عطا فرمانا چاہیں اور وہ اس میں مانع ہوجائے اور جس کو آپ اپنی عطا سے محروم کریں تو کوئی عطا کرنے والا اس کو عطا نہیں کرسکتا۔ جب حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا تو وہ تین اندھیروں میں تھے، رات کا اندھیرا، مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا اور دریا کی تہہ کا اندھیرا اور وَ ھُوَ کَظِیْم وہ گھٹ رہے تھے۔ وہاں کون تھا جو آپ کے پیغمبر کو اس امتحان سے نجات دیتا لیکن

آپ کی عطا میں کوئی چیز مانع نہ ہوئی اور دریا کی تہہ میں آپ نے سنگریزوں سے پڑھوا دیا:

لا الٰہ الّا انت سبحانک انّی کنت من الظالمین

اور اشارہ دے دیا کہ یہ پڑھ لو تو نجات پاجاؤ گے۔ اور **سبحانک** میں یہ علم پوشیدہ ہے کہ اس وقت بھی جب کہ مچھلی نے نگل لیا ہے آپ اس وقت بھی پاک ہیں ہر ظلم سے، آپ ظالم نہیں ہیں، میں ہی ظالم ہوں تو آپ ایسے باعطا ہیں اور باوفا کیسے کہ اپنے پیاروں اور وفاداروں کی سات پشت بلکہ دس پشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں:

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ
فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا

اور وہ دیوار جس کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ دفن تھا گر رہی تھی آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے اس کو بنوا دیا تاکہ ظالم بادشاہ اس خزانہ کو نہ چھین سکے اور اس عطا اور کرم کی وجہ آپ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا کہ ان دونوں بچوں کا باپ ہمارا وفادار اور پیارا تھا اور یہ باپ کون تھا؟ روایت میں ہے کہ **کان الاب السابع و فی روایۃ کان الاب العاشر** یہ ساتواں باپ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ دسواں باپ تھا۔ آہ!

آپ کیسے باوفا ہیں کہ جو آپ کا ہو جاتا ہے آپ اس کی دس پشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں۔ دنیا میں بھی ہمارے ساتھ ہیں ، قبر میں بھی ہمارے ساتھ ہوں گے میدان محشر میں بھی اور پل صراط پر بھی اللہ ہی ساتھ دے گا ہمارا مالک دونوں جہان کا مالک ہے اور دونوں جہان میں صرف وہی باوفا ہے۔

اور دنیا کے باعطا بادشاہ اگر مجرموں کو معاف بھی کرتے ہیں تو عدالت عالیہ میں اس کا سابقہ ریکارڈ محفوظ رکھتے ہیں تاکہ اگر آئندہ کبھی وہ پھر بے وفائی کرے تو اس کا سابقہ ریکارڈ فرد جرم عائد کرنے میں ثبوت فراہم کرے لیکن اے اللہ آپ ایسے باعطا ہیں کہ جس کو معاف کرتے ہیں اس کا سارا ریکارڈ ضائع کر دیتے ہیں تاکہ میرا بندہ قیامت کے دن رسوا نہ ہو ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا تاب العبد انسی اللّٰہ الحفظۃ ذنوبہ
و انسیٰ ذلک جوارحہ و معالمہ من الارض
حتی یلقی اللّٰہ و لیس علیہ شاھد من اللّٰہ بذنب

جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے اس کے گناہوں کو بھلا دیتے ہیں اور اس کے جوارح یعنی اعضاء جسم جو اس کے خلاف گواہی دیتے ان کو بھی بھلا دیتے ہیں اور جس زمین پر اس نے گناہ کیا تھا (اور وہ زمین اس کے خلاف گواہ ہوتی) اس زمین سے

بھی اس کے گناہوں کے نشانات کو مٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے گناہوں پر کوئی شہادت دینے والا نہ ہوگا۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ آپ تو ایسے باعطا اور باوفا ہیں اور ہم اتنے ہی بے وفا اور پُر جفا ہیں ؎

مجھ سے طغیانی و فسق و سرکشی
تجھ سے بندہ پروری ہوتی رہی

لہٰذا اے اللہ ہماری جفاؤں پر اور ہمارے گناہوں پر نظر نہ فرمائیے کہ آپ کریم ہیں ، آپ ہماری اس عمر پر جو گناہوں میں گذر گئی رحم فرما دیجئے۔

دادۂ عمرے کہ ہر روزے ازاں
کس نداند قیمت آں درجہاں

مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا آپ نے ہمیں ایسی زندگی بخشی ہے جس کے ایک روز کی قیمت دنیا میں کوئی نہیں جانتا کہ یہ زندگی کتنی قیمتی ہے۔ اس کی ایک سانس میں انسان کافر سے مومن ، فاسق سے ولی ، جہنمی سے جنتی بن سکتا ہے اور اگر اس کی قیمت نہ پہچانی اور زندگی کو ضائع کردیا تو موت کے

وقت حسرت ہوگی کہ آہ جس سانس میں ہم اللہ کو راضی کر کے دائمی جنت حاصل کر سکتے تھے اس کو ہم نے دنیا کی عارضی لذتوں میں ضائع کر دیا اور موت کے وقت وہ مہلت ختم ہوگئی

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا

اور اللہ کسی شخص کو ہرگز مہلت نہیں دیتا جب کہ اس کی میعاد عمر ختم ہونے پر آجاتی ہے۔ اس وقت اس زندگی کی ایک سانس کی قیمت معلوم ہوگی کہ اگر بادشاہ اپنی ساری سلطنت حضرت عزرائیل علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دے کہ مجھے ایک لمحہ کی مہلت دے دو تاکہ میں توبہ کر کے اللہ کو راضی کرلوں تو مہلت نہ ملے گی۔ یہ ایسی قیمتی زندگی ہے۔ پس اے اللہ ہمیں توفیق دے دیجئے کہ ہم آپ کو یاد کر کے اور آپ کو راضی کر کے اور مہلت حیات سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر ابدی کامیابی حاصل کرلیں۔

خرج کردم عمر خود را دمبدم
در دمیدم جملہ را در زیر و بم

اے خدا ایسی قیمتی زندگی کو میں نے زیر و بم یعنی لہو و لعب میں پھونک ڈالا۔

درس مناجات رومی

۲۵ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۹۱ء بروز منگل
بعد نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

اے خدا فریاد ازیں فریاد خواہ
داد خواہم نے زکس زیں داد خواہ

ارشاد فرمایا کہ یہاں فریاد سے پہلے بشنوید محذوف ہے یعنی اے خدا اس شخص کی فریاد کو سُن لیجئے جو اس وقت فریاد کررہا ہے ۔ میں کسی سے انصاف نہیں چاہتا مگر اس ذات سے جو انصاف عطا فرمانے والی ہے یعنی اس داد خواہی کرنے والے اپنے نفس ہی کے ظلم کی آپ سے دادخواہی کرتا ہوں اور آپ سے انصاف چاہتا ہوں۔

اور دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ میں بخشش چاہتا ہوں اس ذات سے جس کو بخشش کرنا محبوب ہے۔

مولانا کی مراد یہ ہے کہ اے فریادیوں کی فریاد سننے والے آپ سے فریاد ہے کہ آپ نے آیت **فالھمھا فجورھا و تقواھا** نازل فرماکر ہمیں دو قسم کا اختیار دیا ہے ، تقویٰ کا بھی اور فسق و فجور کا بھی جس سے ہم بہت بڑی آزمائش میں ہیں۔ فرشتے تو مجبور اطاعت ہیں ،وہ

گناہ کر ہی نہیں سکتے لیکن ہمارے اختیار کے درخت میں دو شاخیں ہیں۔ ایک شاخ اطاعت کی ہے اور دوسری شاخ نافرمانی کی ہے کہ اگر چاہو تو تقویٰ کا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا میٹھا پھل حاصل کرلو اور اگر چاہو تو گناہ کر کے اللہ کے غضب کا کڑوا پھل لے لو یعنی ہمیں اختیار ہے کہ چاہو تو اللہ کے فرماں بردار بن کر ولی اللہ اور رشک بایزید بن جاؤ اور چاہو تو نافرمانی کر کے ننگ ابلیس اور ننگ یزید بن جاؤ۔

اے خدا فریاد ہے کہ اختیار خیر و شر کی کشمکش سے ہم سخت آزمائش میں ہیں کیونکہ ہمارا نفس بہت نالائق ہے جس سے ہمیں سخت خطرہ ہے کہ آپ کے دیئے ہوئے اختیار کو غلط استعمال کرجائے گا یعنی اطاعت و فرماں برداری کی شاخ پر بیٹھنے کے بجائے فسق و نافرمانی کی شاخ پر بیٹھ جائے گا کیونکہ اس کی فطرت آپ نے بیان فرمادی کہ امارہ بالسوء ہے لہٰذا اندیشہ ہے کہ نیکی اور بدی کے اختیار میں اپنی فطرت کے سبب یہ بدی کو ہی اختیار کرے گا لہٰذا اپنے اس ظالم نفس کے خلاف آپ کی عدالت عالیہ میں فریاد داخل کررہا ہوں کہ اس نفس نالائق کو آپ مجھ پر اختیار نہ دیجئے ، اس کے اختیار سے مجھ کو خرید لیجئے اور اپنے خاص کرم اور خاص توفیق سے مجھے نیک کاموں پر مضطر کردیجئے۔

دراصل مولانا کا یہ شعر مشکوٰۃ نبوت سے مستنیر ہے اور اس

حدیث پاک کی شرح ہے

یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ
شَاْنِیْ کُلَّهٗ وَ لَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ

جب دشمن ستاتا ہے تو مظلوم سرکار کی عدالت عالیہ میں استغاثہ دائر کرتا ہے اور وہ مدعی کہلاتا ہے اور جس کے خلاف استغاثہ دائر ہوتا ہے اس کو مدعا علیہ کہتے ہیں اور فریاد کے مضمون کو استغاثہ کہتے ہیں۔

اس دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو سکھادیا کہ جب تمہیں کوئی ستائے خواہ وہ تمہارا داخلی دشمن نفس ہو یا خارجی دشمن شیطان یا انسان ہو تو تم حی و قیوم کی سرکار عالیہ میں اپنا استغاثہ و فریاد داخل کردو کیونکہ یہ وہ سرکار عالیہ ہے جس کی کائنات میں کوئی مثال نہیں، حق تعالیٰ کی ذات حی ہے ای اَزَلاً اَبَدًا وَ حَیَاۃُ کُلِّ شَیْءٍ بِهٖ مُؤَبَّدًا یعنی اللہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور اسی سے ہر شے کی حیات قائم ہے اور اللہ قیوم بھی ہے یعنی قَائِمٌ بِذَاتِهٖ وَ یُقَوِّمُ غَیْرَهٗ بِقُدْرَتِهِ الْقَاهِرَةِ یعنی جو اپنی ذات سے قائم ہے اور دوسروں کو اپنی صفت قیومیت سے سنبھالے ہوئے ہے۔یہ معنی ہیں حی و قیوم کے۔

اور جس عدالت میں یہ استغاثہ دائر کیا جارہا ہے وہ حق تعالیٰ کی رحمت کی عدالت ہے برحمتك استغیث ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

بارگاہ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ میں آپ کی رحمت کی عدالت میں اپنی فریاد داخل کرتا ہوں۔

اور مضمون استغاثہ ہے اصلح لی شانی کلہ ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین جس میں فریاد کا ایک مثبت اور ایک منفی مضمون ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے ہر حالت کی اصلاح کی مثبت فریاد ہے اور نفس کے حوالہ نہ کرنے کی منفی فریاد ہے اور دنیوی عدالتوں میں جب مظلوم فریاد کرتا ہے تو مضمون استغاثہ طویل ہوجاتا ہے اور پھر بھی کثرت الفاظ میں مفہوم قلیل ہوتا ہے لیکن کلام نبوت کا اعجاز ہے کہ دو مختصر جملوں میں آپ ﷺ نے دونوں جہان کی حاجتیں پیش فرمادیں کیونکہ آپ جوامع الکلم یعنی کلمات جامعہ سے نوازے گئے تھے ۔ جوامع الکلم کے معنی ہیں کہ قلیل الفاظ میں کثیر معانی پنہاں ہوتے ہیں۔

فریاد کا مثبت مضمون اصلح لی شانی کلہ ہے یعنی میری ہر حالت کو درست فرمادیجئے خواہ وہ حالت دنیا کی ہو یا آخرت کی ۔ مثلاً اگر کوئی دشمن ستا رہا ہے تو اس کی ایذا رسانیوں سے نجات دے دیجئے ، کوئی جسمانی خطرناک مرض پیدا ہورہا ہے تو اس کو شفاء عطا فرمادیجئے۔ اسی طرح آخرت کے کاموں میں غفلت ہورہی ہو ، نماز روزہ میں سستی ہورہی ہو تو اس کو دور فرمادیجئے ، کسی گناہ کی عادت ہو تو اس سے توبہ کی توفیق دیجئے اور تقویٰ کی دولت عطا فرمادیجئے

یعنی جسمانی صحت بھی عطا فرمائیے اور روحانی صحت بھی عطا فرمائیے اور بگڑی کو بنا دیجئے اور اپنے نام کی لذت اور عبادت کی مٹھاس اور ایمان کی حلاوت نصیب فرما دیجئے اور کُلَّہٗ تاکید ہے یعنی ہماری کوئی حالت ایسی نہ رہنے پائے جس پر آپ اپنی نگاہ کرم نہ ڈالیں اور ہماری بگڑی کو نہ بنادیں۔ بس دنیا کی ہر حالت کی درستگی کی اور آخرت کی ہر حالت کی درستگی کی فریاد اصلح لی شانی کلہٗ کے اس مختصر سے جملہ میں ہے۔ کلام نبوت کی جامعیت کا یہ اعجاز ہے۔

اور استغاثہ کا منفی مضمون ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین ہے اور جس کے خلاف یہ استغاثہ دائر کیا جارہا ہے وہ مدعا علیہ کون ہے؟ یعنی وہ کون دشمن ہے جس کے خلاف رحمت الٰہیہ کی عدالت میں یہ فریاد داخل کی جارہی ہے؟ وہ نفس ہے جس کا ذکر استغاثہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ سب سے بڑا دشمن میرا نفس ہے اور یہ اتنا بڑا دشمن ہے کہ پلک جھپکنے میں وار کرکے آدمی کو تباہ کرسکتا ہے ۔ دیکھئے کتنا ہی بڑا دشمن ہو ، حملہ کے لئے پہلے کچھ اسلحہ سنبھالے گا ، کچھ خود سنبھلے گا، وار کے لئے کچھ نشانہ لگائے گا ، پلک جھپکتے ہی وار نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ صرف نفس دشمن ہے جو پلک جھپکنے میں انسان کو ہلاک کرسکتا ہے ، پلک جھپکی اور قصداً کفر کا عقیدہ دل میں ڈال دیا اور اسی وقت کافر بنادیا یا پلک جھپکنے میں کسی گناہ کا ارادہ دل میں ڈال دیا اور گناہ میں مبتلا کرکے فاسق بنادیا۔ اسی

لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کو سکھارہے ہیں کہ اے اللہ پلک جھپکنے بھر کو مجھے میرے نفس دشمن کے حوالے نہ کیجئے کیونکہ میرا سب سے بڑا دشمن میرا نفس ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

اِنَّ اَعْدَا عَدُوِّكَ فِيْ جَنْبَيْكَ

تیرا سب سے بڑا دشمن تیرے پہلو میں ہے اور اس سے مراد نفس ہے جو پہلو میں چھپا بیٹھا ہے اور گھر کا دشمن باہر کے دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ شیطان تو باہر کا دشمن ہے، وہ تو ایک بار وسوسہ ڈال کر چلا جاتا ہے کیونکہ اس کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ایک ہی آدمی کے پیچھے لگا رہے لیکن نفس تو ہر وقت پہلو میں ہے لہٰذا بار بار گناہ کا تقاضا کرتا ہے۔ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ شیطانی وسوسہ اور نفسانی وسوسہ میں یہی فرق ہے کہ اگر ایک بار گناہ کا تقاضا ہوا تو یہ شیطان کی طرف سے ہے اور جب بار بار گناہ کا تقاضا ہو تو ہوشیار ہوجاؤ کہ یہ نفس کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نفس کی حقیقت بتادی کہ

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ

یعنی کثیر الامر بالسوء ہے، بہت زیادہ بُرائی پر اکسانے والا ہے لہٰذا نفس کے شر سے کون بچ سکتا ہے؟ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ جس پر حق

تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہو۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ ما ظرفیہ زمانیہ مصدریہ ہے جس کا ترجمہ ہوگا ای فی وقت رحمۃ ربی کہ جس وقت میرے رب کی رحمت کا سایہ ہوگا تب نفس کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

پس اسی حدیث پاک کی روشنی میں مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے ہیں کہ اے فریادیوں کے فریاد رس میری فریاد کو سن لیجئے کہ میں اپنے نفس کی بیداد کی آپ ہی سے داد رسی چاہتا ہوں کہ مجھے میرے اس نفس امارہ کے اختیار کے حوالہ نہ کیجئے ورنہ یہ نفس مجھ کو بدی کی راہ پر لے جائے گا لہٰذا نفس کے ہاتھوں سے مجھے خرید کر اپنی رحمت کے سائے میں رکھئے۔ اگر آپ کی رحمت کا سایہ اس نفس پر پڑ گیا تو یہ کرگس بھی پھر باز شاہی اور باز سلطانی کا کردار ادا کر سکتا ہے اور آپ کی بارگاہ میں سجدہ ریز و اشکبار ہو سکتا ہے، اور میرے قلب و جاں آپ سے اس درجہ چپک سکتے ہیں کہ ساری کائنات مجھے آپ سے ایک بال کے برابر جدا نہیں کر سکتی لہٰذا آپ ہمیشہ اور ہر لمحہ مجھے اپنی رحمت کے سائے میں رکھئے، ایک لمحہ کے لئے مجھ کو میرے نفس کے سپرد نہ کیجئے ورنہ خوف ہے کہ یہ راہِ طاعت و سعادت کو چھوڑ کر راہِ شقاوت اختیار کرلے کیونکہ معصیت شقاوت کی راہ ہے اور ترک معصیت نزولِ رحمت کی دلیل ہے۔ اسی لئے ہمیں حدیث پاک میں یہ دعا بھی سکھائی گئی کہ :

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ وَ لَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِکَ

اے اللہ ہم پر وہ رحمت نازل فرمادے جس سے ہمیں گناہ چھوڑنے کی توفیق ہو اور اپنی نافرمانی سے ہمیں شقی اور بدبخت نہ ہونے دیجئے وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ اور ہمیں ایک پل کے لئے ہمارے نفس کے حوالہ نہ کیجئے۔ اس شعر میں مولانا رومی یہی فریاد کررہے ہیں جس کی تعلیم مذکورہ حدیث پاک میں دی گئی ہے۔

داد خود چو من ندادم در جہاں
عمر شد ہفتاد سال از من جہاں

میں نے دنیا میں خود اپنے ساتھ انصاف نہیں کیا یعنی گناہ کرلئے اور اپنے اوپر ظلم کیا یہاں تک کہ عمر کے ستر سال گذر گئے اور میں تن پروری و تن پرستی میں مشغول رہا۔ جسم کا جو گھوڑا مجھے اس لئے دیا گیا تھا کہ اس کے ذریعہ میں آخرت کا سفر طے کروں یعنی اپنے اعضاء سے نیک اعمال کرکے آخرت کی کامیابی حاصل کروں لیکن میں جسم کی سواری کو مقصود سمجھ بیٹھا اور اس کی آرائش و زیب و زینت میں مشغول ہوکر سفر سے غافل ہوگیا حالانکہ یہ سواری مقصود نہ تھی ذریعہ مقصود تھی، منزلِ مقصود رضاء حق اور فلاح آخرت تھی لیکن آہ میں نے ظلم کیا کہ اپنے مقصود سے غافل ہوگیا اور آخرت کا سفر طے کرنے کے بجائے اس جسم کو حرام

لذتیں دیتا رہا یہاں تک کہ اب میں عمر کے آخری حصہ میں پہنچ گیا اب سوائے ربنا ظلمنا انفسنا کے کوئی چارہ نہیں۔ پس آپ میری نالائقیوں کو معاف فرمادیجئے اور توبہ سے میرے ماضی کو معاف اور حال کو اصلاح اعمال سے درست اور مستقبل کو عزم علی التقویٰ سے روشن فرمادیجئے۔

داد خود از کس نیابم جز مگر
زانکہ ہست از من بمن نزدیک تر

میں کسی سے بخشش و رحم و انصاف نہیں پاسکتا حتیٰ کہ اپنے نفس اور اپنی جان سے بھی نہیں پاسکتا بلکہ صرف اس ذات سے پاسکتا ہوں جو میری روح اور نفس سے بھی زیادہ مجھ سے قریب ہے یعنی اے اللہ بخشش و انصاف میں صرف آپ سے پاسکتا ہوں کیونکہ آپ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ

نحن اقرب الیہ من حبل الورید

ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ۔

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ احقر کا ایک قطعہ اس مقام کے مناسب ہے اس لئے نقل کرتا ہوں ۔

ایسا محبوب کوئی دکھلائے
ہو جو ہر دم دلِ حزیں کا حبیب
جو ہو موجود دل کی دھڑکن میں
رگِ جاں سے بھی ہو زیادہ قریب

پس جب میرا نفس اور میری روح آپ کے مقابلہ میں مجھ سے دور ہیں اور آپ میرے نفس و روح سے بھی نزدیک تر ہیں لہٰذا آپ ہی بخشش و عطا کے اہل ہیں اس لئے میں آپ ہی سے فریاد رسی و داد خواہی کروں گا فانت المستعان و علیك البلاغ و لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ کیونکہ آپ ہی اس قابل ہیں جس سے مدد طلب کی جائے اور ہماری مدد کو پہنچنا آپ پر احساناً و تفضلاً واجب ہے اور ہم میں گناہوں سے بچنے کی طاقت نہیں ہے مگر آپ کی حفاظت سے اور نیکیوں کی قوت نہیں ہے مگر آپ کی مدد سے۔

ایں چہ غل است اے خدا برگردنم
ورنہ غل باشد کہ گوید من منم

اے خدا یہ کیسا طوق ہے جو مثل قیدیوں کے میری گردن میں پڑا ہوا ہے۔ دراصل یہ عجب و کبر کا طوق ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ طوق میری گردن میں نہ ہوتا یعنی عجب و کبر میں ابتلاء نہ ہوتا تو کون کہتا کہ میں میں ہوں۔ یہ میں میں کرنا دلیل ہے کہ یہ

شخص عجب و کبر میں گرفتار ہے۔ عجب نام ہے خود بینی و خودستائی کا یعنی اپنے کو اچھا سمجھنا اور اپنی کسی خوبی اور صفت مثلاً اپنے علم و عمل یا حسن و جمال یا دولت و مال وغیرہ کو اپنا ذاتی کمال سمجھنا، عطاءِ حق نہ سمجھنا اور کبر یہ ہے کہ اپنے کو اچھا بھی سمجھنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا اور حق بات کو قبول نہ کرنا جیسا کہ حدیث پاک میں کبر کی علامت بیان فرمائی گئی کہ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاس اور عجب و کبر دونوں حرام ہیں اور اللہ کے قرب سے محروم کرنے والے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ عجب و کبر کا یہ طوق اتنا خبیث ہے جو نفس کا قیدی بنا دیتا ہے اور ایسا شخص اپنی ہی صفات پر نظر رکھتا ہے کہ میں ایسا ہوں، میں ویسا ہوں اور یہ احمق نہیں جانتا کہ یہ تمام خوبیاں اللہ کی طرف سے چند روز کے لئے امتحاناً مستعار عطا ہوئی ہیں جس وقت چاہے اللہ ان کو چھین سکتا ہے اور موت کے وقت تو یقیناً چھین لی جائیں گی۔ اسی لئے معجب (عجب والا) اپنی ذات سے وابستہ اور حق تعالیٰ کی رحمت سے دور اُفتادہ ہوتا ہے۔ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ جس وقت اپنی نظر میں اچھا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں بُرا ہوتا ہے اور جس وقت اپنی نظر میں بُرا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں اچھا ہوتا ہے، اسی لئے مستحق رحمت ہوتا ہے اور اپنے کو اچھا

سمجھنے والا مستحق لعنت ہوتا ہے اور خود بینی کی ایک مثال میرے دل کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ جیسے کوئی عشق کا دعویٰ کرنے والا محبوب کے سامنے ہو اور بجائے محبوب کو دیکھنے کے آئینہ میں اپنے ہی خد و خال دیکھ رہا ہو تو بتایئے ایسے عاشق کو محبوب پسند کرے گا؟ یا جوتے مار کر بھگا دے گا؟ اسی طرح خود ستائی و خود بینی والا حق تعالیٰ کی نظر میں سخت مبغوض ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنے قرب سے محروم فرمادیتے ہیں۔ یہی مضمون احقر نے اپنی فارسی مثنوی میں بیان کیا ہے جس کے دو شعر یہ ہیں ؎

ہمچنیں عاشق کہ معشوقے بدید
پیش آں معشوق روئے خود بدید
پس چرا غیرت نیاید دلبراں
ہمچنیں عشاق را چو خر براں

جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب کے سامنے ہو لیکن محبوب کو دیکھنے کے بجائے آئینہ میں اپنے چہرہ کو دیکھ رہا ہو تو کیا محبوب کو غیرت نہ آئے گی اور ایسے عاشق کو گدھے کی طرح ہانک کر اپنے پاس سے بھگا نہ دے گا؟

اور کبر عجب سے اشد ہے کہ متکبر خود کو اچھا ہی نہیں سمجھتا دوسروں کو حقیر بھی سمجھتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو گرادیتے ہیں

اور مخلوق کی نظر میں بھی ذلیل کر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

وَ مَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَ فِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِّنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ

جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اس کو خدا گرادیتا ہے پس وہ لوگوں کی نگاہوں میں چھوٹا اور حقیر ہوتا ہے مگر اپنے دل میں اپنے کو بڑا سمجھتا ہے یہاں تک کہ لوگوں کے نزدیک وہ کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

مولانا کا مقصد اس شعر سے یہ ہے کہ اے اللہ عجب و کبر کا طوق ہماری گردن میں ہے اور ہم اس سے پاکی اور براءت کا اعلان کیسے کر سکتے ہیں جبکہ اس کی علامات واضح طور پر ہمارے اندر موجود ہیں کہ ہم خود بینی و خودستائی میں مبتلا ہیں پس آپ اس طوق کو ہماری گردن سے نکال دیجئے اور اپنی محبت کا طوق ہماری گردن میں ڈال دیجئے تاکہ ہم آپ کے نور میں غرق ہو جائیں جس کو مولانا فرماتے ہیں ؎

نور او در یُمن و یسرو تحت و فوق
بر سر و بر گردنم مانند طوق

آپ کا نور میرے دائیں بائیں اوپر نیچے ہو اور میرے سر اور

گردن میں مانند طوق آجائے یعنی آپ کے ذکر و طاعت کے نور میں ہم غرق ہوجائیں۔

مولانا کا یہ شعر دراصل مقتبس ہے اس حدیث پاک سے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ :

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَّ عَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّ مِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّ فِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّ لَحْمِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ دَمِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا وَ فِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّ اجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّ مِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا

ترجمہ : اے اللہ عطا فرما میرے دل میں نور اور میری بینائی میں نور اور میری شنوائی میں نور اور میری داہنی طرف نور اور میرے بائیں طرف نور اور میرے پیچھے نور اور میرے سامنے نور اور عطا فرما میرے لئے ایک خاص نور اور میرے اعصاب میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میرے پوست میں نور اور میری زبان میں نور اور کردے میری جان میں نور اور مجھے نور عظیم عطا فرما اور مجھے سراپا نور بنادے اور کردے میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور ، یا اللہ مجھے نور عطا فرما۔

زانکہ خاصاں را تو مہرو کردۂ
ماہ جانم را سیہ رو کردۂ

مولانا رومی حق تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ خاص بندوں کی جان کو بہ برکت تقویٰ آپ نے ماہ رو کردیا یعنی چاند کی طرح روشن کردیا اور ہماری جان کو بوجہ ہماری شامت اعمال سیاہ رو کردیا۔

اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ مولانا نے سیاہ رو کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے اس سے بظاہر بے ادبی لازم آتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہیں ہے بلکہ نسبت اپنی شامت اعمال اور معاصی پر استمرار کی نحوست کی طرف ہے جس پر بطور سزا یہ سوء قضا مسلط کی گئی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَ
عَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ وَ لَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ

مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

اب اگر کوئی کہے کہ جب اللہ نے مہر لگادی تو ایمان نہ لانے میں اہل کفر کا معذور ہونا لازم آتا ہے تو اس کا جواب حکیم الامت نے بیان القرآن میں دیا کہ ان کے مسلسل کفر و طغیان اور بغض و

عناد اور مخالفت حق کے سبب ان کے اندر قبول حق کی استعداد ہی ختم ہوگئی حالانکہ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے اندر قبول حق کی استعداد رکھ کر دنیا میں بھیجا ہے لیکن آدمی اپنی اغراض نفسانی و خود غرضی اور ضد اور سرکشی کے سبب حق کی مخالفت کرتا ہے جس سے وہ استعداد فنا ہوجاتی ہے۔ لہٰذا جب انہوں نے طے کرلیا کہ ہم تمام عمر کفر پر قائم رہیں گے اور کبھی ایمان نہ لائیں گے، ہمیشہ حق کی مخالفت کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب پر مہر لگادی کہ جب تم نے قبول حق کی اپنی استعداد ہی برباد کرلی تو جاؤ اب کفر ہی پر مرو تو اس مہر لگانے کا سبب ان کا کفر ہے نہ کہ یہ مہر اُن کے کفر کا سبب ہے یعنی ان کے مسلسل کفر کے سبب یہ مہر لگادی گئی، یہ نہیں کہ مہر لگانے سے کفر ان کا مقدر ہوا۔ اور اس کی مثال حضرت حکیم الامت نے عجیب دی کہ جیسے کوئی کریم کسی مفلس کا ہزار روپے وظیفہ مقرر کردے لیکن وہ نالائق بجائے قدر کرنے کے ہزار روپے کے نوٹوں کو جلا کر ضائع کردیتا ہے۔ اس کریم نے بارہا اس نامعقول حرکت سے منع بھی کیا لیکن وہ نالائق اپنی حرکت سے باز نہیں آتا تب وہ کریم اعلان کرتا ہے کہ اس نے مسلسل ہمارے عطیہ کی ناقدری کی لہٰذا اب ہم اس کا وظیفہ بند کرتے ہیں اور اب کبھی اس کو وظیفہ نہ دیں گے۔ بس یہی ہے ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم اور قرآن پاک کی ایک آیت دوسری آیت

کی تفسیر کرتی ہے چنانچہ اس آیت کی تفسیر دوسری آیت میں ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **بل طبع اللّٰہ علیھا بکفرھم** ہم نے ان کافروں کے دلوں پر جو مہر لگائی ہے اس کا سبب ان کا کفر ہے کہ ان کا ارادہ تا حیات اس طغیان و سرکشی پر قائم رہنے کا ہے۔ لہٰذا یہ مہر اُن کے کفر و سرکشی کا خمیازہ ہے۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ کافر مثلاً پچاس سال کفر کرتا ہے اور مومن پچاس سال ایمان پر رہتا ہے تو عدل کا تقاضا یہ تھا کہ کافر کو پچاس سال دوزخ میں ڈال دیا جاتا اور مومن کو پچاس سال کے لئے جنت دے دی جاتی لیکن کافر کے لئے **خلود فی النار** اور مومن کے لئے **خلود فی الجنۃ** کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ **خلود** بوجہ ان کی نیت اور ارادہ کے ہے چونکہ کافر کا ارادہ یہ ہے کہ اگر قیامت تک زندہ رہوں گا تو کفر پر ہی قائم رہوں گا لہٰذا اس کی اس نیت کی وجہ سے **خلود فی النار** ہے اور مومن کی نیت چونکہ یہ ہے کہ اگر قیامت تک زندہ رہا تو ایمان پر ہی رہوں گا ، اللہ ہی کا ہو کر رہوں گا اس لئے مومن کے لئے **خلود فی الجنۃ** ہے۔

درس مناجات رومی

۲۶ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۹۹۱ء بروز بدھ
بعد نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

خواجہ تاشانیم اما تیشہ ات
می شگافد شاخ را در بیشہ ات

ارشاد فرمایا کہ ایک بادشاہ کے کئی غلام آپس میں خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔ مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا آپ ہمارے مالک ہیں اور ہم سب بندے آپس میں خواجہ تاش ہیں اور دنیا کے جنگل میں آپ کا تیشہ شاخوں کی تراش خراش اور اصلاح کرتا رہتا ہے یعنی بندوں کے نفوس کے اصل مزکّی آپ ہیں اگر آپ نہ چاہیں تو کسی کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ جس طرح جس باغ کے درختوں کا کوئی مالی نہ ہو تو اس کی شاخیں بے ہنگم اور ٹیڑھی میڑھی ہوتی ہیں اور جن درختوں کا مالی ہوتا ہے تو وہ درخت نہایت موزوں خوبصورت اور سبک ہوتے ہیں کیونکہ بے ہنگم شاخوں کو مالی اور باغبان کاٹتا رہتا ہے، اسی طرح جو شیخ سے اپنی اصلاح نفس کا تعلق رکھتے ہیں ان کے اخلاق و اعمال نہایت معتدل اور پیارے ہوتے ہیں کہ جو اُن کو دیکھتا ہے ان کے اخلاق

حمیدہ سے متاثر ہوتا ہے لیکن حقیقی مزکّی اور مصلح اللہ تعالیٰ ہیں مگر عادۃ اللہ یہی ہے کہ تزکیہ کا دروازہ اور ظاہری وسیلہ رجال اللہ ہیں اسی لئے قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولقد ارسلنا موسیٰ بایاتنا ان اخرج
قومك من الظلمت الی النور (ابراهیم پ۱۳)

اے موسیٰ اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالئے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ مسائل السلوک میں تحریر فرماتے ہیں:

اسناد الاخراج الی النبی مع کون
المخرج الحقیقی هو الله فیه اقویٰ دلیل ان
للشیخ مدخلا عظیما فی تکمیل المرید.

ظلمتوں سے نور کی طرف اخراج کی نسبت نبی کی طرف کرنا باوجودیکہ مُخرج حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں اس میں نہایت قوی دلیل ہے کہ شیخ کو مرید کی تکمیل اصلاح میں زبردست دخل ہے۔ بس اہل اللہ دروازۂ تزکیہ ہیں وسیلہ تزکیہ ہیں، اصل مزکّی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے:

اللّٰه ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمات الی النور

اللہ تعالیٰ ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے اور جیسا کہ ایک اور آیت میں فرمایا:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ (سورۃ النور پ ۱۸)

اس آیت کے مخاطب اول صحابہ ہیں، صحابہ سے خطاب ہو رہا ہے کہ اے صحابہ اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو قیامت تک تم میں سے کوئی پاک نہیں ہو سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے تزکیہ فرماتا ہے۔ تو جب صحابہ جن کو سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آفتاب نبوت کی صحبت حاصل تھی، اس آفتاب نبوت کی صحبت کہ ایسا آفتاب نہ پہلے پیدا ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہوگا ان کا تزکیہ جب اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت و مشیت پر موقوف ہے تو پھر کس کا منہ ہے جو اس فضل و رحمت و مشیت کا محتاج نہ ہو۔ پس اے اللہ ہم آپ سے اس تیشۂ تزکیہ کی بھیک مانگتے ہیں جو بندوں کی اصلاح کا اصل سبب ہے۔ لہٰذا آپ اپنا وہ فضل اور وہ رحمت اور وہ مشیت ہمارے شامل حال کر دیجئے جس پر تزکیہ موقوف ہے۔

باز شاخے را موصل می کنی
شاخ دیگر را معطل می کنی

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک شاخ کو تو آپ درخت سے

جوڑ دیتے ہیں اور دوسری شاخ کو قطع کردیتے ہیں یعنی جس پر آپ کا فضل و رحمت اور مشیت ہوتی ہے جو آیت پاک میں مذکور ہے اس کو آپ اپنے سے ملا لیتے ہیں ، اپنا قرب عطا فرماتے ہیں یعنی اس کا تزکیہ فرمادیتے ہیں اور جس پر آپ کا فضل اور آپ کی رحمت اور آپ کی مشیت نہیں ہوتی اس کا کبھی تزکیہ نہیں ہوتا اور مثل شاخ بریدہ کے وہ آپ کے گلستانِ قرب سے محروم کردیا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ کی تکوینی مشیّت ایک کو مقبول اور ایک کو مردود کرتی ہے۔ اسی کو صاحبِ گلزار ابراھیم فرماتے ہیں ؎

کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو
لاوے بت خانے سے وہ صدیق کو
زادۂ آزر خلیل اللہ ہو
اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو
اہلیہ لوط نبی ہو کافرہ
زوجہ فرعون ہووے طاہرہ
دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر
غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر
فہم سے بالا خدائی ہے تری
عقل سے برتر خدائی ہے تری

❁❁❁

شاخ را بر تیشہ دستی ہست نے
ہیچ شاخ از دست تیشہ رست نے

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ شاخوں کو تیشہ پر کوئی قدرت نہیں کہ وہ تیشہ کو مجبور کرسکیں کہ تراش خراش کرکے انہیں سنوار دے اور کوئی شاخ تیشہ کی دست رس سے باہر نہیں کہ تیشہ جس شاخ کی قطع و برید کرنا چاہے اور وہ شاخ اس کے قبضہ قدرت سے بچ جائے۔ مراد یہ کہ بندے ہمہ تن اللہ تعالیٰ کے محتاج اور فقیر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللّٰہ (سورہ فاطر پ۲۲)

اے دنیا بھر کے انسانو! تم سب میرے فقیر ہو اور اللہ تعالیٰ کی ذات صمد ہے جس کے معنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہیں المستغنی عن کُلِّ احد والمحتاجُ الیہ کُلُّ احد جو ہر ایک سے مستغنی ہے اور ہر ایک جس کا محتاج ہے لہٰذا ہر شے ان کے دست قدرت کے تحت ہے، پس وہ قادر مطلق جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے ارادہ پر مراد کا ترتب لازم اور تخلف محال ہے۔

پس کوئی لاکھ چاہے کہ اپنے دست و بازو کے زور پر میں اپنا تزکیہ کرلوں گا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہو تو ہرگز اس کا تزکیہ نہیں ہوسکتا اور اگر حق تعالیٰ ارادہ فرمالیں تو اس کا تزکیہ یقینی ہے

چاہے وہ لاکھ خود کو برباد کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت شامل حال ہوگئی۔ اسی کو میرے شیخ فرماتے تھے ؎

لاکھ ابھاگن مر گئیں جگت جگت بورائے
پیا جاکو چاہے سوتت لئے جگائے

لاکھوں لوگ اپنے دست و بازو پر ناز کے سبب باوجود مجاہدہ و محنت کے اللہ تک نہ پہنچ سکے اور جس کو اللہ اپنا بنانا چاہتے ہیں سوئے ہوئے کو جگا دیتے ہیں۔

حق آں قدرت کہ آں تیشہ نماست
از کرم کن ایں کژی ہارا تو راست

اے خدا صدقہ میں اپنی قدرت کے جو تیشہ نما ہے کہ جس طرح تیشہ درخت کی میڑھی کبڑی شاخوں کو سیدھا اور ہموار کر دیتا ہے آپ اپنے کرم سے میرے نفس کی کجی کو بھی سیدھا کر دیجئے یعنی میرے نفس امارہ کو نفس مطمئنہ بنا دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَ زَکِّھَا اَنْتَ
خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَ مَوْلٰھَا

اے اللہ میرے نفس کو اس کا تقویٰ اور پرہیزگاری دے دے اور

اس کو پاک کردے کہ تو ہی سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا مالک ہے اور تو ہی اس کا مولیٰ ہے۔

اے خداوند ایں خم و کوزہ مرا
در پذیر از فضلِ اَللہ اشتریٰ

ارشاد فرمایا کہ خم بضم خاء مٹکے کو کہتے ہیں اور کوزہ پیالہ کو کہتے ہیں۔ کوز در عربی بمعنی کوزہ و ہر ظرف دستہ دار (غیاث اللغات) تو معنی یہ ہوئے کہ اے اللہ میری چھوٹی بڑی طاعت ، چھوٹی بڑی عبادت ، چھوٹی بڑی دینی خدمت کو قبول فرمالیجئے۔ اور خم بفتح خاء کجی اور ٹیڑھا پن ۔ کوز در فارسی بمعنی خمیدہ و دوتا شدہ و بمعنی پشت خمیدہ (غیاث اللغات) تو شعر کے معنی یہ ہوں گے کہ اے اللہ میری کجی اور ٹیڑھے پن کو یعنی میرے نفس بد اور کج رو کو اپنے اس فضل کے صدقہ میں خرید لیجئے جو آپ نے قرآن پاک میں ظاہر فرمایا ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ
وَ اَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ (سورہ توبہ پ۱۱)

اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلہ میں خرید لئے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انفسھم

فرمایا قلوبھم اور ارواحھم نہیں فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟ فرماتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ جو کریم ہوتا ہے وہ بازار میں عیب دار سودے کو خرید تا ہے تاکہ اس کا مالک جو سمجھتا ہے کہ میرے اس عیب دار مال کو کون خریدے گا خوش ہوجائے تو قلب اور روح کے مقابلہ میں نفس کیونکہ عیب دار سودا تھا اس لئے اس کریم مالک نے اس کو خریدنے کی بشارت دے دی تاکہ بندے خوش ہوجائیں کہ ہمارا عیب دار سودا خرید لیا گیا۔

مولانا کا مقصد یہ ہے کہ جب آپ نے مسلمانوں کے نفوس کو خرید لیا ہے تو میں بھی مسلمان ہوں میرے نفس کو بھی آپ خرید لیجئے اور اس کی کجی اور بدخوئی پر نظر نہ فرمایئے۔

اے خدا بنما تو جاں را آں مقام
کاندرو بے حرف می روید کلام

مولانا رومی دعا کرتے ہیں کہ اے خدا میری جان کو تو وہ مقام دکھا دے جہاں کلام حروف کا محتاج نہیں ہوتا۔ سلوک میں ایک عمر اہل اللہ کی مصاحبت اور ذکر اللہ پر مداومت اور گناہوں سے محافظت، اسباب گناہ سے مباعدت اور سنت پر مواظبت کی برکت سے جب فنائیت کاملہ نصیب ہوجاتی ہے اور قلب کا رُخ ہمہ وقت حق تعالیٰ کی طرف مستقیم ہوجاتا ہے تو دل پر الہامات و علوم و

معارف غیبیہ کا ورود ہونے لگتا ہے جیسے ریڈیو کی سوئی کا رُخ اگر ماسکو کی طرف ہوجائے تو گانا بجانا اور فسق و فجور کی خبریں آنے لگتی ہیں اور اگر مکہ شریف کی طرف ہوجائے تو لبیک اللّٰھم لبیک اور اذان و تکبیر کی آوازیں آنے لگتی ہیں اسی طرح جب دل کی سوئی کا رُخ حق تعالیٰ کی طرف مستقیم ہوجاتا ہے تو دل میں عالم آخرت کی خبریں آنے لگتی ہیں ، الہامات اور واردات غیبیہ کا نزول ہونے لگتا ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ دنیا کے ریڈیو کی آواز تو الفاظ و حروف کی محتاج ہے لیکن یہ کلام غیبی حروف والفاظ سے مبرا ہوتا ہے اور جس کو یہ نصیب ہوتا ہے وہی جان سکتا ہے دوسرا ان حالات خاصہ کو سمجھنے سے بھی قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو یہ مقام قرب نصیب فرمائے۔ اسی کو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بس حروف و الفاظ نہیں ہوتے لیکن دل میں ہر وقت آواز آتی رہتی ہے کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اسی مقام کو حضرت خواجہ صاحب نے یوں تعبیر فرمایا ؎

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہردم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربط خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

یہی وہ ربط خفی ہے جس کو حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا

کہ اصحاب کہف جو نہایت نادار اور غریب خاندان کے لڑکے تھے جب کافر بادشاہ کے سامنے اپنے ایمان کو ظاہر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں و ربطنا علیٰ قلوبھم ہم نے ان کے دلوں سے اپنا رابطہ قائم کرلیا، اپنے تعلق و رابطہ کا خاص فیضان ان کے قلوب پر ڈالا جس کے بعد وہ بادشاہ سے نہ ڈرے۔

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ میرے پیارے مرشد مجی و محبوبی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب فداہ ابی و امی طالت حیاته الیٰ مأة و عشرین سنة مع الصحة والعافية و دامت فيوضهم و انوارهم الیٰ يوم الدين کے اشعار جو بحالت غلبہ تجلیاتِ مقربات حضرت والا کے اس مقام قرب کے ترجمان اور روح کو وجد میں لانے والے ہیں اور کیف روحانی کے ساتھ دنیا کے ادب عالیہ میں شمار کئے جانے کے قابل ہیں یہاں نقل کرتا ہوں جو درس مناجات مثنوی کے وقت حضرت والا نے نہیں سنائے کیونکہ اس وقت وارد نہ ہوئے تھے لیکن بعد میں حضرت والا دامت برکاتہم کے مجموعہ کلام فیضانِ محبت میں شائع ہوچکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے ؎

سجدہ سے سر اٹھا تو کہیں آستاں نہ تھا
جیسے کہ وہ زمیں نہ تھی وہ آسماں نہ تھا
خورشید و ماہ و کہکشاں کچھ بھی وہاں نہ تھا
دنیائے دوں نہ تھی کوئی دیگر جہاں نہ تھا

آنکھوں کے دائرے میں جمالِ جہاں نہ تھا
کون و مکاں کا سامنے کوئی نشاں نہ تھا
خوشبو تو ہر طرف تھی مگر گلستاں نہ تھا
مفہومِ قربِ خاص تھا لفظ و بیاں نہ تھا
گویا زباں تھی بے زباں ہوشِ بیاں نہ تھا
آتش تھی شعلہ زن مگر اس میں دھواں نہ تھا
جلوے تو سامنے تھے مگر یہ جہاں نہ تھا
دردِ نہاں تو تھا مگر اشک رواں نہ تھا
مخفی تھا دل میں جو کبھی آتش فشاں نہ تھا
اک کیفِ پُر سکوں تھا کوئی ایں و آں نہ تھا
ہوش و خرد کا نظم بھی جیسے وہاں نہ تھا
لیکن وہاں نہاں جو تھا گویا نہاں نہ تھا
اس بے خودی میں پاس کوئی بوستاں نہ تھا
طائر نہ تھے اور ان کا کوئی آشیاں نہ تھا
اک پھول جاوداں کے سوا گلستاں نہ تھا
ان کے سوا کوئی بھی وہاں رازداں نہ تھا
اے دردِ دل ہو تجھ کو مبارک ترا یہ فیض
دنیا سے لے کے باغِ جناں تک نہاں نہ تھا
اس بزم کا اک عالمِ ھُو نام ہے اختؔر
گویا سوا خدا کے کوئی بھی وہاں نہ تھا

تاکہ سازد جانِ پاک از سرقدم
سوئے عرصہ دور پہنائے عدم

تاکہ اپنے کو اس مقامِ قرب پر فائز دیکھ کر وہ جان پاک سراپا تشکر بن جائے اور سر کے بل چلے عالم غیب کی وسعتوں کی طرف یعنی امتثالِ اوامر اور اجتناب عن النواہی میں اور سرگرم ہو جائے۔

اے محبّ عفو از ما عفو کن
اے طبیب رنجِ ناسور کہن

اے معافی کو محبوب رکھنے والے اللہ ہمارے جرائم کو معاف فرمادیجئے اور اے رذائل نفسانیہ کے پُرانے ناسور کی تکلیف کو شفا دینے والے اگرچہ پُرانا ناسور اطباء کے نزدیک لاعلاج ہے لیکن آپ کے لئے کوئی چیز ناممکن نہیں پس آپ تمام رذائل اور امراض باطنیہ سے میرے نفس کو پاک فرمادیجئے ۔

گر تو چاہے پاک ہو مجھ سا پلید
فضل سے تیرے نہیں کچھ بھی بعید

مولانا کا یہ شعر اس حدیث پاک سے مقتبس ہے کہ

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اولیاء اللہ کو جو کچھ عطا ہوتا ہے مشکوٰۃ نبوت سے عطا ہوتا ہے ۔ پس

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام منیر ہے اور یہ شعر مستنیر ہے اور آپ کا کلام مفید ہے اور یہ شعر مستفید ہے آپ کے کلام نبوت سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ آپ بہت زیادہ معاف کرنے والے ہیں، کثیر العفو ہیں، نالائقوں کو اور ناقابل معافی مجرموں اور خطاکاروں کو آپ صرف معاف ہی نہیں فرماتے بلکہ آپ کی ایک صفت اور بھی ہے کہ تحب العفو بندوں کو معاف کرنا آپ کو نہایت محبوب ہے ای انت تحب ظهور صفة العفو علىٰ عبادك اپنے گنہگار بندوں پر اپنی صفت عفو کا ظاہر کرنا آپ کو نہایت محبوب ہے یعنی اپنے گنہگاروں کو بخشنے کے عمل سے خود آپ کو پیار ہے۔ ہم جب اپنے کسی ستانے والے کو معاف کرتے ہیں تو بوجہ بشریت کے ہم کو مزہ نہیں آتا لیکن اللہ تعالیٰ کی شان الوہیت اور شان ربوبیت اور اللہ تعالیٰ کے مزاج عظیم الشان کا عارف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب اور مقرب ہیں کہ آپ کے صدقہ میں یہ کائنات پیدا کی گئی جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لو لاك لما خلقت السمٰوٰت والارضين

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کو میں پیدا نہ کرتا تو زمین

و آسمان کو بھی نہ پیدا کرتا۔ صاحب قصیدہ بردہ کا کیا پیارا شعر ہے ۔

فکیف تدعوا الی الدنیا ضرورۃ من

لو لاہ لم تخرج الدنیا من العدم

دنیوی ضرورت آپ کو دنیا کی طرف کیسے بلاسکتی ہے جبکہ اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا خود عدم سے وجود میں نہ آتی۔ دنیا اپنے وجود میں آپ کی محتاج تھی تو آپ کیسے دنیا کے محتاج ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے مزاج مبارک و عالی شان کے سب سے بڑے مزاج شناس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس لئے آپ امت کو آگاہ فرمارہے ہیں کہ تمہارے رب کا مزاج عظیم الشان یہ ہے کہ اپنے بندوں کو معاف کرنا ان کو بہت زیادہ محبوب ہے لہٰذا کہو فاعف عنی ہم کو معاف فرمادیجئے اور کیونکہ معاف کرنا آپ کو محبوب ہے لہٰذا آپ کے اس عمل کے لئے کوئی معمول، کوئی سبب، کوئی میدان، نزول رحمت کے لئے کوئی بہانہ تو ہونا چاہئے لہٰذا ہم نالائق اپنے گناہوں پر ندامت و استغفار اور توبہ کی گٹھری لے کر حاضر ہوگئے ہیں اور فاعف عنی کی درخواست کررہے ہیں کہ معاف کرنے کا محبوب عمل ہم پر جاری کردیجئے اور لوگ جب دور دراز سے بادشاہوں کے پاس آتے ہیں تو ان کے مزاج کے موافق قیمتی ہدایا و تحائف لے کر آتے ہیں لیکن ہم تو ایسے بے مایہ و تہی دامن ہیں کہ ندامت کے چند آنسوؤں کے سوا ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے ۔

چند آنسو کے سوا کچھ مرے دامن میں نہیں
لوگ حیرت سے مرا زادِ سفر دیکھیں گے

لیکن آپ کے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مایوس نہیں ہونے دیا اور حدیث قدسی میں ہمیں خبر دے دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ

گنہگاروں کی آہ و زاری مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے اور یہی دلیل ہے آپ ہمارے سچے اللہ ہیں۔ دنیوی بادشاہ تو اپنی تعریف کے محتاج ہیں کیونکہ تعریف سے ان کی عزت بڑھتی ہے چنانچہ اگر ان کو استقبالیہ دیا جارہا ہو اور ان کی شان میں قصیدے پڑھے جا رہے ہوں اس وقت اگر کوئی مصیبت زدہ آکر رو رو کر فریاد کرنے لگے تو اس کو بھگادیتے ہیں کہ کہاں ہمارے رنگ میں بھنگ ڈال دیا لیکن اے اللہ آپ اپنی تعریف و تسبیح و تحمید سے بے نیاز ہیں کیونکہ اس سے آپ کی عزت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اگر ساری دنیا کے بادشاہ ایمان لاکر سجدہ میں گرجائیں اور دنیا میں ایک فرد بھی کافر نہ رہے تو آپ کی عظمت میں ایک ذرہ اضافہ نہیں ہوگا اور ساری دنیا کافر اور آپ کی باغی ہوجائے تو آپ کی عظمت میں ایک ذرہ کمی نہیں ہوگی۔ آپ مخلوق سے بے نیاز ہیں۔

پس اگر آپ کے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اپنے گناہوں کی وجہ سے ہم مایوس ہوجاتے لیکن مزاج شناس الوہیت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مایوسیوں کے اندھیروں میں آفتاب امید طلوع فرمادیا کہ اگر تم سے گناہ ہوگئے تو تمہارا رب معاف کرنے کو محبوب رکھتا ہے لہٰذا اس سے معافی مانگ لو اور کہو فاعف عني کہ معاف فرمانے کا محبوب عمل ہم پر جاری فرمادیجئے۔ آپ کا محبوب عمل ہوجائے گا اور ہمارا بیڑا پار ہوجائے گا اور فاعف عني میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاء تعقیبیہ لگادی کہ معاف کرنے میں دیر نہ کیجئے، جلد معاف فرمادیجئے، معاف کرنا جب آپ کو خود محبوب ہے تو جلد کرم فرمائیے۔ سبحان اللہ! جلبِ رحمتِ حق کے لئے کلام نبوت کیا بلیغ و جامع ہے۔

یا رب صلِّ و سلِّم دائماً ابداً
علیٰ حبیبك خیر الخلق کلهم

***

پردہ اے ستار از ماوا مگیر
باش اندر امتحاں مارا مجیر

اے ستار العیوب اے ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی کرنے والے آپ نے اپنے کرم سے ہماری پردہ پوشی فرمائی، آئندہ بھی پردہ

پوشی فرمایئے اور بسبب ہماری شامت اعمال اپنا پردۂ ستاریت نہ اٹھایئے اور موقع امتحان میں ہمیں اپنی پناہ میں لے لیجئے یعنی دنیا میں بوقت تقاضائے معصیت ہماری حفاظت فرمایئے اور آخرت کے امتحان قبر و حشر و نشر وغیرہ کے ہولناک حالات میں ہمیں اپنے سایۂ رحمت میں پناہ دیجئے۔

یا رب ایں جرأت ز بندہ عفو کن
توبہ کردم من نگیرم زیں سخن

اے میرے رب گناہوں پر میری دلیری کو معاف کردیجئے، میں نے توبہ کرلی ہے۔ اب کبھی ایسی بات نہ کروں گا لہٰذا اس جرم پر میرا مواخذہ نہ فرمایئے۔

یا غیاث المستغیثین اھدنا
لا افتخار بالعلوم والغنا

اے فریاد خواہوں کے فریادرس ہمیں ہدایت کے راستہ پر چلایئے۔ کیونکہ ہم اپنے علم کی وجہ سے آپ کے فضل و رحمت سے مستغنی نہیں ہوسکتے اس لئے اپنے علوم پر ہمیں کوئی فخر نہیں۔ ہمارا ہر سانس آپ کی ہدایت کا، آپ کی مدد و نصرت کا، آپ کے فضل و رحمت کا محتاج ہے کیونکہ اگر آپ کا فضل نہ ہو تو علم کے باوجود

عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔

لَا تُزِغْ قَلْبًا ھَدَیْتَ بِالْکَرَمْ
وَاصْرِفِ السُّوْءَ الَّذِیْ خُطَّ الْقَلَمْ

اے ہمارے رب جس قلب کو آپ نے اپنے کرم سے ہدایت کا سیدھا راستہ دکھایا اس قلب کو گناہوں کی سزا میں ٹیڑھا نہ ہونے دیجئے یعنی گمراہی اور انحراف حق سے محفوظ فرمایئے اور صراط مستقیم پر قائم فرمایئے اور اپنے علم کے اعتبار سے ہماری شامت عمل کے سبب جو سوء قضا لوح محفوظ میں ہمارے لئے لکھ دی گئی اسے حسن قضا سے بدل دیجئے یعنی جو فیصلے ہمارے لئے بُرے ہیں ان کو ہمارے حق میں اچھے فیصلوں سے بدل دیجئے۔

میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تقدیر نام ہے علم الٰہی کا نہ کہ امرالٰہی کا۔ بندے جو عمل کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے اعتبار سے لکھ دیا کہ فلاں بندہ فلاں عمل کرے گا۔ لہٰذا لکھے جانے کی وجہ سے بندہ عمل نہیں کررہا ہے بلکہ جو کچھ وہ کرنے والا تھا وہ لکھ دیا گیا ہے ۔ یعنی جن اعمال کا بندوں سے صدور ہورہا ہے ان میں بندوں کو اللہ نے مجبور نہیں کیا کہ تم یہ اعمال کرو بلکہ جو عمل وہ کرنے والے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم

کے اعتبار سے تقدیر میں لکھ دیے ہیں۔ اس کی مثال میرے موجودہ شیخ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے عجیب دی ہے کہ جیسے ریلوے کا ٹائم ٹیبل ہوتا ہے جس میں تحریر ہوتا ہے کہ ریل فلاں وقت فلاں اسٹیشن پر پہنچے گی تو ریل کا اسٹیشن پر پہنچنا ٹائم ٹیبل کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ریل کے پہنچنے کا وقت اپنے علم کے اعتبار سے ٹائم ٹیبل میں لکھ دیا گیا ہے لیکن ہمارا علم چونکہ ناقص ہے لہٰذا اس میں کبھی تخلف بھی ہوجاتا ہے کہ ریل کبھی وقت پر نہیں پہنچتی لیکن اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے۔ ان کو علم ہے کہ فلاں وقت پر فلاں بندہ یہ عمل کرے گا اس میں تخلف نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ تقدیر میں جو لکھا ہے اس کی وجہ سے بندے اعمال نہیں کررہے ہیں بلکہ جو اعمال وہ کرنے والے تھے وہ تقدیر میں لکھ دیے گئے ہیں۔ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا نہ کہ امرِ الٰہی کا۔

مولانا کی یہ دعا بھی قرآن پاک کی اس دعا سے مقتبس ہے

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب
لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب

اس دعا کا معمول دین پر استقامت اور حسن خاتمہ کا بہترین نسخہ ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ : اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے

دیجئے (حق سے منحرف نہ ہونے دیجئے) بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت دے چکے ہیں اور ہم کو آپ اپنے پاس سے رحمت خاصہ عطا فرمایئے(راہِ حق پر استقامت عطا فرمایئے) بے شک آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔ (از بیان القرآن)

علامہ آلوسی روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

المراد بالرحمة الانعام الخاص
و هو التوفيق للثبات على الحق

عدم ازاغت کے لئے جس رحمت کو طلب کرنے کا ذکر ہو رہا ہے اس رحمت سے مراد رحمت خاصہ ہے اور وہ توفیق ہے حق پر قائم رہنے کی اور لفظ ہبہ سے مانگنے میں یہ تعلیم ہے کہ

ان ذالك منه تفضلٌ محضٌ بدون
شائبة وجوب عليه تعالىٰ شانه

استقامت کی یہ نعمت فضل محض ہے، عطاء حق ہے، ہبہ ہے۔ جس طرح ہبہ بغیر معاوضہ ہوتا ہے، محض ہبہ کرنے والے کی عنایت سے ہوتا ہے اسی طرح دین پر استقامت کی نعمت ہمارے کسی عمل کا بدلہ نہیں ہوسکتی محض حق تعالیٰ کے فضل و عنایت سے ملتی ہے اور انك انت الوهاب معرض تعلیل میں ہے یعنی لانك انت الوهاب ۔

تو معنی یہ ہوئے کہ ہم آپ سے اس رحمت خاصہ کو کیوں مانگتے ہیں؟ اس لئے کہ آپ بہت بخشش کرنے والے، بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

بگذراں از جان ما سوء القضا

وامبر ما را ز اخوان الصفا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی دعا کرتے ہیں کہ اے خدا اگر میری تقدیر میں کوئی سوء قضا، کوئی شقاوت اور بدبختی لکھ دی گئی ہو اس سوء قضا کو حسن قضا سے تبدیل فرمادیجئے یعنی شقاوت کو سعادت سے، بدنصیبی کو خوش نصیبی سے بدل دیجئے۔ حدیث پاک میں بھی سوء قضا سے پناہ آئی ہے

اَللّٰھم انی اعوذ بلک من جھد البلاءِ و درک

الشقاء و سوءِ القضاء و شماتة الاعداء

معلوم ہوا کہ اگر سوء قضاء کا حسن قضاء سے تبدیل ہونا محال ہوتا تو حدیث پاک میں اُمت کو یہ دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم نہ فرماتے اور یہ جو مشہور ہے کہ تقدیر کو کوئی بدل نہیں سکتا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ مخلوق نہیں بدل سکتی اللہ تعالیٰ تقدیر کو بدل سکتے ہیں جیسا کہ مولانا رومی نے مثنوی میں فرمایا کہ اے اللہ آپ کو

اپنے فیصلوں پر بالا دستی حاصل ہے، قضا آپ کی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں، آپ کے فیصلوں کو آپ پر بالا دستی حاصل نہیں لہٰذا جو فیصلے میرے حق میں برے ہیں ان کو اچھے فیصلوں سے تبدیل فرمادیجئے۔ کیونکہ آپ کا کوئی فیصلہ بُرا نہیں ہے کہ وہ تو عین عدل و انصاف اور عین حکمت ہے لیکن میری شامت عمل سے کیونکہ وہ میرے حق میں برا ہے اس لئے اس کو بدل دیجئے تاکہ میں تباہی و ہلاکت سے بچ جاؤں جیسے عادل جج کسی مجرم کو پھانسی کا حکم سناتا ہے تو فی نفسہٖ یہ فیصلہ برا نہیں کیونکہ عدل و انصاف پر مبنی ہے لیکن جس کے خلاف یہ فیصلہ اس کے جرائم کی وجہ سے ہوا ہے اس مجرم کے لئے برا ہے۔ اسی لئے حضرت حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ یہاں سوء کی نسبت قاضی کی طرف نہیں مقضی کی طرف ہے یعنی برائی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہے بلکہ جس کے خلاف وہ فیصلہ ہے اس کی طرف ہے، فیصلہ برا نہیں لیکن جس کے خلاف ہے اس کے لئے برا ہے اور جس طرح جب مجرم عدلیہ سے مایوس ہوجاتا ہے تو بادشاہ وقت یا صدر مملکت سے رحم کی اپیل کرتا ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو یہ دعا تعلیم فرمادی کہ سوء قضا سے حفاظت مانگ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی تقدیریں بدلوالو کہ عدل کے اعتبار سے تو ہم مستحق سزا ہیں لیکن آپ سے آپ کے فضل اور آپ کے مراحم خسروانہ سے رحم کی بھیک مانگتے ہیں کہ

ہماری بری تقدیر کو محض اپنے رحم شاہی کے صدقہ میں اچھی تقدیر سے بدل دیجئے۔ مولانا کا یہ شعر بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حدیث پاک سے مستنیر ہے۔

اگلے مصرع میں مولانا حق تعالیٰ سے فریاد کررہے ہیں کہ اے خدا ہمیں اپنے خاص بندوں سے الگ نہ فرمایئے۔ سوال ہوتا ہے کہ سوء قضا سے پناہ مانگ کر مولانا عباد صالحین سے الگ نہ ہونے کی درخواست کیوں کررہے ہیں؟ اس لئے کہ اہل اللہ کی رفاقت اور ان سے محبت ملتی سوء قضا سے حفاظت کا ذریعہ ہے کیونکہ وامتازوا الیوم ایھا المجرمون کا خطاب انہیں کو سننا پڑے گا جو قلباً وقالباً و اعتقاداً عباد صالحین سے نہ ہوں گے، وہی مجرمین ہوں گے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام الحقنی بالصالحین کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کررہے ہیں تو پھر غیر نبی کا کیا منہ ہے جو الحاق بالصالحین کی اہمیت کا منکر ہو۔

اہل اللہ کی رفاقت سوء قضا سے حفاظت کا ذریعہ ہے اس کی دلیل بخاری شریف کی حدیث ہے کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پالے گا جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو صرف اللہ کے لئے کسی بندہ سے محبت کرے اس کو حلاوت ایمانی عطا ہوجائے گی اور حضرت ملا علی قاری مرقاۃ میں نقل کرتے ہیں کہ ایمان کی حلاوت جس قلب میں داخل ہوتی ہے

پھر کبھی نہیں نکلتی اور اس میں حسن خاتمہ کی بشارت ہے کیونکہ جب ایمان قلب سے نکلے گا ہی نہیں تو خاتمہ ایمان ہی پر ہوگا۔ لہٰذا اہل اللہ سے محبت قلب میں حلاوت ایمان پانے کا ذریعہ ہے اور حلاوت ایمانی کا قلب میں داخل ہونا سوء خاتمہ سے حفاظت کا ذریعہ ہے اللّٰھم ارزقنا منہ

اس لئے سوء قضا سے پناہ مانگنے کے ساتھ مولانا اہل اللہ کی معیت مانگ رہے ہیں تاکہ سوء قضا سے حفاظت رہے اور ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ اہل اللہ کا ساتھ نصیب نہ ہونا خود سوء قضا ہے جس سے پناہ مانگی جارہی ہے۔

نذرانۂ عقیدت

عبد و سلطاں کھڑے ایک صف میں
کیا اثر تھا رسالت کی شاں میں
فرق کالے و گورے کا تو نے
کس طرح سے مٹایا جہاں میں
جو چلا تیرے نقشِ قدم پر
کامراں ہے وہ دونوں جہاں میں

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

درس مناجات رومی

۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۹۱ء بروز جمعرات
بعد نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

تلخ تر از فرقت تو ہیچ نیست
بے پناہت غیر پیچا پیچ نیست

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ آپ کی جدائی کے غم سے زیادہ کوئی چیز دنیا میں کڑوی نہیں ہے اور آپ سے جدائی گناہوں سے ہوتی ہے اور گناہ کی تھوڑی دیر کی لذت آپ کے قرب کی حلاوت کو فراق کی کڑواہٹ میں تبدیل کردیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا

جو مجھے بھول جاتا ہے اس کی زندگی تلخ کردی جاتی ہے۔ جیسے مچھلی کو پانی سے نکال لو تو جس طرح وہ تڑپتی ہے اسی طرح ہماری روح آپ سے دور ہوکر تڑپتی رہتی ہے کیونکہ آپ سے دوری کا عذاب کس دوزخ سے کم ہے اور آپ کی خوشی کس جنت سے کم ہے اسی لئے ہمارے پیارے نبی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی

خوشی اور رضا کو جنت پر مقدم فرمایا اور آپ کی ناراضگی کو جہنم پر مقدم فرمایا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ
وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ میں آپ کی رضا و خوشی کو طلب کرتا ہوں اور جنت کو درجۂ ثانوی میں طلب کرتا ہوں اور آپ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں اور دوزخ سے درجۂ ثانوی میں پناہ چاہتا ہوں۔

(احقر جامع عرض کرتا ہے کہ محبی و محبوبی عارف باللہ حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے حال ہی میں یعنی شوال ۱۴۲۰ھ میں ایک الہامی مضمون بیان فرمایا جو موضوع کی مناسبت کی وجہ سے یہاں شامل کیا جاتا ہے)

ارشاد فرمایا کہ اللّٰھم انی اسئلك رضاك والجنة سے معلوم ہوا کہ سب سے اعلیٰ نعمت اللہ کی محبت، اللہ کی رضا ہے، ذات حق ہے، جنت کی نعمت اور جنت کی لذات درجہ ثانوی میں ہیں۔ جنت تو معاوضہ ہے، بدلہ ہے جو دراصل عطا ہے لیکن بصورت جزاء ہے لیکن جنت اللہ کی ذات نہیں ہے، غیر ذات ہے، رضاء کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے رضاك سے مراد ہے کہ اے اللہ آپ ہم سے خوش ہوجائیے یہ ہمارے لئے جنت سے عزیز تر ہے،

آپ کی خوشی کے مقابلہ میں جنت بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسی لئے جان عاشق نبوت جنت کو مقدم نہیں کر رہی ہے، آپ کی رضا اور آپ کی خوشی کو مقدم کر رہی ہے ۔ جان پاک نبوت کا یہ اسلوب کلام خود دلیل ہے کہ نبی اللہ کا کتنا بڑا عاشق ہوتا ہے کہ جنت سے پہلے آپ کی رضا مانگ رہا ہے اور رضاك کے بعد والجنة میں واؤ عاطفہ داخل فرمایا اور سارے علماء نحو کا اس پر اجماع ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف میں مغایرت لازم ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ کی رضا کی جو لذت ہے وہ اور ہی کچھ ہے اور جنت کی لذت کچھ اور ہے۔ اللہ کی ذات کا، اللہ کی محبت کا، اللہ کے نام کا مزہ اور ہے اور جنت کا مزہ اور ہے۔ جنت مخلوق ہے اور اللہ خالق ہے لہٰذا لذت مخلوق خالق کی لذت کو کہاں پاسکتی ہے۔ اسی لئے میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث نقل فرماتے تھے کہ جب جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو اہل جنت اتنا مزہ پائیں گے کہ اس وقت جنت ان کو یاد بھی نہ آئے گی کہ کہاں جنت ہے، کہاں حوریں ہیں اور کہاں نعماء جنت ہیں ۔

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

ترے جلووں کے آگے ہمت شرح و بیاں رکھ دی
زبان بے نگہ رکھ دی نگاہ بے زباں رکھ دی

اللہ تعالیٰ کی تجلی کے سامنے اہل جنت کو جنت کا ہوش نہ رہے گا ؎

وہ سامنے ہیں نظام حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

جب اللہ کے مقابلہ میں جنت اور لذات جنت کی کوئی حقیقت نہیں تو دنیا کیا پہنچتی ہے کیونکہ دنیا کی لذتوں کی شراب نہ ازلی ہے نہ ابدی ہے یعنی دنیا پہلے نہیں تھی پھر اللہ نے پیدا کیا اور قیامت کے دن ہمیشہ کے لئے فنا کردی جائے گی۔ تو دنیا کی شراب غیر ازلی غیر ابدی ہے اور جنت کی شراب ابدی غیر ازلی ہے یعنی جنت ابدی تو ہے لیکن ازلی نہیں ہے، یعنی پہلے نہیں تھی پھر پیدا کردی گئی اور کبھی فنا نہیں ہوگی لیکن ہمیشہ سے نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ کی ذات ازلی ابدی ہے یعنی اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ تو جنت کی شراب اللہ کی خاص ذات کو، اللہ کے نام کی لذت کو، اللہ کی محبت کے مزہ کو کہاں پا سکتی ہے کیونکہ جنت ابدی سہی لیکن شان ازلیت اور لذت ازلیت سے محروم ہے۔ اور جب اعلیٰ قسم کی چیز منہ کو لگ جاتی ہے تو ادنیٰ منہ کو نہیں لگتی۔ تو اولیاء اللہ جو اللہ کے نام کی لذت کو پاگئے، اللہ کی محبت کا مزہ جن کے منہ کو لگ گیا، جن پر اللہ کی محبت چھاگئی تو دنیا کی لذتوں کی شراب ان کے منہ کو کیا لگے گی جبکہ جنت بھی ان کو ثانوی درجہ میں ہوجاتی ہے لیکن جنت کو

مانگتے ہیں کیونکہ محل دیدار الٰہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے سوال کا حکم دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ فِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ

تم لوگ ہماری نعمتوں پر لالچ کرو۔ پس جب اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں پر ہمیں لالچ کرنے کا حکم دیں تو وہ ظالم ہے جو قناعت کرے ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب وہ سلطان دیں ہم سے طمع چاہے تو قناعت کے سر پر خاک ڈالو۔

تو جس طرح اللہ کی رضا جنت سے بڑھ کر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دوزخ سے بڑھ کر ہے جس کی دلیل اس حدیث پاک کا دوسرا جز ہے کہ **و اعوذ بك من سخطك والنار** سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے پناہ مانگی اور دوزخ سے پناہ کو موخر فرمایا۔ یہاں بھی واؤ عطف کا ہے اور معطوف علیہ و معطوف میں مغایرت کو لازم کرتا ہے یعنی آپ کی ناراضگی اور جہنم کی عقوبت برابر نہیں ہوسکتی، آپ کا ناراض ہوجانا عذاب جہنم سے بڑھ کر ہے۔ اسی لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرتے ہیں کہ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ تَصُدَّ عَنِّیْ وَجْهَكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن آپ اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیں۔ دیکھو اگر باپ، یا استاد، یا شیخ اپنا چہرہ ناراضگی سے پھیر لے تو لائق بیٹا اور لائق شاگرد اور لائق مرید پر کیا گذر جائے گی۔ پٹائی کے ڈنڈے سے زیادہ اس پر اپنے باپ یا شیخ کی ناراضگی شاق ہوتی ہے۔ اسی لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی ناراضگی کو دوزخ پر مقدم فرمایا کہ عذابِ دوزخ کا سبب تو ان کی ناراضگی ہی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کفار کو اپنی رویت سے محروم کرنے کو موقع سزا میں بیان فرمایا جو حق تعالیٰ کی شان محبوبیت کی عظیم الشان دلیل ہے

کَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ

ہرگز نہیں یہ (کفار) قیامت کے دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔

بطور سزا کے محجوبی کا اعلان اللہ تعالیٰ کی شان محبوبیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ دنیا میں کسی سلطانِ وقت نے کسی مجرم کو یہ سزا نہیں سنائی کہ ہم تجھے اپنے دیدار سے محروم کرتے ہیں کیونکہ دنیوی بادشاہ حاکم محض ہوتے ہیں محبوب نہیں ہوتے۔ ان کے مجرمین تو

صرف سزا سے بچنا چاہتے ہیں ، بادشاہوں کے دیدار کے حریص نہیں ہوتے لیکن موقع سزا میں حق تعالیٰ کے اس اعلان سے ثابت ہوا کہ ان کے دیدار سے محرومی کافروں کے لئے خود ایک عذاب ہوگی اور کفار سخت ضیق اور گھٹن میں ہوں گے۔

معلوم ہوا کہ اللہ سے دوری اور ان کی ناراضگی دوزخ سے بڑھ کر ہے کیونکہ جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے اسی کو دوزخ میں ڈالے گا اور دوزخ کا حاصل اللہ تعالیٰ سے جدائی ہے اور جو گناہ کرتا ہے وہ دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ سے جدا ہوجاتا ہے اور دوزخ میں دوزخیوں کا جو حال ہوگا کہ **لایموت فیھا و لا یحییٰ** نہ مرے گا نہ جئے گا ، موت و زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہوگا اسی طرح گنہگار کی زندگی اللہ تعالیٰ کی دوری کے عذاب سے دنیا ہی میں تلخ ہوجاتی ہے۔

اسی لئے مولانا رومی فرماتے ہیں کہ گناہ کرکے اے اللہ آپ سے دور ہوجانا دنیا میں اس سے زیادہ کڑوی کوئی اور چیز نہیں۔ پس جو گناہ کرتا ہے وہ کبھی آپ کا مقرب نہیں ہوسکتا اور آپ کے قرب کی لذت سے کبھی آشنا نہیں ہوسکتا اور آپ کی حفاظت اور آپ کی پناہ کے بغیر ہر طرف الجھن ہی الجھن اور پریشانی ہی پریشانی ہے یعنی اگر آپ کی رحمت کا سایہ نہ ہو تو نفس امارہ کے شر سے کوئی بچ نہیں سکتا اور آپ کی جدائی کی تلخی سے نجات نہیں پاسکتا۔

رختِ ماہم رختِ ما را راہزن
جسمِ ما مرجانِ مارا جامہ کن

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ہمارا سامان ہمارے ہی سامان پر ڈاکہ ڈال رہا ہے یعنی ہمارے مکسوبات سیہ (برے اعمال)ہمارے مکسوبات حسنہ (نیک اعمال) کو ضائع کررہے ہیں مثلاً ذکر و عبادت و تلاوت کر کے روح میں نور پیدا ہوا اور بعد میں بد نظری کرلی، جھوٹ بول دیا یا حرام مال کھا لیا اور اس نور کو ضائع کردیا۔ پس ہماری سیئات ہمارے حسنات کے لئے تباہ کن ہیں اور ہمارا جسم خود ہماری جان کے لباس تجلیات کو چھین کر اسے برہنہ کرنا چاہتا ہے یعنی ہماری خواہشات نفس اور اعضا و جوارح کے خبیث اعمال ہماری روح کو انوار اعمال حسنہ اور جامۂ تجلیات الٰہیہ سے محروم کرنے والے ہیں۔ پس خواہشات نفسانیہ اور اعمال سیہ دولت باطنی کے لئے راہزن اور ڈاکو ہیں۔

دست ما چو پائے ما را می خورد
بے امان تو کسے جاں کے برد

جب ہمارا ہاتھ ہمارے پاؤں کو کھانے کو تیار ہے تو آپ کی امان و حفاظت کے بغیر کون اپنے جان کو سلامتی سے لے جاسکتا ہے یعنی

جب ہمارے ہاتھوں کے کرتوت اور برے اعمال ہمیں تباہ کررہے ہیں اور راہ سلوک کے راہزن ہیں تو بغیر آپ کی مدد و نصرت کے کون اپنی جان کو منزل آخرت تک صحیح سلامت لے جاسکتا ہے۔

گر تو طعنہ می زنی بر بندگاں

مر ترا آں می رسد اے کامراں

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے خدا اگر آپ اپنے بندوں کو طعنہ دیں کہ تم بڑے نالائق اور نااہل ہو اور اگر آپ فرمادیں اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْماً جَهُوْلاً انسان بڑا ظالم جاہل ہے تو اے مالک آپ کو اس کا حق ہے اور یہ آپ کو زیب دیتا ہے

جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

اور جیسا کہ مولانا منصورالحق ناصر صاحب سلمہ کے دو شعر ہیں اللہ تعالیٰ کی شان میں ؎

دل یہ کہتا ہے کہ ذکر اپنا میں مولیٰ سے سنوں

اپنا افسانۂ درد اپنے مسیحا سے سنوں

جو بھی ہو شکوہ شکایت اسی محبوب سے ہو

اور جواب اس لب شیرینِ شکر خا سے سنوں

شکوہ شکایت سے مراد اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ کی تعبیر عاشقانہ ہے۔

ور تو ماہ و مہر را گوئی خفا
ور تو قدِ سرو را گوئی دوتا

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ اگر آپ چاند اور سورج کو حقارت سے فرمادیں کہ تم بے نور ہو، محض مخلوق ہو، تم پر نور کی تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ نور وہ ہے جو **ظاہر لنفسہ مُظہر لغیرہ** ہو یعنی جو اپنی ذات سے ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو اور تمہارا نور ذاتی نہیں، میری دی ہوئی بھیک ہے جس سے تم روشن ہو۔ پس تم تو **ظاہر لنفسہ** بھی نہیں ہو تو **مُظہر لغیرہ** کیسے ہوسکتے ہو اور غروب کے وقت روزانہ تم کو بے نور کرکے تمہاری حقارت کا تماشا کائنات کو دکھاتا ہوں کہ نہ تم خود روشن رہتے ہو نہ کائنات کو روشن کرنے کے قابل رہتے ہو اور تمہاری یہ بھیک بھی عارضی ہے کہ اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ اور

فَاِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ وَ خَسَفَ الۡقَمَرُ وَ جُمِعَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ

ایک دن میں تمہیں لپیٹ دوں گا اور ہمیشہ کے لئے فنا کردوں گا۔ پس اے اللہ اگر آپ شمس و قمر کو طعنۂ خفا دیں کہ اے چاند اور سورج میرے نور قدیم واجب الوجود کے سامنے تمہارا نور حادث و فانی کیا بیچتا ہے، تم تو مکمل خفا اور استتار ہو، کہاں نور قدیم اور کہاں حادث و فانی، کہاں خالق کہاں مخلوق!

اور اے اللہ اگر قد سرو کو جس سے حسن پرست اور دنیوی شعراء قدِ معشوقانِ مجازی کو تشبیہ دیتے ہیں آپ فرمادیں کہ اے سرو کے درختو! تم میں کجی اور انحنا ہے، تم عیب دار اور ٹیڑھے ہو کیونکہ تمہاری یہ رعنائی قد تمہاری ذاتی صفت نہیں میرے حسن ازلی کی ادنیٰ سی بھیک ہے۔

ور تو کان و بحر را گوئی فقیر
ور تو چرخ و عرش را گوئی حقیر

اور اے اللہ اگر سونے چاندی کی کانوں کو اور ساحل سمندر میں چھپے ہوئے موتیوں کے خزانوں کو اور معدنیات کے انمول ذخیروں کو آپ فرمادیں کہ تم سب میرے فقیر اور بھک منگے ہو اور اگر آپ ساتوں آسمانوں کو اور عرش اعظم جیسی عظیم مخلوق کو فرمادیں کہ تم سب انتہائی حقیر مخلوق ہو تو

آں بہ نسبت با کمال تو رواست
ملک و اقبال و غناہا مر تو راست

اپنی مخلوق کو ان عنوانات و تعبیرات سے مخاطب کرنا آپ کے کمالات کے پیش نظر آپ کو زیبا ہے کیونکہ ملک و سلطنت و اقبال مندی و غنا صرف آپ کے لئے خاص ہے، کسی اور کا حصہ نہیں۔

کہ تو پاکی از خطر و زنیستی
نیستاں را موجد و مُفنیستی

کیونکہ آپ پاک ہیں اندیشہ عیب و نقصان و فنائیت سے کہ آپ قدوس ہیں یعنی وہ ذات جس کا ماضی عیب سے پاک ہو اور آپ سلام بھی ہیں یعنی وہ ذات جس کے مستقبل میں اندیشۂ عیب نہ ہو۔ تو چونکہ آپ عیب و نقص اور فنا و زوال سے پاک ہیں پس آپ معدوم چیزوں کو ایجاد کرتے ہیں ، عدم کو وجود بخشتے ہیں اور معدوم کو موجود کرکے پھر اس پر عدم و فنا طاری کردیتے ہیں لہذا آپ موجد بھی ہیں اور مُفنی بھی ہیں یعنی معدوم کو موجود کرنے والے اور موجود کو پھر فنا کرنے والے ہیں اور فنا کرکے قیامت کے دن پھر ان کو پیدا کرنے والے ہیں سبحان اللہ و تعالی علواً کبیراً ۔

آپ کی شان بے انتہا کو
کس طرح لائے اختر بیاں میں

•••

ما ہمہ نفسی و نفسی می زنیم
گر نخواہی ما ہمہ اہرمنیم

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ہر

وقت ہم نفسی نفسی کرتے رہتے ہیں یعنی نفس کے تقاضے ہر وقت ہمیں گناہوں پر اکساتے رہتے ہیں۔ پس اے خدا اگر آپ کا فضل و رحمت ہمارے ساتھ نہ ہو تو ہم ان تقاضوں سے مغلوب ہو کر گناہ کرنے لگیں اور بالکل شیطان بن جائیں۔

زاں ز اہریمن رہید ستیم ما
کہ خریدی جان ما را از عمٰے

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ہم شیطان کے کید اور مکاریوں سے اس لئے بچے ہوئے ہیں کہ اے خدا آپ نے ہماری جان کو اس اندھے نفس کے ہاتھوں سے خرید لیا ہے اور اپنے سایۂ رحمت میں لے رکھا ہے ورنہ اس اندھے کی لاٹھی شیطان کے ہاتھ میں ہوتی۔ اور یہ اندھا نفس تو خود ظلمت پسند اور امارہ بالسوء ہے پھر اس کی عصاکشی اور رہبری اگر شیطان کرتا تو نہ جانے کس چاہ ضلالت اور تعر مذلت میں ہلاک کر دیتا۔ لہٰذا اے اللہ ہمیں اس نفس کے حوالہ نہ فرمائیے۔ اس لئے ہم آپ سے وہی دعا مانگتے ہیں جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی کہ۔

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ
شَأْنِیْ کُلَّهٗ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ

اے اللہ اے زندہ حقیقی ! اور اپنے بندوں کو سنبھالنے والے !

میری ہر حالت کی اصلاح فرمادیجئے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ مجھے میرے نفس کے سپرد نہ ہونے دیں ورنہ جو نفس کے سپرد ہوگیا اس کا شیطان کے قبضہ میں آنا کیا مشکل ہے کیونکہ نفس تو شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے اور آپ کے نبی صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ

انّ اعدا عدوك فی جنبيك

تیرا سب سے بڑا دشمن تیرے پہلو میں ہے۔ پس اے اللہ پلک جھپکنے بھر کو یعنی ایک لحہ کو بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ فرمائیے کیونکہ یہ اتنا بڑا دشمن ہے کہ پل بھر میں وار کرتا ہے اور ولی کو فاسق اور مومن کو کافر بنادیتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَ اَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ

اے اللہ مجھ کو رشد و ہدایت الہام کرتے رہیے اور میرے نفس کے شر سے مجھے بچاتے رہیے۔

تو عصاکش ہر کرا کہ زندگی ست
بے عصا و بے عصاکش کور چیست

ارشاد فرمایا کہ مولانا فرماتے ہیں کہ جو لوگ حیات ایمانی سے مشرف ہیں اور اہل صلاح و اہل تقویٰ ہیں وہ بھی

ہمہ وقت جب آپ کی عصاکشی یعنی رہبری و ہدایت و الہامات رشد کے محتاج ہیں تو وہ کور باطن جن کو آپ کی عصائے ہدایت و رہنمائی نصیب نہ ہو کہ نہ خود ہدایت کے راستہ پر ہیں، نہ ہدایت کی توفیقات و نصرت کی لاٹھی نصیب ہے اور آپ ان کے عصاکش نہیں وہ کس طرح راہ ہدایت اور صراط مستقیم پاسکتے ہیں۔ ان کی مثال اس اندھے کی سی ہے جو راہ سے بھی بے خبر ہے اور جس کی لاٹھی پکڑ کر کوئی راہ پر چلانے والا بھی نہیں۔

غیر تو ہرچہ خوش است و ناخوش ست
آدمی سوز ست و عینِ آتش ست

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ آپ کے سوا جتنی چیزیں بھی ہیں چاہے وہ ہمارے دل کو کتنی ہی محبوب ہوں یا اس کے برعکس کتنی ہی ناپسندیدہ اور مکروہ ہوں لیکن اگر آپ ان سے خوش نہیں ہیں تو اے اللہ ہمارا ذوق بھی یہ ہے کہ ؂

جو ان کی خوشی ہے وہی اپنی بھی خوشی ہے
جا دل تجھے چھوڑا کہ جدھر وہ ہیں ادھر ہم

اسی کو مولانا ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ؂

ناخوشِ تو خوش بود بر جانِ من
جاں فدائے یار و دل رنجانِ من

اے اللہ جس چیز سے آپ ناخوش ہیں ہم بھی اس سے ناخوش ہیں اور اس سے ناخوش ہو کر خوش ہیں چاہے ہمارے دل کو وہ کتنی ہی خوشگوار ہو لیکن آپ کی خوشی پر ہم اپنی خوشی کو خوشی خوشی فدا کرنے پر خوش ہیں کیونکہ اپنی مرضی سے زیادہ آپ کی مرضی ہمیں عزیز ہے لہٰذا ہماری جان بھی آپ پر فدا اور ہمارا دل بھی جیسا کہ شیخ الحدیث مولانا منصور الحق صاحب ناصؔر سلمہ کا شعر ہے ؎

عظیم جرم ہے قانونِ عشق میں ناصؔر
کسی کی ان سے بغیر ان کے آرزو کرنا

کیونکہ جو آپ کے عاشق ہیں اگر آپ کی ناخوشی کی راہوں سے ان کے دل میں کبھی کوئی خوشی آجاتی ہے تو وہ غم سے رونے لگتے ہیں کہ آہ میں نے اپنے مالک کو ناراض کردیا اور آپ کو راضی کرنے کے لئے جب اپنی خوشیوں کا خون کرتے ہیں تو دل کو غمگین کر کے وہ خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا دل تو غمگین ہوا لیکن ہمارا مالک تو خوش ہوگیا۔ اسی کو میں نے اس قطعہ میں بیان کیا ہے ؎

رضائے دوست کی خاطر یہ حوصلے ان کے
ہنسی لبوں پہ ہے گو دل پہ زخم کھاتے ہیں

عجیب جامع الاضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

اور عزیزم تائب سلمہ کا شعر بھی اس مضمون پر نہایت عمدہ ہے کہ اہل دنیا اور اہل اللہ کے غم اور خوشیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اہل دنیا تو گناہوں کی لذت اُڑا کر خوش ہوتے ہیں اور گناہ ہاتھ سے نکل جانے سے غمگین ہوجاتے ہیں اور اہل اللہ کے دل میں اگر کبھی گناہ کی ایک ذرہ خوشی داخل ہوجائے تو ان پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے اور ساری کائنات باوجود اپنی وسعت کے ان پر تنگ ہوجاتی ہے جیسا کہ ہمارے میر صاحب کا شعر ہے ؎

شب صحرا مہیب سناٹا
موت ہو جیسے زندگی پہ محیط
یا صدور گناہ سے دل کی
تنگ ہونے لگے فضائے بسیط

اور اسی طرح گناہ سے بچنے میں ان کے دل کو جو غم ہوتا ہے اس غم پر وہ خوش ہوتے ہیں۔ یہ فرق ہے اہل اللہ اور اہل دنیا کے غم اور خوشیوں میں جس کو تائبؔ صاحب نے بہت عمدہ بیان کیا ہے ؎

غم اور طرح کے ہیں طرب اور طرح کے
عشاق کے جینے کے ہیں ڈھب اور طرح کے

تو مولانا فرماتے ہیں کہ جو چیزیں بھی خواہ ہمارے دل کو اچھی لگتی ہوں یا بری، ہمارے دل میں محبوب ہوں یا مکروہ لیکن اے اللہ اگر آپ ان سے راضی نہیں ہیں، تو وہ انسانیت سوز ہیں، ظاہر و باطن کی تباہ کاری میں بالکل آگ ہیں، اور انسانیت کے شرف و کرامت کو جلاکر خاکستر کرنے والی ہیں کیونکہ اے اللہ جس سے آپ خوش نہیں ہیں وہ سور اور کتے سے بدتر ہے۔ آپ کو چھوڑ کر اور غیر کا ہوکر کوئی چین سے نہیں جی سکتا، نہ مرکے چین پاسکتا ہے کیونکہ ہماری جانوں کا مرکز اور محور اور سہارا صرف آپ ہیں ؎

چھوڑ کر تجھ کو غیر کو چاہوں
مرے اللہ یہ پستی میری
غیر کو چھوڑ کر تجھے چاہوں
رشک جبریل یہ ہستی میری

❁❁❁

ہر کرا آتش پناہ و پشت شد
ہم مجوسی گشت و ہم زردشت شد

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جس کے لئے آگ اس کی پناہ، ٹھکانہ اور سہارا ہوجائے یعنی جو خواہشات نفسانیہ کو اپنی جان کا سہارا بنا رہا ہے یہ گویا شہوت کی آگ کی پوجا

بھی کر رہا ہے اور سکھا بھی رہا ہے، یہ ضال بھی ہے اور مضل بھی ہے ، گمراہ بھی ہے اور گمراہ کرنے والا بھی ہے ، اس کی معصیت لازمہ بھی ہے اور متعدیہ بھی ، یہ بانی ہو رہا ہے گناہوں کا لہٰذا سب کے گناہوں کا بار اس کی گردن پر ہوگا۔

كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ
اِنَّ فَضْلَ اللّٰهِ غَيْمٌ هَاطِلٌ

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے ماسویٰ ہے یعنی جس کا مقصود اللہ نہیں اور جو مقصود حق کا ذریعہ بھی نہیں وہ باطل ، مجاز اور فانی ہے اور حق تعالیٰ کا فضل ہی موسلا دھار برسنے والا ابر ہے ۔ پس اے باطل اور فانی چیزوں سے دل لگانے والو! اس حماقت سے باز آجاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ابر کے نیچے آجاؤ۔

اے خدائے پاک بے انباز و یار
دستگیر و جرم ما را در گذار

ارشاد فرمایا کہ انباز کے معنی ہیں شریک۔ مولانا رومی بارگاہ حق میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، آپ لاشریک لک ہیں اور ہمارے مولیٰ ہیں پس

ہماری دستگیری فرمائیے اور ہمیں گناہوں کی دلدل سے نکال کر ہمارے تمام جرائم کو معاف فرمادیجئے۔

یاد دہ مارا سخن ہائے رقیق
کہ ترا رحم آورد آں اے رفیق

مولانا رومی عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ آپ ہی ہمارے ولی ہیں لہٰذا آپ ایسے درد انگیز، دل گداز و رقت آمیز مضامین دعا ہمارے دل میں ڈالئے کہ جو آپ کی رحمت کو جوش میں لائیں، آپ کی رحمت کو احساناً و فضلاً واجب کرنے والے ہوں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَ لَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ان چیزوں کا جو تیری رحمت کو واجب کردیں اور تیری مغفرت کو میرے لئے ضروری کردیں اور سوال کرتا ہوں ہر بھلائی میں اپنے حصہ کا اور ہر گناہ سے حفاظت کا۔ اے اللہ میرا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑ جس کو تو

بخش نہ دے اور کوئی غم ایسا نہ رہنے دے جس کو تو دور نہ کر دے
اور کوئی حاجت جس میں تیری رضا شامل ہو پوری کئے بغیر نہ چھوڑ
اے ارحم الراحمین۔

ہم دعا از تو اجابت ہم زتو
ایمنی از تو مہابت ہم زتو

اے اللہ ہمارا دعا مانگنا بھی آپ کے کرم سے ہے اور آپ کا قبول کرنا بھی آپ کی عنایت سے ہے، اُدْعُونِیْ کا حکم بھی آپ کے کرم سے ہے اور اَسْتَجِبْ لَکُمْ بھی آپ کا کرم و انعام ہے جس کا ہم کو کوئی استحقاق نہیں اور امن و سکون بھی آپ ہی دیتے ہیں اور خوف و ہیبت بھی آپ کی طرف سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ ایمان بین الخوف والرجا ہے۔ پس یہ سکون و اطمینان اور خوف و ہیبت دونوں مطلوب ہیں لہٰذا اے اللہ یہ بھی آپ کا انعام عظیم ہے۔

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن
مصلحی تو اے تو سلطان سخن

اگر دعا کے آداب و تعبیرات و عنوانات میں ہم سے خطا اور کوتاہی ہوگئی ہو اور ہماری کوئی تعبیر و عنوان آپ کو پسند نہ آیا ہو تو

آپ تو سلطان سخن ہیں، کلام کے بادشاہ ہیں، اپنی رحمت سے ہماری اصلاح فرمادیجئے اور ہمارے دل میں وہ عنوان و تعبیر ڈال دیجئے جو آپ کو پسند ہو۔

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی
گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی

اے اللہ آپ کی رحمت عجیب کیمیاء ہے جو ہمارے برے اخلاق و اعمال اور سیئات و رذائل کے دریائے خون کو حسنات و فضائل کے دریائے نیل سے تبدیل کرسکتی ہے یعنی آپ ہمارے اخلاق رذیلہ کو اخلاق حمیدہ سے تبدیل کرنے پر قادر ہیں۔ کیمیا اس کو کہتے ہیں جو قلب ماہیت کردے اور بیان قدرت کا مقصد ظہور قدرت کی درخواست ہے یعنی مولانا کے اس بیان میں یہ مضمون دعا پوشیدہ ہے کہ اے اللہ آپ بس ہمیں تبدیل کرنے کا ارادہ فرمالیں پھر آپ کے ارادہ پر مراد کا تخلف محال ہے اور ترتب لازم ہے لہٰذا پھر ہمارے اخلاق رذیلہ کو اخلاق حمیدہ بننے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ آپ کے ارادہ کے بعد یہ قلب ماہیت لازم ہے جیسا کہ مولانا نے ایک اور مقام پر فرمایا ؎

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود
خمرش از تبدیل یزداں خل شود

مولانا فرماتے ہیں کہ ابدال کون ہے؟ جس کے اخلاق رذیلہ اخلاق حمیدہ سے بدل جائیں جیسے دنیوی شراب میں اگر تھوڑا سا سرکہ ڈال دیا جائے تو پوری شراب سرکہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح ابدال وہ ہے جس کے رذائل و سیئات کی شراب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حسنات و فضائل سے تبدیل ہو جائے اور جب شراب سرکہ بن گئی تو پھر اس کو شراب کہنا جائز نہیں۔ اسی طرح جب کوئی گنہگار اللہ والا ہو گیا تو اب یہ کہنا جائز نہیں کہ پہلے یہ ایسے ویسے تھے ؎

طعنہ نہیں ماضی کا دیا جائے کہ ہم لوگ
تب اور طرح کے تھے ہیں اب اور طرح کے

❁❁❁

ایں چنیں میناگری ہا کارِ تست
ایں چنیں اکسیر ہا ز اسرارِ تست

ایسی ایسی میناگری و صناعی اے خدا آپ ہی کا کام ہے کہ مٹی سے کیسے کیسے خوبصورت نقش و نگار آپ پیدا فرماتے ہیں اور نطفہ کے ناپاک پانی پر صورت گری فرما کر مردہ منی کو آپ حسین انسانی وجود بخشتے ہیں اور گنے سے شکر اور لکڑی کی شاخوں سے پھل پیدا فرماتے ہیں۔

دہد نطفہ را صورتے چوں پری
کہ کردہ ست برآب صورت گری
شکر از نے میوہ از چوب آوری
از منی مردہ بتِ خوب آوری

اور اخلاق رذیلہ کے دریائے خون کو اخلاق حمیدہ کے دریائے نیل سے تبدیل فرماتے ہیں اور تمام ظاہری و باطنی امراض لادوا کی اکسیر آپ کے قبضہ قدرت میں ہے ۔

گر تو چاہے پاک ہو مجھ سا پلید
فضل سے تیرے نہیں کچھ بھی بعید
سینکڑوں کو تو کرے گا جنتی
ایک یہ نااہل بھی ان میں سہی

درس مناجات رومی

۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۹۱ء جمعۃ المبارک
بعد نماز عشا خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

یارب ایں بخشش نہ حد کار ماست
لطف تو لطف خفی را خود سزاست

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی بارگاہ حق میں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب آپ کی بخششیں اور عنایات و الطاف ہمارے اعمال و عبادات کا ثمرہ و معاوضہ و جزا نہیں ہوسکتے یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا نماز روزہ حج و عمرہ اور نوافل و تلاوت سبب ہے آپ کے انعامات کا کیونکہ ہمارے ہر عمل میں فیہ نظرٌ ہے اور ریا و عدم اخلاص و شہرت و جاہ وغیرہ نفس کی آمیزشوں کا احتمال ہے۔ ہمارا کوئی عمل آپ کی عظمت کے لائق نہیں ہے کیونکہ آپ کی عظمت غیر محدود ہے اور ہمارے اعمال محدود اور ناقص ہیں اور محدود و ناقص غیر محدود کا حق ادا کر ہی نہیں سکتا۔ پس حقوق عظمت غیر محدود کا ادا کرنا محال ہے کیونکہ اس سے غیر محدود کا محدود ہونا لازم آتا ہے کہ محدود ہی محدود کا احاطہ کرسکتا ہے۔ پس جب عظمت الٰہیہ غیر محدود ہے اور ہم محدود ہیں، ہمارے اعمال

محدود ہیں لہٰذا ادائے حق عظمت الٰہیہ کے لئے ہمارے اعمال کا ناکافی اور ناقابل ہونا عقلاً ثابت ہوگیا لہٰذا مولانا رومی کی نظر کہاں تک پہنچ گئی کہ فرمایا اے ہمارے رب آپ کی یہ بخششیں اور مہربانیاں ہمارے اعمال کا نتیجہ و ثمرہ و پھل نہیں ہیں یعنی آپ کی عنایات اور نزول رحمت کا سبب ہماری عبادات نہیں ہیں۔ پھر کیا سبب ہے؟ فرماتے ہیں ؎

لطف تو لطف خفی را خود سزا ست

آپ کی عنایاتِ ظاہرہ آپ کی عنایاتِ مخفیہ کے مظاہر ہیں یعنی آپ کے جو الطاف و کرم ہمارے اوپر ظاہر ہیں بصورت توفیقات اعمال صالحہ ، التزام طاعات و اجتناب عن المعاصی اور صحت و عافیت وغیرہ اس تمام رزق ظاہری و باطنی کے پیچھے آپ کا لطف پوشیدہ ہے ، ان عنایات ظاہرہ کا سبب آپ کا لطفِ مخفی ہے ، آپ کی ظاہری مہربانی کا سبب آپ کی پنہاں مہربانی ہے ، ہمارے اعمال نہیں ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

مری بے تابی دل میں انہیں کا جذب پنہاں ہے
مرا نالہ انہیں کے لطف کا ممنون احساں ہے

آپ کی یاد میں ہماری بے تابی و اشکباری آپ کے جذب کرم ہی کی ممنون احسان ہے۔ غرض آپ کے جو الطاف و عنایات ہم پر ظاہر

ہوتے ہیں وہ آپ کی مخفی عنایات کا عکس اور پرتو ہیں جیسے ہم لوگ کسی پر کوئی احسان اور شفقت کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دل میں محبت کا ایک پوشیدہ احساس ہوتا ہے۔ پھر وہ شفقت کسی شکل میں ظاہر ہوتی ہے، پہلے قلب میں محبت آتی ہے پھر اس کا ظہور قالب سے ہوتا ہے۔ تو جب مخلوق کے اندر یہ خاصیت ہے کہ ہمارا لطفِ ظاہر ہمارے لطفِ باطن کا نتیجہ ہوتا ہے تو اے اللہ آپ کی جو ظاہری مہربانیاں اور انعامات ہم پر ہیں وہ آپ کے لطفِ مخفی اور پوشیدہ کرم کے عکاس کیوں نہ ہوں گے۔ پہلے اللہ کا ارادہ ہوتا ہے جو مخلوق سے مخفی ہوتا ہے پھر ان کے انعامات و عنایات کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کا سبب ہمارے اعمال و عبادات اس لئے نہیں ہوسکتے کیونکہ اللہ کی عظمتِ غیر محدود کا حق ہمارے ناقص و محدود اعمال سے ادا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اللہ کی عطا کے لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ ہمارے فلاں مجاہدے کی وجہ سے ملی ہے یا ہم نے اتنے سال بزرگوں کی صحبت اٹھائی ہے یا ہم نے اتنی محنتیں کی ہیں تب ہمیں یہ سب ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایات کو اپنے اعمال کی طرف منسوب کرنا ناشکری ہے جیسا کہ حکیم الامت نے تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں فرمایا کہ ان بعض المغترین من الصوفیاء و السالکین ینسبون کمالاتھم الیٰ مجاھداتھم فھذا عین الکفران بعض نادان صوفی اپنے کمالات کو اپنے مجاہدات کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ

ہم نے اتنے دن شیخ کے ساتھ گذارے یا اتنے دن ہم نے محنت کی اس وجہ سے ہمیں یہ انعام ملا، حکیم الامت فرماتے ہیں کہ یہ عین کفرانِ نعمت ہے، عین ناشکری ہے۔ لہٰذا یوں مت کہو بلکہ یہی کہو کہ اے اللہ ہمارے مجاہدات اس قابل نہیں تھے کہ آپ اس کے نتیجہ کے طور پر ہمیں یہ انعامات عطا فرماتے بلکہ آپ کی عطا کا سبب صرف آپ کی عطا ہے، آپ کی رحمت کا سبب صرف آپ کی رحمت ہے، آپ کے کرم کا سبب صرف آپ کا کرم ہے، ہمارا عمل نہیں ہے۔

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دو سو برس عبادت کی تھی اور جب اس سے کہا گیا کہ اللہ کی رحمت سے تمہاری مغفرت ہوگی تو اس عابد نے کہا کہ نہیں ہم نے تو دو سو سال عبادت کی ہے، عبادت سے ہم کو بخشش ملے گی، کیا ہماری دو سو برس کی عبادت ضائع ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے قریب سے گذاریں گے جس سے اس کو شدید پیاس لگ جائے گی۔ آگ کی لپٹ اور گرمی سے اس کی زبان باہر آجائے گی تو وہ فرشتہ سے کہے گا کہ پانی پلادو۔ فرشتہ اس کو ایک پیالہ پانی پیش کرے گا اور کہے گا کہ پہلے اس کی قیمت ادا کردو۔ پوچھے گا کہ اس کی کیا قیمت ہے تو جواب ملے گا اپنی دو سو برس کی عبادت دے دو تو ایک پیالہ پانی ملے گا۔ وہ ایک پیالے پانی کے عوض دو سو برس کی عبادت دے دے گا۔ اس کے

بعد اس کو پھر پیاس لگے گی تو وہ پھر پانی مانگے گا۔ فرشتہ کہے گا کہ اب اپنی عبادت لاؤ تو پانی ملے گا۔ تمہاری دو سو برس کی عبادت پیاس میں ایک پیالہ پانی کے برابر نہیں۔ بتاؤ تم نے دنیا میں کتنا پانی پیا ہے اللہ کا۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ ہم عبادت سے بخشے جائیں گے بلکہ اللہ کی رحمت سے بخشے جائیں گے کیونکہ ہماری مجموعی عبادات بھی اللہ تعالیٰ کی ایک ادنیٰ نعمت کا سبب ، معاوضہ اور بدلہ نہیں ہو سکتیں۔ اب یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ مجاہدات کی توفیق دے اور ان کو قبول فرمالے اور اس سے صلاحیت پیدا کردے ، مجاہدات سے صلاحیت پیدا ہوتی ہے اخذ نور کی ، لیکن یہ سب اسباب ہیں جیسے زمین پر محنت کی ، ہل جوتا ، کنکر پتھر ہٹائے تو غلہ پیدا ہوگیا ۔ایسے ہی دل کی زمین پر محنت کی ، اخلاق رذیلہ کے کنکر پتھر نکالے ، برائیوں سے توبہ کی ، گناہوں کے تقاضوں کو برداشت کیا اور ان پر عمل نہیں کیا تو اس غم سے صلاحیت پیدا ہوتی ہے جذب تجلیات الٰہیہ کی ، لیکن اس کو سبب مت کہو بس یہ کہو کہ یہ توفیق مجاہدہ بھی انہیں کے کرم سے ہے ، اگر خدا توفیق نہ دیتا تو ہم گناہوں کے تقاضوں سے مغلوب ہو کر گناہ کر لیتے لیکن گناہوں کے تقاضوں کے باوجود گناہوں سے بچنے کی اللہ نے جو ہم کو ہمت و توفیق عطا فرمائی یہ بھی ہمارا کمال نہیں، اللہ کا کرم ہے لہٰذا ابتداء تا انتہا اللہ کی عطا ہی عطا ہے ۔

مری طلب بھی انہیں کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے ہمارے رب آپ کے انعامات و الطاف ظاہرہ کا سبب آپ کا لطفِ پنہاں ہے ، ہمارے اعمال آپ کے لطف فراواں کے لائق نہیں بلکہ آپ کا لطف خفی ہی ان الطاف ظاہرہ کے لائق ہے یعنی آپ کا پوشیدہ کرم ہی سبب ہے ان تمام انعامات کا جو ہم پر ظاہر ہو رہے ہیں۔

دیکھو جیسے ایک پوشیدہ کرم اللہ نے مولانا حافظ داؤد اور ان کے رفقاء پر کیا جو ری یونین سے آئے ہیں ورنہ کہاں ری یونین اور کہاں کراچی۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ مثنوی کا درس ہو جائے اور درس مثنوی شروع ہوگیا۔ بعض بندوں کو اللہ تعالیٰ طلب دیتے ہیں اور اس طلب کی برکت سے دین کا کام شروع ہو جاتا ہے لیکن یہ طلب بھی اللہ کے مخفی کرم ہی کا صدقہ ہوتی ہے ، وہ نہ چاہیں تو طلب ہی نہ پیدا ہو۔پس کام وہ بناتے ہیں ، نام ہمارا ہوتا ہے۔

دست گیر از دستِ ما مارا بخر
پردہ را بردار و پردہ ما مدر

ارشاد فرمایا کہ دست گیر معنی ہاتھ پکڑنے والا ،

مدد کرنے والا ، خریدن معنی خریدنا ، بخر اس کا امر ہے یعنی خرید لیجئے۔ بردار بدار تھا ، ضرورت شعری کی وجہ سے بر لگادیا گیا جس کے معنی ہیں قائم رکھئے۔

مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے دستگیر ، اے مدد کرنے والے میرے ہاتھ سے مجھ کو خرید لیجئے یعنی ہمارا ہاتھ پکڑ لیجئے اور ہمارے ہاتھ کی جو طاقتیں گناہوں میں ملوث ہورہی ہیں تو گویا ہم اپنے ہاتھوں گناہوں کے ہاتھ فروخت ہوچکے ہیں لہٰذا آپ ہمارے ہاتھوں سے ہم کو خرید لیجئے اور گناہوں سے ہم کو چھڑا لیجئے ۔ بہت عبرت اور خوف کا مقام ہے کہ انسان اپنے ہاتھوں اللہ کے غضب اور نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے اور گناہوں کی گندگی سے اس کا ظاہر بھی ناپاک ہوجاتا ہے اور باطن بھی ناپاک اور ستیاناس ہوجاتا ہے ، قلب و قالب دونوں گناہوں سے برباد ہوجاتے ہیں ، سکون بھی چھن جاتا ہے۔ کیا بتاؤں گنہگار کی زندگی کس قدر تلخ ہوتی ہے۔ تو مولانا رومی نے فرمایا کہ اے دستگیر ، اے مدد کرنے والے ، ہم کو ہمارے ہاتھوں کے حوالہ نہ کیجئے اور ہمارے ہاتھوں سے ہم کو خرید کر یعنی اپنی مدد خاص ہمارے شاملِ حال فرماکر گناہوں سے ہم کو نجات دلا دیجئے۔ اگر آپ نے ہمیں ہمارے نفس کے حوالہ کردیا تو ہم ایسے نالائق ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار لیں گے لہٰذا آپ ہمارا ہاتھ پکڑ لیجئے اور ہمیں اپنی نافرمانی نہ کرنے

دیجئے کیونکہ ہمارا ہاتھ تو گندگی میں جاتا ہے ، گندے گندے کاموں کی طرف بڑھتا ہے جیسے چھوٹا بچہ اپنی اماں سے کہہ دے کہ اے اماں میں نادان ہوں ، میری تو فطرت ہی خراب ہے ، میرے اندر بھلے بُرے کی بھی تمیز نہیں۔ پس اگر میں پیشاب پاخانے میں ہاتھ ڈالوں تو قبل اس کے کہ وہ گندگی میں ملوث ہو اس وقت آپ میرا ہاتھ پکڑ لیا کیجئے۔ تو اے خدا اس وقت ماں اس کی کیسی حفاظت کرے گی۔ اے اللہ آپ تو ماؤں کی محبت اور مامتا کے خالق ہیں ۔

مادراں را مہر من آموختم

ماؤں کو محبت کرنا تو آپ ہی نے سکھایا ہے لہٰذا ہم آپ سے فریاد کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ وَاقِیَۃً کَوَاقِیَۃِ الْوَلِیْدِ (الحدیث) کہ آپ ہماری ایسی حفاظت کیجئے جیسے ماں اپنے چھوٹے بچہ کی کرتی ہے کیونکہ اے خدا مومن کے لئے دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی ذلیل ترین کام نہیں کہ وہ آپ کی نافرمانی کرکے اپنے قلب اور قالب کو ناپاک کرلے اور آپ سے دور ہوجائے لہٰذا اے اللہ ہمیں ہمارے نفس کے حوالہ نہ کیجئے اور اپنی خاص مدد شامل حال کرکے نفس کے ہاتھوں سے ہمیں چھڑا لیجئے ۔

پردہ را بردار و پردہ ما مدر

ہمارے اندر گناہوں کے جو تقاضے اور گناہوں کا جو خبیث ذوق ہے

اس پر اپنی رحمت اور ستاری کے پردے کو قائم رکھئے ، اس پردہ کو اٹھنے نہ دیجئے ، اپنی ستاری اور پردہ پوشی کا پردہ نہ پھاڑیئے یعنی ہمارے عیبوں کو ظاہر نہ کیجئے ورنہ ہم ذلیل و رسوا ہوجائیں گے کیونکہ اے اللہ گناہوں پر مسلسل اصرار کی وجہ سے آپ جس سے انتقام لیتے ہیں تو اس کا پردۂ ستاریت پھاڑ دیا جاتا ہے اور وہ سارے عالم میں رسوا ہوجاتا ہے لہٰذا

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرِّ من پیدا مکن

اے اللہ اپنے اس بندہ کو رسوا نہ کیجئے۔ اگرچہ میں انتہائی نالائق ہوں لیکن میری نالائقیوں اور میرے عیبوں کو اپنے بندوں پر ظاہر نہ کیجئے۔

باز خر مارا ازیں نفس پلید
کاردش تا استخوان ما رسید

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ اے خدا میں اتنا نالائق ہوں کہ میں نے خود کو نفس کے ہاتھوں فروخت کردیا ہے اور میں نفس کا غلام بن چکا ہوں لیکن اے خدا آپ ارحم الراحمین ہیں اس ناپاک نفس سے مجھے دوبارہ

خرید لیجئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ ظالم نفس گوشت تو کاٹ کے کھا گیا ، ہڈی رہ گئی تھی تو اب اس کی چھری ہڈی تک پہنچ رہی ہے۔ اگر ہڈی بھی کھا جائے گا تو پھر میں کیا رہوں گا۔ مراد یہ ہے کہ نفس کی بُری بُری خواہشات نے ہمارے دین کو تباہ کردیا ہے لہٰذا اے اللہ میری مدد فرمایئے اور نفس کے چنگل سے مجھے رہائی دلایئے ؎

از چو ما بیچارگاں ایں بند سخت
کہ کشاید جز تو اے سلطانِ بخت

نفس کے اس سخت قید و بند سے ہم جیسے عاجزوں کو سوائے آپ کے کون رہائی دلا سکتا ہے۔ ہم تو نفس کی سخت بندشوں اور بُرے بُرے تقاضوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ چاروں طرف سے نفس نے ہمیں باندھ رکھا ہے لہٰذا ہم بے چاروں ، عاجزوں کو نفس کی سخت بندشوں سے آزادی عنایت کرنا صرف آپ کی رحمت کا کام ہے۔ پس اے ہماری قسمتوں کے بادشاہ! نفس کے بُرے تقاضوں کی رسیوں سے ہمیں سوائے آپ کے کون کھول سکتا ہے۔ آپ ہمارے نصیبوں کے سلطان ہیں۔ اگر ایک بدمعاش ، مجرم ، کمینے اور ذلیل و خوار پر آپ اپنی ایک نگاہ کرم ڈال دیں تو اسی وقت اس کا نصیب جاگ اٹھے گا اور اس کا کام بن جائے گا اور اسی لمحہ وہ نفس کے قید و بند سے رہائی پاجائے گا۔ وہ دل جو گناہوں کے شدید میلان میں مبتلا

تھا آپ کی نگاہ کرم کے بعد اس کو گناہوں کا وہ شدید میلان نہیں ہوتا جتنا عام لوگوں کو ہوتا ہے ، بس ہلکا سا ایک طبعی میلان ہوگا لیکن اے اللہ آپ کی مہربانی سے اس کو قابو میں رکھنا آسان ہوجاتا ہے کیونکہ آپ کے کرم سے حسن مجازی کی فنائیت اور فانی اجسام کے اندر کی گندگی اس کو نظر آجاتی ہے جس سے فانی جسموں سے ایک نفرت طبعیہ اے اللہ آپ اس کو عطا فرمادیتے ہیں کیونکہ انسان عقل کے بل بوتے پر کب تک لڑے گا ، عقلی استدلال کے پاؤں بہت کمزور ہوتے ہیں۔ اس لئے اے اللہ ہمیں گناہوں سے طبعی کراہت نصیب فرمادیجئے تاکہ گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے۔ ورنہ حسن فانی کی ملمع سازی کا فریب بُرے بُرے تقاضوں کو اور شدید کردیتا ہے مگر جس پر اے خدا آپ فضل فرمادیں تو اس کو نظر آجاتا ہے کہ ان فانی جسموں کی چمک دمک ظاہری ہے ، اندر گو بھرا ہوا ہے جیسے کوئی پاخانہ پر سونے اور چاندی کا ورق لگادے۔ جو ورق کی چمک دمک سے دھوکہ کھائے گا وہ پاخانہ ہی پائے گا لہٰذا اے نفس بالوں اور گالوں سے اور رانوں سے دھوکہ نہ کھا ورنہ پیشاب پاخانہ کی گندگی تک پہنچنا پڑے گا اور یہ تو جسمانی اور حسی بے عزتی ہوئی لیکن اگر اے اللہ آپ نے ستاری نہ فرمائی تو ہم مخلوق میں بھی ذلیل ہوجائیں گے کیونکہ ستاریت ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ جب تک ہم چاہیں اپنے عیب کو چھپائیں بلکہ پردۂ ستاریت اے اللہ

آپ کے اختیار میں ہے، جب چاہیں ہٹا دیں اور ساری دنیا ہماری رسوائی کا تماشہ دیکھ لے۔ اسی لئے مولانا رومی دعا فرماتے ہیں کہ نفس کی چالوں اور مکاریوں اور اس کے بُرے بُرے تقاضوں کی قید سے اے اللہ آپ کے سوا کون نجات دلا سکتا ہے کیونکہ تقلیب ابصار سے گناہ حسین اور نیکیاں بُری معلوم ہونے لگتی ہیں۔ حدیث پاک کی دعا ہے اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ اے اللہ حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق نصیب فرما۔ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے اجتناب اور پرہیز کی توفیق کا رزق دے دے یعنی رزقِ اتباعِ خیرات و حسنات نصیب فرما اور رزقِ اجتناب عن الباطل بھی نصیب فرما۔ اپنی رضا کے اعمال نصیب فرما اور ناراضگی کے اعمال سے حفاظت نصیب فرما۔

ایں چنیں قفلِ گراں را اے ودود
کہ تو اند جز کہ فضلِ تو کشود

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ہمارے نفس نے گناہوں کے اور بُری بُری خواہشات کے ایسے بھاری تالے لگائے ہوئے ہیں کہ اے محبت کرنے والے اللہ ہم آپ کا راستہ چلنا چاہتے ہیں، اللہ والا بننا چاہتے ہیں لیکن خواہشات کے یہ تالے ہمیں آگے نہیں بڑھنے دیتے لہٰذا سوائے آپ کے فضل کے کون ان

تالوں کو کھول سکتا ہے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِکَ اے اللہ ہمارے دلوں کے تالوں کو کھول دے اپنے ذکر سے۔ اے اللہ جب آپ کا فضل اپنی یاد اور ذکر کی توفیق دے گا تب ہی خواہشات نفسانیہ کے دل پر لگے ہوئے یہ تالے کھلیں گے ورنہ نفس کے ان بھاری تالوں کا کھلنا مشکل ہے یعنی ان گندے تقاضوں اور گناہوں سے نجات ملنا مشکل ہے جو اللہ کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ اور حجاب ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کسی اُمتی نے پوچھا کہ اللہ تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی جواب عطا ہوا کہ دَعْ نَفْسَکَ وَ تَعَالْ نفس کی حرام خواہشوں کو چھوڑ دے اور میرے پاس چلا آ۔ بس یہی نفس اللہ کی راہ کا حجاب ہے ورنہ اللہ کا راستہ بالکل آسان اور صاف ہے۔ جب تک خواہشات نفسانیہ سے نجات نہیں ملے گی اللہ کے راستہ کے تالے نہیں کھل سکتے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

تا ہوا تازہ ست ایماں تازہ نیست
کیں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست

جب تک خواہشات نفسانیہ تازہ اور ہری بھری ہیں تب تک ایمان سرسبز و تازہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ خواہشات ہی بارگاہ حق کے دروازہ کا تالہ ہیں۔ جب یہ تالہ کھولو گے تب ہی بارگاہ حق میں

رسائی ہوسکتی ہے اور عموماً جوانی ان ہی چیزوں میں مشغول ہوجاتی ہے اور جوانی کا وہ بہترین زمانہ جب خواہشات کا عالم شباب اللہ پر فدا کر کے انسان اپنی روح میں ایک غیر فانی عالم شباب اور غیر فانی بہار لاسکتا ہے وہ زمانہ عموماً خواہشات کی فانی بہار کی فانی لذتوں کی نذر ہوجاتا ہے۔کاش یہ جوان کچھ دن کسی صاحب نسبت کی صحبت میں رہ کر جوانی اللہ پر فدا کرتے اور خواہشات کے تالے توڑ دیتے تو ایسی لذت قرب اور ایمان کی حلاوت ملتی جس کے سامنے دونوں جہان کی لذتیں گرد معلوم ہوتیں لیکن فانی لذتوں کا فریب اہل اللہ کے پاس نہیں رہنے دیتا اور بعضے لوگ جو بزرگوں سے بھاگتے ہیں وہ اپنے نفس کے گندے تقاضوں کی وجہ سے بھاگتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہاں رہیں گے تو گناہ کیسے کریں گے اور اسی لئے وہ ذکر اللہ بھی نہیں کرتے کہ کہیں نسبت مع اللہ زیادہ قوی نہ ہوجائے اور گناہ چھوٹ جائیں اور ان سے شیطان بھی یہی کہتا ہے کہ ذکر مت کرو ، ذکر کرنے سے اللہ سے تعلق قوی ہوگا پھر گناہ کیسے کروگے اور ایسا شخص توبہ بھی نہیں کرتا کہ اگر توبہ کرلیں گے تو پھر دوبارہ گناہ کیسے کریں گے ،کچھ دن پیٹ بھر کے گناہ کرلو اس کے بعد پھر توبہ کرلینااور مسجد سنبھال لینا حالانکہ کیا گارنٹی ہے کہ موت مسجد سنبھالنے بھی دے گی۔ بہرحال اگر مہلت مل بھی گئی تو ان کا یہ حال ہوتا ہے ؂

پاس جو کچھ تھا وہ صرف مے ہوا
اب نہ کیوں مسجد سنبھالی جائے گی

چلو آخری عمر کے سجدے بھی رائیگاں نہیں جاتے، یہ بھی نعمت ہیں لیکن جنہوں نے اپنی جوانی اللہ پر فدا کی ہے جس کی برکت سے ان کی روح پر جو ایک غیر فانی عالم شباب طاری ہے اس کی لذت کو کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا۔ اس کے برعکس جو لوگ گناہ سے نہیں بچتے تو گناہوں کے ایٹم بم ان کی روحانیت کے شہر کو بالکل ہیروشیما کردیتے ہیں۔ اللہ پناہ میں رکھے۔

کلامِ عارف

ہے روحِ بندگی بس اُن کی مرضی پر فدا ہونا
یہی مقصودِ ہستی ہے یہی منشائے عالم ہے

ہماری خاک اُس لمحہ میں ہے رشکِ فلک اختؔر
وہی لمحہ جو مصروفِ ذکرِ مولائے عالم ہے

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

درسِ مناجاتِ رومی

۲۹ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ بعد
نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

ما ز خود سوئے تو گردانیم سر
چوں توئی از ما بما نزدیک تر

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم نے اپنی ذات سے بیزاری ظاہر کرکے اپنا رُخ آپ کی طرف کرلیا ہے یعنی جو توجہ ہمیں اپنی ذات پر اور اپنے دست وبازو پر تھی کہ ہم گناہ سے بچیں گے لیکن ہم اپنے آپ سے اب بالکل بیزار اور مایوس ہوچکے ہیں لہٰذا اب آپ کی طرف آسرا لگارہے ہیں، آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ ربا ہماری مدد کو آئے جیسے بچہ اپنی پوری طاقت سے اغوا کرنے والے غنڈے سے لڑا لیکن آخر میں اس غنڈہ نے کلائی مروڑی اور دبوچ کر اپنی جھولی میں ڈال لیا، اس وقت بچہ اپنے ابا ہی کا سہارا تلاش کرتا ہے کہ ابا آئے اور اس کو جھولی سے چھین لے۔ آج کل بچوں کو اغوا کرنے والے ان کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیتے ہیں اور کار میں بٹھا کر آنکھوں پر پٹی باندھ دیتے ہیں۔ اسی طرح نفس و شیطان بھی

آنکھوں پر شہوت اور بُری خواہشات کی پٹی باندھ دیتے ہیں پھر اس کو نظر ہی نہیں آتا کہ حق کس طرف ہے اور آہ و فغاں ، نالہ و فریاد اور دعا سے روکنے کے لئے معصیت و شہوت کا کپڑا اس کے دل میں ٹھونس دیتے ہیں تاکہ یہ دعا بھی نہ کرے ، اللہ سے پناہ بھی نہ مانگے لیکن آپ کی توفیق سے ہم نے اپنا رخ اے اللہ آپ کی طرف کرلیا ہے چونکہ ہماری ذات سے زیادہ آپ ہم سے قریب ہیں اور مصیبت میں آدمی اپنے قریبی ہی کو مدد کے لئے بلاتا ہے۔ اے اللہ آپ میرے نفس سے ، میری روح سے ، میری رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ آپ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ

میں تمہاری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ اے اللہ جب آپ ہماری جان سے بھی زیادہ قریب ہیں تو اقرب کا حق زیادہ ہوتا ہے لیکن ہم کتنے نالائق ہیں کہ پھر بھی آپ پر جان فدا نہیں کرتے اور گناہوں کے تقاضوں کو برداشت نہیں کرتے اور آپ کو ناخوش کر کے اپنے نفس کو خوش کرتے ہیں جب کہ ہم سے زیادہ آپ ہمارے نزدیک ہیں ، آپ کے مقابلہ میں ہماری جان اور ہمارا نفس بھی ہم سے دور ہے۔ اس لئے ہم نے سارے جہان سے رُخ پھیر کر اب آپ پر اپنی نظر جمالی ہے اور ہم آپ ہی کو پکارتے ہیں

کیونکہ الاقرب فالاقرب کے تحت آپ کا حق سب سے زیادہ ہے اس لئے اگر ہم اپنی جان کو شہادت کے لئے پیش کرکے جان آپ پر فدا کردیں تو یہ آپ کا حق ہے کہ جان اپنے قریبی مولیٰ پر فدا کی لیکن حق پھر بھی ادا نہ ہوگا کیونکہ ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

●●●

با چنیں نزدیکی دوریم دور
در چنیں تاریکئے بفرست نور

ارشاد فرمایا کہ مولانا فرماتے ہیں اے اللہ آپ ہماری جان سے زیادہ ہمارے قریب ہیں نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ لیکن اس نزدیکی کے باوجود ہم آپ سے بے انتہا دور ہیں۔ دوریم دور مبالغہ ہے، تکرار لفظ بلاغت کے لئے آتا ہے۔ تو باوجود اس قرب کے کہ آپ ہماری جان سے زیادہ قریب ہیں پھر ہم آپ سے اتنی دور کیوں ہیں؟ اس دوری کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ نفس ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ سے دور رکھتا ہے جیسے زمین کا گولہ چاند کو آفتاب کے نور سے محروم رکھتا ہے۔ جب کرۂ ارض سورج اور چاند کے درمیان میں پورا حائل ہوجاتا ہے تو پورا چاند بے نور ہوجاتا ہے

اور پھر جب حرکت کرتے کرتے یہ زمین کا گولہ تھوڑا ہٹتا ہے اور سورج کی تھوڑی سی شعاعیں پڑتی ہیں تو چاند تھوڑا سا روشن ہوجاتا ہے اور وہ چاند کی پہلی تاریخ بنتی ہے اس کے بعد زمین اور ہٹی تو دوسری تاریخ آگئی یہاں تک ایک دن ایسا آتا ہے کہ زمین کا پورا گولہ چاند اور سورج کے درمیان سے ہٹ جاتا ہے۔ اس دن پورا چاند روشن ہوجاتا ہے۔ نفس کو مٹاتے مٹاتے جس دن خدائے تعالیٰ یہ مقام توفیق عطا فرمادیں کہ شہوت اور غضب کی کوئی حالت نفس کے تابع نہ رہے اور وہ کسی حالت میں استقامت سے الگ نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہر وقت جان فدا کرنے کی توفیق نصیب ہوجائے تو سمجھ لو کہ اس شخص کا نفس بالکل مٹ گیا اور اس کے قلب کا پورا دائرہ نسبت مع اللہ کے چاند سے روشن ہوگیا۔ پھر اس شخص کے الفاظ میں بھی فنائے نفس کے اثرات ہوتے ہیں۔ جس کا نفس جس قدر زندہ ہے اسی قدر تاریکیاں اس کے کلام میں پائی جائیں گی چاہے وہ قرآن و حدیث ہی کیوں نہ بیان کررہا ہو اور جس کا نفس بالکل مٹ گیا اور اس کا پورا دائرۂ قلب نسبت مع اللہ سے روشن ہوگیا تو اس کا نور اس کے کلام میں بھی شامل ہوگا چاہے وہ دنیا ہی کی باتیں کررہا ہو۔ اسی وجہ سے اگر کوئی بددین قرآن و حدیث بیان کرتا ہے تو اس سے گمراہی پھیلتی ہے کیونکہ اس کے دل میں گمراہی ہے اور اگر کوئی اللہ والا انگریزی اور سائنس وغیرہ کی

دنیوی تعلیم دیتا ہے تو اس کے شاگردوں میں دین آئے گا کیونکہ اس کا دل اللہ والا ہے۔ اسی کو مولانا رومی نے فرمایا ہے ؎

کفر گیرد ملتی ملت شود
دین گیرد علتی علت شود

کوئی اللہ والا اگر کفر کو ہاتھ میں لے تو وہ دین بن جاتا ہے اور کوئی بددین اور گمراہ دین کو بھی گمراہی کا ذریعہ بنادیتا ہے۔اسی لئے ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ کسی گمراہ اور بددین شخص سے اپنے بچوں کو قرآن و حدیث نہ پڑھواؤ ورنہ وہ بچے بھی گمراہ ہو جائیں گے اور اگر دینوی تعلیم دلوانی ہے تو کسی اللہ والے سے پڑھواؤ تو بچے بھی دیندار ہوجائیں گے۔ اسی لئے نفس کو مٹانے کا حکم دیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر مرنا جینا آجائے، اخلاق رذیلہ جاتے رہیں اور اخلاق حمیدہ پیدا ہوجائیں۔اس لئے کہتا ہوں کہ تصوف نفس کو مٹانے کا نام ہے۔ ملفوظات یاد کرلینے کا اور دین کی کتابیں لکھ دینے کا اور وعظ و تقریر کرلینے کا نام تصوف نہیں ہے۔ ان سب کی کچھ حقیقت نہیں۔خوب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ کی رضا نصیب ہوتی ہے افنائے نفس ، اور افنائے خواہشات غیر شرعیہ سے۔ کوئی کہے کہ صاحب نفس کیا چیز ہے ، ہم کیسے نفس کو مٹاویں ، نفس کی کیا ماہیت ہے۔تو نفس کی تعریف حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

نے یہ کی ہے مرغوبات طبعیہ غیر شرعیہ یعنی طبیعت کے وہ تقاضے جن کی شریعت اجازت نہیں دیتی اس کا نام نفس ہے اور علامہ آلوسی نے کیا تعریف کی ہے النفس کلہا ظلمۃ و سراجہا التوفیق نفس سراپا ظلمت ہے اور اس کا چراغ اللہ کی توفیق ہے۔

اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہماری رگِ جان سے زیادہ قریب ہیں ہم جو اللہ سے دور ہیں اس کی وجہ ہمارے گناہ ہیں اور اس دور میں اللہ سے دوری کا سب سے بڑا سبب حسین شکلیں ہیں اور شیطان ان کو اور مزین کردیتا ہے اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا کیا حال ہے اس شخص کا کہ بُرے عمل جس کے لئے مزین کردئے گئے اور ان کو وہ حسین دیکھتا ہے۔
اس کا علاج یہ ہے کہ ان کا انجام دیکھو کہ ان حسینوں کا حسن جسم اعلیٰ میں ہوتا ہے یعنی آنکھوں میں اور چہرے میں لیکن جو حسن اعلیٰ انسان کو مقامِ اسفل کی طرف لے جائے یہی دلیل ہے کہ یہ چیز خراب ہے اور جو ناپاک کردے یہ دلیل ہے کہ یہ محبت ناپاک ہے مثلاً ایک حسین کو ایک آدمی دیر تک دیکھتا رہتا ہے اس کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ مذی آگئی اور شیطان کہہ رہا تھا کہ ارے بھئی خالی دیکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم تو حسن کے جلووں میں تجلیات الٰہیہ دیکھتے ہیں۔ اگر آپ تجلیات الٰہیہ دیکھ رہے تھے تو یہ مذی کیوں نکلی ، آپ بے وضو کیوں ہوگئے۔ وضو شکن چیز تو ناپاک ہوتی ہے۔ یہی دلیل

ہے کہ یہ ناپاک محبت ہے اور ناپاک نظر ہے۔ آپ کسی اللہ والے کو دس گھنٹہ دیکھیں مذی نہیں آئے گی، قرآن شریف کو تمام عمر دیکھو، کعبہ شریف دیکھو لیکن یہ شیطان بہکاتا ہے کہ ارے خالی دیکھ لینے سے کیا ہوتا ہے لیکن آپ بلڈ پریشر میں ذرا نمک کھائیے کہ واہ میرے اللہ آپ نے کیا نمک پیدا کیا ہے! پھر دیکھئے پریشر ہائی ہوگا یا نہیں اور ڈاکٹر دو طمانچے لگائے گا۔ ہر حسن انسان کو اسفل کی طرف لے جاتا ہے۔ عشق مجازی اوپر سے شروع ہوتا ہے یعنی آنکھوں سے اور گالوں سے اور کالے بالوں سے، اس کے بعد پھر آہستہ آہستہ ناف کے نیچے گندے مقامات پر لے جاتا ہے۔اسی لئے حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان بہت ہی دھوکہ باز تاجر ہے کہ نمونہ اور سیمپل (sample) دکھاتا ہے آنکھ اور گال کا اور مال دیتا ہے کتنے گندے مقام کا۔دیکھو شیطان حسن دکھا کر کس مقام پر انسان کو ذلیل کرتا ہے، اتنا ذلیل کرتا ہے کہ عاشق و معشوق دونوں ایک دوسرے کی نظر میں ہمیشہ کے لئے ذلیل ہوجاتے ہیں کہ پھر کوئی تلافی بھی نہیں ہوسکتی۔ رحم آتا ہے ایسے ظالم پر جو اپنی اور دوسرے مومن کی آبرو کو ضائع کرتا ہے۔یہ اللہ کا حلم ہے ورنہ ایسے خبیثوں کو بھوسہ بھرواکر دفن کردیتا۔ اور نفس بھی ایسا احمق اور بدھو اور بیوقوف اور کمینہ ہے کہ بارہا تجربہ کرچکا کہ حسینوں سے کچھ نہیں ملتا سوائے بے چینی و اضطراب اور پریشانی کے

جیسے مچھلی چارے کی لالچ سے دریا سے نکل جاتی ہے لیکن ریت میں جاکر پریشان ہوجاتی ہے۔ اللہ کے دریائے قرب سے مت نکلو چاہے شیطان کتنی ہی گناہ کی لذت پیش کرے کیونکہ اس کا انجام اضطراب اور بے چینی ہے۔لہٰذا اگر راحت چاہتے ہو تو دونوں جہان کی راحتیں تقویٰ میں ، اللہ کی رضا میں اور ان کی یاد میں ہیں کیونکہ اللہ خالق دوجہان ہے ، وہ دونوں جہان کی لذتوں کا خالق ہے۔ تو جو اللہ پر عاشق ہوتا ہے ، محبت سے اللہ کا نام لیتا ہے تو دونوں جہان کی لذتیں بصورت کیپسول اس کی روح میں اُترجاتی ہیں۔ حوروں میں بھی وہ مزہ نہیں ہے جو اللہ کے نام میں ہے۔ کیونکہ حور حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم واجب الوجود ہے اور قدیم غیرمحدود ہوتا ہے تو غیرمحدود اللہ کے نام کی لذت کے مقابلہ میں مخلوق اور حادث کی کیا حقیقت ہے وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ نکرہ تحت النفی واقع ہے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا کوئی مثل نہیں ہے لہٰذا ان کے نام کی لذت کا بھی کوئی مثل نہیں۔ پس جو اللہ کا نام لیتا ہے دونوں جہان کی لذتوں سے بڑھ کر مزہ پاتا ہے ؂

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

یہ انتہائی بے وقوفی اور نادانی ہے جو غیر اللہ کی طرف انسان بڑھتا ہے۔ اس لئے اے اللہ باوجود آپ کے نزدیک ہونے کے ہم آپ

سے جو دور ہیں اس کی وجہ نفس کی سازشیں اور آویزشیں اور شہوات اور غصے کی بیماریاں ہیں جو ہمیں اللہ سے دور رکھتی ہیں۔ اس نزدیکی کے باوجود جو ہم اللہ سے دور ہیں اس کا سبب وہی ہے جو ہمارے اکابر نے فرمایا کہ اگر قلب میں نسبت مع اللہ کا چاند پورا روشن نہیں ہوا اور قلب کا تھوڑا سا کنارہ بھی بے نور ہے تو لطف ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے گناہ پر تھوڑی سی بھی جرأت مت کرو۔ جس طرح رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ میں تنوین تقلیل کے لئے ہے کہ اللہ کا تھوڑا سا راضی ہو جانا اَكْبَرُ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ ہے، اکبر من کل العالم ہے، سارے جہانوں سے ان کی رضامندی بڑی ہے، اسی طرح ان کی تھوڑی سی ناراضگی بھی عظیم الشان ہے، اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت، کوئی پریشانی نہیں لہٰذا یہ نہ سوچو کہ یہ بات تو مکروہ ہے، یہ تو چھوٹا سا گناہ ہے کیونکہ اگر اللہ ذرہ بھر ناراض ہو جائے تو سمجھ لو کہ ساری دنیا ہی اُجڑ گئی کیونکہ ان کا ذرہ بھی بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے شخص سے بڑھ کے ظالم اور کون ہوگا جو محبت کا نام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض بھی کرتا ہے۔ یہ بتاؤ محبت کے کیا حق ہیں؟ کون نہیں جانتا کہ محبت کے دو حق ہیں۔ محبوب ہر وقت خوش رہے اور محبوب کسی وقت ناراض نہ ہو۔ اگر یہ حاصل ہو جائے تو محبت حاصل ہے ورنہ یہ محبت نہیں، محبت کا مذاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی فکر نہ ہو اور غیر اللہ میں بندہ مشغول ہو جائے حالانکہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا ہمارے دل کو چین

سے رکھنے والا کوئی نہیں۔ اللہ کے سوا پورے عالم اور پوری کائنات میں دل کو چین سے رکھنا اور کوئی جانتا بھی نہیں اور چین سے رکھنے پر قادر بھی نہیں۔ نہ جانتے ہیں نہ قادر ہیں کہ وہ ہمارے دل کو چین سے رکھ سکیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر سے دلوں کو چین ملتا ہے۔ اس میں حصر ہے تقدیم ما حقه التاخیر یفید الحصر کے قاعدہ سے۔ اصل عبارت یوں تھی الا تطمئن القلوب بذکر اللّٰہ فعل پہلے ہوتا ہے پھر فاعل ہوتا ہے متعلقات بعد میں ہوتے ہیں لیکن جب متعلقات کو مقدم کردیا جائے تو معنیٰ حصر کے پیدا ہوجاتے ہیں جس کا ترجمہ ہوا کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو چین ملتا ہے اور اللہ جزائے خیر دے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو، وہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ کما ان السمکة تطمئن فی الماء لا بالماء مچھلی پانی کے ساتھ نہیں چین پاتی، پانی میں جب غرق ہوجائے کہ اوپر بھی پانی ہو نیچے بھی پانی ہو دائیں بھی پانی ہو بائیں بھی پانی تب چین پاتی ہے۔ اور اگر بالماء ہے کہ مثال کے طور پر پورا جسم مچھلی کا پانی میں ہو لیکن صرف سر کھلا ہوا ہو تو بتاؤ مچھلی چین پائے گی؟ بس سمجھ لو کہ اگر آنکھیں گنہگار ہیں، کسی نامحرم یا امرد کو دیکھ رہی ہیں، اگر کان کسی حسین کی بات سن رہے ہیں، زبان سے اس سے باتیں چبا چبا کر کررہے ہو تو ساری زندگی عذاب میں مبتلا کرنے کا جس کا ارادہ ہو وہی یہ سب کام کرے گا۔ ایسے لوگ ساری زندگی عذاب میں رہتے

ہیں اور حق تعالیٰ کے قرب کے دریا سے محروم رہتے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ باوجود اتنی نزدیکی کے کہ آپ ہماری جان سے بھی زیادہ قریب ہیں پھر بھی ہم اپنے نفس کی غلامی اور نفس کی شہوتوں کی اتباع سے آپ سے دور ہیں ۔

در چنیں تاریکئے بفرست نور

اپنے نفس کی غلامی اور نفس کے غلبہ سے ہم تاریکی میں ہیں۔ اے اللہ آپ کے آفتاب نور اور ہمارے قلب کے درمیان ہمارے نفس کا گولہ آگیا ہے جس سے ہمارا قلب آپ کے نور سے محروم ہوکر بالکل تاریک ہوگیا ہے۔ جس پر نفس غالب آجاتا ہے وہ گناہ پر جری ہوجاتا ہے ،ایسے شخص کے قلب کی دنیا میں اس وقت ایک ذرہ نور نہیں ہوتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتا ہوں اپنے لئے ، اپنی اولاد کے لئے اور اپنے دوستوں اور رفیقوں کے لئے کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو ایک سانس بھی اپنی ناراضگی اور نافرمانی میں نہ جینے دے کیونکہ حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مومن کی سب سے بُری گھڑی وہ ہے کہ جس گھڑی وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے ، مومن کی وہ سانس نہایت ہی منحوس اور لعنتی ہے جس سانس میں وہ اللہ تعالیٰ کا غضب خریدتا ہے اور وہ سانس نہایت مبارک ہے جس سانس میں وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے۔

پس اے اللہ ہم اپنے گناہوں سے ، اپنی نالائقیوں سے اور اپنی

بداعمالیوں سے انتہائی شدید تاریکی میں ہیں اور آپ سے دور ہیں لہٰذا آپ ہمارے دل کی تاریک دنیا میں اپنی رحمت سے نور بھیج دیجئے، گناہوں کے اندھیروں میں تقویٰ کا نور بھیج دیجئے (فرستادن معنی بھیجنا، بفرست اس کا امر ہے) یعنی ہمارے اندھیروں میں اپنی رحمت سے آپ اپنی توفیق کا نور بھیج دیجئے تاکہ ندامت کی برکت سے گناہوں کے اندھیروں سے ہم نجات پاجائیں۔

اور توفیق کی کیا تعریف ہے

[۱] توجیه الاسباب نحو المطلوب الخیر اللہ تعالیٰ اسباب خیر پیدا کردیں۔ توجیہ وجھۃ سے ہے، وجھۃ معنی چہرہ باب تفعیل میں جاکر توجیہ ہوگیا جس کے معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ چہرے کے سامنے کوئی چیز آجانا۔ لہٰذا توفیق کے معنی ہوئے کہ بھلائیوں کے اسباب سامنے آجائیں۔

[۲] تسهیل طریق الخیر خیر کے راستے آسان ہوجائیں اور تسدید طریق الشر شر کے راستے مسدود ہوجائیں۔

[۳] خلق القدرة علی الطاعة عبادت و اطاعت کی طاقت اللہ پیدا کردے۔ یہ نہیں کہ گناہوں کے اسباب دیکھ کر بھوسہ اور مٹی کے ڈھیلے کی طرح ہوجائے کہ صاحب ہم تو پاگل ہوجاتے ہیں گناہوں کے اسباب کو دیکھ کر۔ اس میں اتنی دفاعی قوت موجود ہو کہ وہ گناہ سے بچ جائے۔

درس مناجات رومی

یکم شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۹۹۱ء بروز اتوار بعد
نمازِ عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

این دعا ہم بخشش و تعلیم تست
ورنہ در گلخن گلستاں از چہ رست

ارشاد فرمایا کہ رستن، روئیدن کے معنی ہیں اُگنا اور گلخن کہتے ہیں بھٹی کو، آتش کدہ کو جس میں آگ جلتی ہے روٹی اور کھانا وغیرہ پکانے کے لئے یا لوہا اور سونا وغیرہ پگھلانے کے لئے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ہم جو یہ دعا کررہے ہیں اے خدا یہ توفیق بھی آپ ہی کی طرف سے ہے اور آپ ہی کی بخشش اور انعام ہے اور آپ ہی کی تعلیم ہے۔ اگر آپ کا کرم شاملِ حال نہ ہو تو دعا کی توفیق بھی نہ ہو چنانچہ بعضے لوگ جب گناہ کے لئے چلے تو دعا نہیں مانگی کہ اللہ ہمیں بچانا کیونکہ وہ نیت کرکے چلے تھے کہ منہ کالا کرنا ہے، ایسا شخص پھر کہاں دعا کرتا ہے۔

پس اے خدا اگر آپ کا کرم نہ ہوتا اور آپ توفیقِ دعا نہ دیتے تو ہم تو شہوت کی آگ میں جل جاتے۔ آگ میں پھول کیسے اُگ سکتا ہے، یا اللہ جہاں آگ جل رہی ہو اس میں گلستاں کیسے پیدا

ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کا کرم شاملِ حال نہ ہوتا تو آتش کدۂ شہوت میں آپ کی محبت کے پھل اور پھول اور آپ کی یاد کا گلستاں کہاں سے پیدا ہوتا یعنی خواہشات نفسانیہ کے شدید تقاضوں کے باوجود تقویٰ پر عمل کے لئے دعا کی یہ توفیق آپ ہی کی تعلیم اور آپ ہی کی بخشش اور کرم کا ثمرہ ہے ورنہ شہوت کی آگ میں آپ کی محبت اور دعا کے قرب کا گلستاں پیدا ہونا محال تھا لیکن اجتماعِ ضدین ہمارے لئے محال ہے آپ کی قدرت قاہرہ کے لئے محال نہیں لہٰذا یہ آپ ہی کا کرم، آپ ہی کی بخشش اور آپ ہی کی تعلیم کا اثر ہے کہ نفس کے شدید تقاضوں کی آگ میں سلامتی تقویٰ کے لئے توفیق دعا نصیب فرما کر آپ نے آگ میں اپنی محبت کا گلستاں کھلا کر اجتماعِ ضدین کو اپنی قدرت قاہرہ سے ممکن کر دیا۔ پس یہ دعا آپ کی عطا ہے، آپ ہی نئے نئے مضمون دل میں ڈال رہے ہیں۔ بعض جاہلوں کے دل میں اللہ تعالیٰ ایسا مضمون ڈالتے ہیں کہ علماء حیران رہ جاتے ہیں۔ ایک ان پڑھ بزرگ اللہ سے کہہ رہا تھا کہ یا اللہ آپ کا نام بہت بڑا نام ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنا بڑا ہم پر رحم کر دیجئے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ آپ سوچئے کسی کریم کے پاس آدمی جائے اور کہے کہ صاحب میں نے آپ کا بڑا نام سنا ہے جتنا بڑا ہم نے آپ کا نام سنا ہے بس اتنا بڑا ہم پر کرم فرما دیجئے تو بتاؤ اس کریم کے کرم میں کتنا جوش ہوگا۔

تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دعا آپ کی بخشش اور آپ کی تعلیم ہے ورنہ آگ کی بھٹی میں کہیں گلستاں اُگتا ہے، یہ آپ کا نام لینے کی توفیق ہے کہ دعا کی برکت سے شہوت کی آگ میں آپ تقویٰ اور محبت کے پھول کھلاتے ہیں، حضرت اصغر گونڈوی فرماتے ہیں ؎

میں نے لیا ہے داغِ دل کھو کے بہارِ زندگی
اک گلِ تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

زندگی کی فانی بہار کو قربان کرکے ہم نے اللہ کی محبت حاصل کی ہے یعنی حرام خواہشات کے رنگین پھولوں کو فدا کرکے اللہ کے قرب کی غیر فانی بہار حاصل ہوئی ہے اور تم زندگی کی فانی بہار کو بھی چاہتے ہو اور دردِ دل بھی چاہتے ہو دونوں ناممکن ہیں۔ اللہ کے لئے جس نے کائنات کے چمن کو لٹا دیا پھر اس نے پایا سب سے زیادہ مزہ ؎

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھاگئے

یہ دنیا اپنی بہاروں اور اس کی رنگینیوں پر ناز کررہی تھی لیکن تقویٰ کی برکت سے جب دل میں اللہ تعالیٰ اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلی ہوا تو دنیا کی فانی بہاریں نگاہوں سے گر گئیں۔ جس کو یہ دولتِ قرب نصیب ہوگئی پھر وہ دنیا کے حسینوں پر فدا ہوکر اپنی زندگی کو

تباہ نہیں کرتا۔ ساری دنیا کے حسین اس کو مجموعہ بول و براز نظر آتے ہیں۔ ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی طبیعت کو ایسا لطیف کردیتے ہیں کہ حسینوں پر اچانک نظر پڑتے ہی اس کو ان کے جسم کے گراؤنڈ فلور کی گٹر لائنیں نظر آجاتی ہیں۔ ساری دنیا مردہ ہے، موت تو بعد میں آئے گی ارے جیتے جی ان کی شکلیں ایسی بگڑ جاتی ہیں کہ حسن کا سارا جغرافیہ ختم ہوجاتا ہے۔ ذکر کی لطافت سے اللہ والوں کی طبیعت اتنی لطیف ہوجاتی ہے کہ حسینوں کے عین عالم شباب میں ان کے بڑھاپے کا انجام نظر آجاتا ہے۔ الٰہ آباد کے ایک بزرگ تھے جن کا حال ہی میں انتقال ہوا، کسی زمانے میں بڑے پہلوان تھے انہوں نے اتنا ذکر کیا تھا کہ جانور جب ان کے سامنے سے گذرتے تھے تو ان کی نظر آر پار ہوجاتی تھی، جانوروں کا دل گردہ آنتیں وغیرہ سب ان کو نظر آجاتی تھیں۔ تو یہ ذکر اللہ کا اثر تھا جو کمالات میں سے تو نہیں ہے مگر حالات میں سے ہے۔

درمیانِ خون و روده فہم و عقل
جز ز اکرام تو نتواں کرد نقل

ارشاد فرمایا کہ جس طرح بدبودار کھاد سے اللہ تعالیٰ نے خوشبودار پھول پیدا فرمائے اسی طرح خواہشات نفس کی گندی کھاد سے تقویٰ اور محبت کے پھول پیدا فرمادئے کہ مادۂ فجور کو

دبانے سے، خواہشات نفس کو جلانے سے یعنی تقاضائے معصیت پر عمل نہ کرنے سے ہی تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور پیشاب اور خون کے درمیان سے خالص اور پاک دودھ پیدا فرمادیا، مولانا رومی حق تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کا بیان فرماتے ہیں کہ اسی طرح اے خدا آپ کی قدرت کا کمال ہے کہ خون کے اجزاء کے درمیان آپ نے عقل و فہم کو پیدا فرمادیا اور وہ عقل و فہم نظر بھی نہیں آتے۔ ہم سائنسدانوں سے کہتے ہیں کہ دماغ کا ایکسرے یا آپریشن کر کے دکھائیں کہ عقل و فہم کہاں ہے یا حافظ قرآن کا قرآن پاک ہی تلاش کرلیں کہ دکھلاؤ کہاں ہے وہ قرآن پاک جو وہ محراب میں سناتا ہے۔ جسم کے اندر روٹی سے خون بنا، کانوں میں جا کر وہی خون قوت سامعہ بنتا ہے، مجال نہیں کہ وہ دیکھنے لگے، آنکھوں میں جاکر وہی خون قوت باصرہ بنتا ہے مجال نہیں کہ وہ سامعہ بن جائے، زبان میں جا کر وہی خون قوت ذائقہ بنتا ہے، مجال نہیں کہ وہ سونگھنے لگے، ناک میں وہی خون قوت شامہ بنا، مجال نہیں کہ وہ چکھنے لگے۔ وہی خون دماغ میں جا کر عقل و فہم بن گیا۔ جس مقام پر وہ خون جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت قاہرہ سے اسی مقام کی طاقت اس کو بنا دیتا ہے جس طرح ایک ہی غذا ہے، ایک ہرن میں وہ مینگنی بن جاتی ہے اور اسی غذا کو دوسرا ہرن کھاتا ہے اور وہی غذا مشک بن جاتی ہے۔ یہ اللہ کے فیصلے ہیں۔ وہی کھانا کھا کر ایک ولی

اللہ اشکبار آنکھوں سے سجدے میں خدا کو یاد کر رہا ہے اور وہی روٹی کھا کر ایک شخص بدمعاشی کر رہا ہے، زنا کر رہا ہے، بدنظری کر رہا ہے، ذرا سوچو کہ روٹی وہی ہے لیکن ایک شخص کی روٹی اسے عرش اعظم تک لے جاتی ہے اور دوسرے کی روٹی اس کو اسفل السافلین میں پہنچاتی ہے۔ ایک روٹی اس کو مقامِ عزت پر لے جاتی ہے اور وہی روٹی کھا کر دوسرا ذلت اٹھاتا ہے۔ ایک شخص روٹی کھا کر نیک اعمال کی توفیق سے ولایت خاصہ سے مشرف ہوتا ہے کہ ساری دنیا اس کے قدموں کو چومے اور دوسرا وہی روٹی کھا کر مادۂ شہوت میں مبتلا ہو کر بازار میں جوتے کھا رہا ہے اور ہر شخص کہہ رہا ہے کہ مارو خبیث کو میری طرف سے بھی دو جوتے۔ میر صاحب کا چشم دید واقعہ ہے کہ گناہ میں مبتلا ایک شخص کو پولیس پکڑ کے لے جا رہی تھی۔ ہر دوکاندار کہہ رہا تھا کہ مارو خبیث کو میری طرف سے بھی دو جوتے۔ تو دیکھئے روٹی وہی ہے۔ ایک روٹی کی طاقت سے اس پر جوتوں کی بارش ہو رہی ہے اور وہی روٹی کھا کر اہل اللہ پر اللہ کی رحمتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ ایک نے روٹی سے پیدا شدہ طاقت کو صحیح استعمال کیا اس پر رحمتوں کی بارش ہے اور ایک نے غلط استعمال کیا اس پر جوتوں کی بارش ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اے خدا آپ کے کرم اور آپ کی مہربانی کے سوا خون کے درمیان عقل و فہم کی دولت کو کون پیدا کر سکتا

ہے کیونکہ خون تو ناپاک ہے اور ناپاک چیز سے بُری اور مذموم شے مثلاً بے عقلی و بد فہمی کا پیدا ہونا تو قرین قیاس تھا لیکن اس سے عقل سلیم و خوش فہمی کا پیدا کرنا یہ عطا صرف آپ کا فضل ہے۔ بس کائنات میں کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو خون کے اندر عقل و فہم ، محبت و تقویٰ ، خوف و خشیت اور اعمال صالحہ کی توفیقات پیدا کردے سوائے آپ کے اے پروردگار!

عہد ما بشکست صد بار و ہزار
عہد تو چوں کوہ ثابت برقرار

اے خدا ہمارا عہدِ توبہ ہزاروں لاکھوں بار ٹوٹ گیا۔ ہزاروں بار ہم نے عہد کیا کہ اب ہم کبھی بد نظری نہیں کریں گے ، کبھی کسی نامحرم لڑکی یا امرد کو نہیں دیکھیں گے ، کبھی گناہ نہیں کریں گے لیکن جب بازار گئے جہاں آج کل بے پردہ لڑکیاں پھرتی ہیں تو سارے بریک فیل ہوگئے اور یہ بھی نہ سوچا کہ ابھی تو اللہ تعالیٰ سے گناہ سے بچنے کا عہد کیا تھا اور ابھی توڑ دیا۔ اور کس سے توڑا اور کس سے جوڑا۔ اللہ سے توڑا اور شیطان سے جوڑا۔ ہمارا عہد تو ایسا بودا اور ضعیف ہے لیکن یہ ہم نالائقوں کا حال ہے،اہل اللہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ میں نے اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ راستہ میں کبھی دائیں بائیں بھی نہیں دیکھتے تھے، سامنے

زمین پر نظر کیے ہوئے تلاوت کرتے ہوئے جارہے ہیں۔ حضرت جانتے ہی نہیں تھے کہ دنیا کہاں ہے۔ حضرت نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا کہ حضرت جب میں دنیا کی زمین پر چلتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں۔ مجھے دنیا کی زمین دنیا کی نہیں معلوم ہوتی بلکہ آخرت کی معلوم ہوتی ہے۔ حکیم الامت نے حضرت کا خط پڑھ کر فرمایا کہ یہ شخص اپنے وقت کا صدیق ہے، اولیاء صدیقین کو ایسی نسبت دی جاتی ہے کہ یہ دنیا ان کے لئے حجاب نہیں رہتی ؎

مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

یہ میرا شعر ہے، آسمانوں کے حجابات اللہ اپنی رحمت سے اٹھا دیتا ہے۔

تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے عہد کی شکستگی کا یہ حال ہے کہ ہم سینکڑوں ہزاروں مرتبہ وعدہ کرتے ہیں کہ گناہ نہیں کریں گے اور ہزاروں دفعہ شکست توبہ کرتے ہیں اور اے اللہ آپ کا عہد مثل پہاڑ کے ثابت و برقرار ہے۔ یہ تو محض سمجھانے کے لئے مولانا فرماتے ہیں کہ آپ کا عہد بھی مثل پہاڑ کے ہے ورنہ کہاں پہاڑ اور کہاں اللہ۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہیں پہاڑوں کو ہلادیں اور قیامت کے دن روئی کے گالوں کی طرح اُڑا دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے وعدے ہمیشہ سے

قائم ہیں اور قیامت تک اسی طرح قائم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے لیس کمثلہ شئی ۔

آپ آپ ہیں آپ سب کچھ ہیں
اور اور ہے اور کچھ بھی نہیں

•••

عہد ما کاہ و بہر بادے زبوں
عہد تو کوہ و زصد کہہ ہم فزوں

کاہ معنی گھاس ، تنکا۔ ہمارے عہد اور ہمارے وعدے گھاس اور تنکوں کی طرح ذلیل و خوار ہیں کہ جدھر کی ہوا ہوئی اودھر کو اڑ گئے۔ خواہشات نفس کی آندھیوں کے سامنے اے اللہ ہمارے تمام عہد و قرار مثل گھاس اور تنکوں کے اڑ جاتے ہیں اور ہواؤں کے غلام بن جاتے ہیں ، ابھی سجدہ میں رو رہے ہیں اور آپ سے وفاداری کے عہد و پیمان کر رہے ہیں اور ذرا سی دیر میں خواہش نفس کی رو میں بہہ کر گناہ کرنے لگتے ہیں ۔ اگر آپ کی حفاظت نہ ہو تو ہم گھڑی میں اولیاء اور گھڑی میں بھوت ہوجاتے ہیں۔ پس ہمارے وعدوں کا کوئی بھروسہ نہیں۔ ہمارے وعدے اور ہمارے عہد تو نہایت ضعیف اور بودے اور ذلیل و خوار ہیں اور آپ کا عہد سینکڑوں پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے کیونکہ پہاڑوں کی آپ کے سامنے کیا حقیقت ہے ،

آپ تو ان کے خالق ہیں۔

حق آں قدرت کہ بر تلوینِ ما
رحمتے کن اے تو میر لونہا

اے اللہ ہم آپ کو آپ کی اس قدرت کا واسطہ دیتے ہیں جو ہماری تلوین پر آپ کو حاصل ہے کہ آپ اپنی وہ رحمت نازل فرمادیجئے کہ ہماری تلوین تمکین سے تبدیل ہوجائے۔ یعنی ہم جو رنگ بدلتے ہیں کہ ذرا سی دیر میں ولی اور ذرا سی دیر میں شیطان تو یہ ہماری تلوین اور رنگ بدلنا، یعنی استقامت پر نہ رہنا اس پر آپ کو قدرت حاصل ہے کہ آپ ہماری بے استقامتی کو نعمت استقامت سے تبدیل فرمادیں کیونکہ آپ ہماری تلوین پر پوری طرح قادر ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہم تلوین سے نجات پاجائیں اور ہمارا مقام تلوین تمکین و استقامت سے مشرف ہوجائے۔اے اللہ آپ تو خالق الالوان ہیں، دنیا میں جتنے الوان اور رنگ ہیں سب کے خالق آپ ہیں اور آپ کو ان پر پوری پوری قدرت حاصل ہے پس میں آپ کی اس قدرت کا صدقہ مانگتا ہوں کہ میری تلوین و عدم استقامت کو تمکین و استقامت سے تبدیل فرمادیجئے۔ یہ رحمت خاص مجھ پر نازل فرمادیجئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ وَ لَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ

اے اللہ مجھ پر وہ خاص رحمت نازل فرما جس سے گناہ ترک ہو جائیں اور اپنی نافرمانی سے مجھے بدبخت نہ ہونے دیجئے۔

خویش را دیدیم و رسوائی خویش
امتحان ما مکن اے شاہ بیش

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے خدا بارہا ہم نے اپنے دست و بازو کو آزمالیا اور بارہا اپنے دست و بازو کی شکست اور نفس سے اپنی مغلوبیت کی ذلتیں اور رسوائیاں بھی دیکھ لیں کہ ہزاروں بار ہم عہد شکنی اور توبہ شکنی کے مرتکب ہوئے لہٰذا اے اللہ اگر آپ کا فضل نہ ہو تو اپنے ارادوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہمارے ارادوں کی تکمیل بھی آپ کے فضل کی محتاج ہے کیونکہ ہمارے ارادے ناقص ہیں اور تقویٰ کی جو استطاعت آپ نے ہمیں عطا فرمائی ہے اس کے استعمال میں ہم ہمت چوری کے مجرم ہیں۔ پس اگر آپ کا فضل نہ ہو تو ذرا سی دیر میں سب پڑھا لکھا اور اللہ والوں کی صحبتیں اور ان کی نصیحتیں انسان فراموش کردیتا ہے اور جو سالک تہجد پڑھ رہا ہے، رمضان مبارک میں روزے رکھ رہا ہے یہی کبائر و فواحش میں مبتلا ہوکر رسوا ہوجاتا ہے۔ پس اے مالک اب آپ ہمارا مزید امتحان نہ لیجئے کیونکہ آپ کے امتحان میں ہم کامیاب نہیں ہوسکتے ۔

تا فضیحت ہائے دیگر را نہاں
کردہ باشی اے کریم مستعاں

ارشاد فرمایا کہ مستعان اسم ظرف ہے ، باب ثلاثی مزید فیہ کا مفعول ہی ظرف ہوتا ہے یعنی مرکز اعانت ، جس سے اعانت طلب کی جاتی ہے۔

مولانا رومی دعا مانگ رہے ہیں کہ ہماری بہت سی فضیحتیں اور رسوائیاں جو ابھی پوشیدہ ہیں اور مستقبل میں ان کا ظہور ہونے والا ہے ان کو اے خدا ظاہر نہ فرمائیے اور اپنے پردۂ ستاریت میں ان کو چھپا رہنے دیجئے ورنہ ہم رسوا ہوجائیں گے اور یہ سوال میں آپ سے کیوں کر رہا ہوں ؟ کیونکہ آپ کریم بھی ہیں اور مستعان بھی ہیں یعنی آپ ہی کی وہ ذات ہے جو نالائقوں پر بدون استحقاق فضل فرماتی ہے اور ہماری امیدوں سے زیادہ عطا فرماتی ہے اور آپ ہی کی ذات ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے۔ لہٰذا میں آپ ہی سے مدد مانگ رہا ہوں کہ میری دوسری رسوائیاں جن کو آپ نے پوشیدہ رکھا ہوا ہے ان کو آپ ظاہر نہ فرمائیے، اپنے پردۂ ستاریت میں ہمیشہ کے لئے چھپا لیجئے اور اس نالائق پر فضل فرمادیجئے جو آپ کے فضل کا مستحق نہیں اور میری امیدوں سے زیادہ عطا فرمادیجئے۔

بے حدی تو در جلال و در کمال
در کژی ما بے حدیم و در ضلال

اے خدا آپ جلال اور کمال میں غیر متناہی ہیں اور ہم کجی، بُرائی اور گمراہی میں گویا غیر متناہی ہیں یعنی برائیوں میں کمال کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں، جس طرح آپ اپنی جلالت شان اور عظمتوں میں بے انتہا بالاتر اور غیر متناہی مقام رکھتے ہیں ایسے ہی ہم نالائقی میں کمال اور انتہا کی حدوں کو پار کر گئے ہیں یعنی ہم انتہائی نالائق، ٹیڑھے، کج رو اور بے حد گمراہی میں مبتلا ہیں۔ بندوں کی بدی اور گمراہی کو بے حد و غیر متناہی تعبیر کرنے سے مولانا کی مراد مبالغہ فی الرذائل ہے یعنی ہم لوگ برائی اور کجی میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔

بے حدی خویش بگمار اے کریم
بر کژی بے حدِ مشتے لئیم

ارشاد فرمایا کہ گماشتن کے معنی ہیں مقرر کرنا اور بگمار اس کا امر ہے یعنی مقرر کردیجئے۔

مولانا رومی بارگاہ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ جب ہم بُرائی میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں لہٰذا اے کریم اپنے جلال و کمال و فضل و رحمت سے اپنے کرم کی غیر متناہی صفت کو ہماری اس کمینہ مشت

خاک کی بے انتہا نالائقی و گمراہی و ضلالت اور ٹیڑھے پن پر مقرر فرمادیجئے یعنی متوجہ فرمادیجئے یعنی جتنے ہم نالائق ہیں اتنا ہی اپنا کرم بقدر ہماری نالائقی کے ہم پر مبذول فرمادیجئے، اس کمینہ مشت خاک کے انتہائی کمینہ پن پر اپنے بے انتہا کرم کی بارش فرمادیجئے۔

ظلمت معصیت و انوارِ طاعت

پوچھے کوئی اُف دلِ برباد کا عالم
جیسے کہ جہنم میں ہو جلاد کا عالم
واللہ کہوں کیا دلِ آباد کا عالم
جنت کی بھی جنت ہے تری یاد کا عالم

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

درس مناجات رومی

۴ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۸ فروری ۱۹۹۱ء بروز دوشنبہ
بعد نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

ہیں کہ از تقطیع ما یک تار ماند
مصر بودیم و یکے دیوار ماند

ارشاد فرمایا کہ ہیں معنی خبردار اور تقطیع باب تفعیل ہے قطعٌ سے معنی پارہ پارہ کرنا۔

مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ اے اللہ ہماری جلد خبرگیری فرمائیے کہ ہم نے شیطان کے کہنے میں آکر اپنے لباسِ دین، لباسِ تقویٰ اور وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ کے لباسِ شرف کو گناہوں کی قینچی سے ایسا پارہ پارہ کیا ہے کہ بس اب ایک تار باقی رہ گیا ہے۔

اور ہم دین کے ایک شہر تھے، شرف و تکریم کے بلدِ عظیم تھے لیکن اپنے گناہوں کی تباہ کاریوں سے اب صرف ایک دیوار رہ گئے ہیں، شیطان نے ہمارے گناہوں سے دین و تقویٰ کا سارا شہر تباہ کردیا، اب ایک دیوار رہ گئی ہے جیسے جب زلزلہ آتا ہے تو ایک جھٹکے میں ایک محلہ گرگیا، دوسرے جھٹکے میں دوسرا محلہ گرگیا، پھر تیسرا

گر گیا اس طرح شہر کا شہر تباہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اے اللہ کبھی بدنظری کر کے ہم نے اپنے دین کے شہر کا ایک محلّہ گرادیا، کبھی حسینوں سے باتیں بنا کے دوسرا محلّہ گرادیا، کبھی ان کو دل میں بسا کے تیسرا محلّہ گرا دیا یہاں تک کہ ہمارے دین اور تقویٰ کا شہر گناہوں کے زلزلوں اور بموں کی تباہ کاریوں سے کھنڈر بن گیا ہے۔ اے اللہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو اس طرح تباہ کیا ہے کہ ہمارے شہرِ دین میں بس ایک دیوار باقی ہے اور ہمارے لباسِ دین میں صرف ایک تار باقی ہے۔

البقیہ البقیہ اے خدیو
تانہ گردد شاد کُلّی جانِ دیو

ارشاد فرمایا کہ جب پورا شہر تباہ ہو جائے اور صرف ایک دیوار رہ جائے تو کیا حسرت ہوتی ہے۔ مولانا رومی کتنے پیارے آدمی ہیں، کس ندامت و فنائیت و درد سے دعا مانگ رہے ہیں کہ اے خدا اب تو بچالیجئے، اب تو بچائیے ہمارے دین کے تباہ شدہ شہر کی جو ایک دیوار باقی رہ گئی ہے اس کو تو نہ گرنے دیجئے ورنہ تو ہم بالکل ہی تباہ ہو جائیں گے۔ ہماری نالائقیوں کے باوجود محض اپنے کرم سے اس دیوار کے سہارے کچھ تو اب شہرِ محبت میں ہمیں زندہ رہنے دیجئے ورنہ اگر یہ سہارا بھی گر گیا تو ہمارا کہیں ٹھکانہ نہ

ہو گا۔ یعنی جو تھوڑا سا دین رہ گیا ہے یہ ظالم شیطان چاہتا ہے کہ اس کو بھی گناہ کرا کے ہم سے چھین لے لہٰذا ہمارے لباس دین کا جو ایک تار بچا ہے اور شہر دین کی جو ایک دیوار بچی ہے اس کو بچا لیجئے ورنہ شیطان پورے طور سے خوش ہو جائے گا لہٰذا اے اللہ اپنے دشمن کو خوش نہ ہونے دیجئے اور ہماری نالائقیوں کی وجہ سے ہمیں اس کے حوالہ نہ کیجئے۔ آہ! جس طرح ایک بدوی نے روضۂ مبارک پر دعا مانگی تھی۔ بعض وقت اللہ تعالیٰ دیہاتیوں کے دل میں ایسا مضمون عطا فرماتے ہیں کہ علماء عش عش کرتے ہیں۔ ایک دیہاتی روضۂ مبارک پر حاضر ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ اگر تو نے مجھے معاف کردیا اور میرے گناہوں کو بخش دیا تو تیرا محبوب جو یہاں آرام فرما ہے خوش ہو جائے گا اور تیرا دشمن غمگین ہو جائے گا اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا تو تیرا دشمن خوش ہو جائے گا اور تیرا محبوب غمگین ہو جائے گا لہٰذا اب تو خود فیصلہ کرلے کہ تجھے اپنے محبوب کو خوش کرنا پسند ہے یا اپنے دشمن کو خوش کرنا پسند ہے۔ آہ کیا مضمون دعا ہے۔ لہٰذا اے اللہ ہمیں مکمل تباہی سے بچا لیجئے اور ہمارے دین و تقویٰ کی بقیہ دیوار کو نہ گرنے دیجئے اس کو سنوار دیجئے اور آفت زدہ علاقہ کی جب ایک دیوار کو شاہ سنوارتا ہے تو پورا شہر پھر سے آباد کر دیتا ہے۔اے اللہ آپ تو شاہوں کے شاہ ہیں ، سلطان السلاطین ہیں ہمارا شہر دین آباد کرنا

آپ کے لئے کیا مشکل ہے۔ پس ہمیں اپنی حفاظت میں لے لیجئے اور اپنے دشمن کو خوش نہ ہونے دیجئے۔

بہر مانے بہر آں لطف نخست
کہ تو کردی گمرہاں را باز جست

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ آپ ہماری کسی لیاقت و قابلیت و صلاحیت کی وجہ سے ہم پر مہربانی و فضل نہیں فرماتے کیونکہ ہمارے اعمال تو ایسے نالائق ہیں کہ جن کی وجہ سے ہم طرد و بعد اور دوری کے مستحق ہیں کہ آپ ہمیں اپنی بارگاہ سے ٹھکرادیں۔ جس طرح ہم اپنے نافرمان ملازم کو نکال دیتے ہیں تو ہم آپ کی نافرمانی کی وجہ سے اس قابل تھے کہ آپ کی بارگاہِ قرب سے نکال دئے جاتے لہٰذا آپ کی مہربانی و لطف ہماری وجہ سے نہیں ہے بلکہ آپ کے لطف کا سبب آپ کا لطف سابق، لطف مخفی اور احسان قدیم ہے جس نے بے شمار گمراہوں کو دوبارہ ڈھونڈ لیا اور اپنا بنا لیا۔ اگر آپ کا یہ فضل وکرم نہ ہوتا تو بھلا عازم قتل نبی اور قاتل عم نبی کو ہدایت ہوسکتی تھی؟ اگر ہمارا کوئی اکلوتا بیٹا ہو اور اتنا پیارا ہو کہ کائنات میں اس سے زیادہ ہمیں کوئی پیارا نہ ہو اور ہمیں پتہ چل جائے کہ کوئی اس کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو زندگی بھر ہم اس کی صورت دیکھنا پسند

نہ کریں بلکہ اگر بس چلے تو اس کو نیست و نابود کردیں لیکن اے اللہ آپ کے فضل و رحمت بے پایاں اور حلم و کرم کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کائنات میں کوئی آپ کا پیارا نہیں جو وجہ تخلیق کائنات ہیں اور آپ نے فرمایا لَوْ لَاكَ لَمَا خَلَقْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو زمین و آسمان کو بھی پیدا نہ کرتا تو ایسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کرنے والے کو اے اللہ آپ کے کرم نے ہدایت دے دی اور نہ صرف یہ ان کو معاف کردیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا جاں نثار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا پیارا بنادیا کہ وہ خلیفۂ دوم ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو اے اللہ آپ نے اپنا بنالیا۔ آپ کی رحمت غیر محدود کو وہم و قیاس میں نہیں لایا جاسکتا ؎

اے بلند از وہم و قال و قیل من
خاک بر فرق من و تمثیل من

اے اللہ آپ ہمارے قیل و قال اور وہم و خیال سے بالاتر ہیں آپ کی ذات و صفات کی عظمتوں کی کوئی تمثیل نہیں پیش کی جاسکتی کیونکہ لیس کمثلہ شئیٌ کوئی شے آپ کے مثل نہیں۔

تو مولانا رومی فرماتے ہیں اے اللہ آپ کی رحمت نے کتنے گمراہوں کو گمراہی کے بیابانوں سے دوبارہ ڈھونڈ لیا اور اپنا ولی بنالیا، کتنے ڈاکو آپ کی رحمت سے ولی اللہ ہوگئے ۔ حضرت فضیل ابن عیاض کتنے بڑے ڈاکو تھے کہ جن سے مائیں اپنے بچوں کو ڈراتی تھیں کہ چپ ہوجا فضیل آرہا ہے اور آج وہ سید الطائفہ ہیں، شجرۂ چشتیہ میں ان کا نام آتا ہے۔اے اللہ آپ جو لطف وکرم اپنے بندوں پر فرماتے ہیں خصوصاً وہ بندے جو بے راہ ہوگئے تو اس کا سبب محض آپ کا لطف و کرم ہے جیسے کوئی نالائق بیٹا باپ سے بھاگ جائے تو باپ کا کرم پھر اس کو تلاش کر کے اپنے گلے سے لگا لیتا ہے ایسے ہی وہ بندے جو نفس و شیطان سے مغلوب ہوکر آپ سے دور بھاگ گئے، آپ کا کرم ان کو تلاش کر کے اپنی آغوش میں لے لیتا ہے ؎

باز آمد بندۂ بگریختہ

آبروئے خود ز عصیاں ریختہ

آپ سے بھاگا ہوا بندہ اپنی آبرو کو گناہوں سے برباد کر کے آپ کے جذب کرم کے صدقہ میں پھر آپ کے پاس آگیا اور اس کی وجہ ہمارے اعمال نہیں ہیں بلکہ آپ اپنے لطف و کرم سے گمراہوں کو دوبارہ تلاش کرلیتے ہیں اور توفیق ہدایت دے دیتے ہیں اور اپنا بنالیتے ہیں۔

چوں نمودی قدرتت بنمائے رحم
اے نہادہ رحم ہا در لحم و شحم

اے اللہ جب آپ نے اپنی قدرت کا ظہور فرمادیا تو اپنا رحم بھی ہم کو عنایت فرمادیجئے۔ آپ کی قدرت تو ہر طرف ظاہر ہے۔ پس اگر آپ کا رحم بھی ظاہر ہوجائے تو ہمارا کام ہی بن جائے۔ رحم سے مراد وہ رحمت مخفیہ ہے جس سے بندوں کو آپ اپنا بناتے ہیں ورنہ آپ کی رحمت عامہ تو ہر لحہ ہر آن بندوں پر ہے اور آپ کی قدرت نے ہمیں وجود بخشا، منی جیسی ناپاک چیز پر آپ نے کیا فنگ کی ہے کہ اس پر آنکھ کان ناک بنادئے ورنہ ماں کے پیٹ میں ہم خون حیض اور باپ کا نطفہ ناپاک تھے۔ اسی قطرۂ منی کو آپ نے بینا کردیا، گویا کردیا جس سے آج ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں، بول رہے ہیں، ہنس رہے ہیں، ایک دوسرے کی سن رہے ہیں، ایک دوسرے کی سمجھ رہے ہیں، ایک ناپاک قطرے کو آپ نے کہاں سے کہاں پہنچادیا، جب آپ نے اپنی قدرت کا اتنا ظہور فرمادیا تو اپنا رحم بھی ہم پر ظاہر فرمادیجئے، کرم بھی فرمادیجئے۔ اے وہ ذات کامل القدرۃ جس نے لحم و شحم میں رحم رکھ دیا مثلاً ماں باپ کے گوشت اور چربی میں مامتا اور رحمت و شفقت کا مادہ رکھ دیا۔ انسان کا پورا جسم لحم و شحم سے بنا ہوا ہے۔ اس لحم و شحم میں رحم کا مال آپ کا رکھا ہوا ہے، ماں باپ کے کلیجہ میں اولاد کی مامتا اور شفقت اور

محبت آپ کی رکھی ہوئی ہے جس سے آپ کی مخلوق کا یہ حال ہے کہ ماں باپ اولاد پر اپنی جان قربان کرتے ہیں تو جب آپ کی عطا فرمودہ مخلوق کی رحمت کا یہ حال ہے تو آپ تو رحمت کا سرچشمہ، مرکز اور منبع ہیں اور آپ رحم کرنے میں لحم و شحم سے بے نیاز ہیں لہٰذا آپ ہم پر براہ راست رحم فرمادیجئے۔

ایں دعا گر خشم افزاید ترا

تو دعا تعلیم فرما مہترا

اگر میری یہ دعا بوجہ میرے نقصان فہم اور کوتاہی تعبیر اور نقص عرض و معروض کے اپنے عنوان و مضمون کے اعتبار سے آپ کو ناپسند اور میرے لئے موجب غضب ہے تو اے میرے پیارے اللہ مجھے دعا کا مضمون بھی تعلیم فرمائیے، مجھے مانگنا سکھادیجئے، ایسی دعا مانگنے کی توفیق عطا فرمائیے اور ایسے مضامین دعا الہام فرمائیے جس سے آپ خوش ہوجائیں۔

اتنا فی دار دنیانا حسن

اتنا فی دار عقبانا حسن

اے اللہ آپ ہم کو دنیا میں بھی بھلائیاں دیجئے اور آخرت میں بھی بھلائیاں عنایت فرمائیے۔ علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی (ج ۲

ص۹) میں حسنة فی الدنیا و الآخرة کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دنیا کی بھلائیاں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس دعا میں مانگنے کا حکم دیا ہے یہ ہیں :

نیک بیوی ، نیک اولاد ، رزق حلال ، علم و عمل ثناء خلق یعنی مخلوق میں تعریف اور نیک نامی ، عافیت اور مخلوق کی محتاجی سے حفاظت ، دشمنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت، کتاب اللہ کی فہم یعنی دین کی سمجھ اور نیک بندوں کی صحبت ۔ حسنة کی جو تفسیر بیان ہوئی اس کو تو سب مانتے ہیں لیکن بعض لوگ صحبت صالحین کو حسنة فی الدنیا نہیں سمجھتے۔ لیکن مفسر عظیم علامہ آلوسی کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ جو اہل اللہ سے دور ہے وہ دنیا کی بہت بڑی بھلائی سے محروم ہے اور آخرت کی حسنة جنت ہے ، محشر کی ہولناکیوں اور سوء حساب سے حفاظت اور دیدار الٰہی کی لذت ہے ۔ پس اے اللہ ہمیں دنیا کی بھلائیاں بھی عطا فرمائیے اور آخرت کی بھلائیاں بھی عطا فرمائیے آمین۔

راہ را برما چوں بستاں کن لطیف
مقصد ما باش ہم تو اے شریف

مولانا رومی دعا مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ ہم پر اپنے راستہ کو یعنی راہِ سلوک کو مثل باغ کے لطیف ، لذیذ اور خوشگوار کردیجئے جس طرح باغ میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں پھولوں کی بھینی بھینی

خوشبو لئے ہوئے آتی ہیں اسی طرح ہمارے لئے اپنے راستہ کو مزے دار کر دیجئے۔ آپ کا راستہ تو اے اللہ مزے دار ہے ہی لیکن ہم گناہ کر کے آپ کے راستہ کو بے مزہ کرتے ہیں۔ جو لوگ گناہ کی عادت میں مبتلا ہیں ان کے لئے اللہ کا راستہ بوستان نہیں رہتا کیونکہ گناہوں کی وجہ سے وہ ہر وقت کشمکش میں مبتلا ہیں اور کثرت معصیت سے تقاضائے شہوت میں اضافہ ہو جاتا ہے، اس لئے جب تک نماز پڑھتے ہیں، جب تک تلاوت کرتے ہیں، جب تک ذکر میں مشغول ہوتے ہیں سکون سے رہتے ہیں اور جہاں فارغ ہوئے ان کو پھر پرانا پاپ یاد آجاتا ہے اور پھر کشمکش اور دوزخی زندگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جو گناہوں سے محفوظ ہیں ان کے لئے اللہ کا راستہ باغ ہی باغ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص جا رہا ہے اور راستہ کے دونوں طرف درخت ہی درخت اور باغ ہی باغ ہیں اور درختوں کے سائے میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں میں چلا جا رہا ہے، اس کا راستہ نہایت آسان، مزے دار اور خوشگوار ہے اور دوسرا شخص جو نماز روزہ اور ذکر و تلاوت بھی کرتا ہے لیکن گناہوں میں بھی مبتلا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ جب تک ذکر و تلاوت میں مشغول ہے تو گویا درخت اور باغ کے سائے میں جا رہا ہے لیکن جیسے ہی گناہ کا مرتکب ہوا تو باغ کا سایہ دار راستہ ختم ہو گیا اور کڑاکے کی چلچلاتی ہوئی دھوپ میں آگیا، شہوات نفسانیہ اور تقاضائے معصیت

کے ارتکاب کا راستہ اضطراب اور بے چینی کی شدید دھوپ اور گرم لو کا راستہ ہے جہاں چین اور اطمینان کا خواب بھی نظر نہیں آتا۔ اگر احساس صحیح اور قلب سلیم ہے تو گناہ کے نقطۂ آغاز اور زیرو پوائنٹ ہی سے پریشانی اور بدحواسی شروع ہوجاتی ہے مثلاً ایک شخص نے اپنے قلب کا رخ تو ے ڈگری اللہ کی طرف کیا ہوا ہے لیکن جیسے ہی ذرا سا کسی حسین کی طرف جھکا تو قلب میں اسی وقت پریشانی کا آغاز ہوجائے گا۔ گناہ کے میلان اور تقاضوں پر عمل کا مبہم خیال اور نقطۂ آغاز اللہ کے قرب سے اسی قدر دور کردیتا ہے اور قلب کا سکون چھین لیتا ہے کیونکہ ہر گناہ منافی ذکر ہے اور ذکر پر اطمینان قلب موعود ہے تو جس درجہ ذکر کا ضد ہوگا اسی درجہ کی بے اطمینانی عقلاً مستلزم ہونی چاہئے۔ یہ میں منطق کی عقلی دلیل پیش کررہا ہوں کیونکہ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب میں حصر ہے لہٰذا جب اطمینان قلب اللہ کے ذکر ہی پر موقوف ہے تو ذکر سے جتنے درجہ دوری ہوگی اتنے ہی درجہ بے اطمینانی مستلزم ہوئی۔ اگر اللہ کی یاد سے ایک اعشاریہ دوری ہوئی تو قلب میں ایک اعشاریہ بے اطمینانی پیدا ہونا لازم ہے۔ اور اگر گناہ کرلیا تو قلب مکمل طور سے بے چین ہوجائے گا کیونکہ گناہ خلاف ذکر ہے بلکہ غفلت کا فرد کامل ہے۔ محض غفلت سے باطن کو اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا گناہ سے پہنچتا ہے مثلاً تھوڑی دیر کھانے پینے میں ایسا مشغول ہوا کہ اللہ کی یاد

سے غافل ہوگیا یا کسی کے لطیفوں میں ایسا غرق ہوا کہ پیٹ کی گہرائی سے ہنسنا شروع کردیا یہاں تک کہ اس وقت اس کے دل میں اللہ کی یاد نہیں رہی تو اس غفلت سے اتنا نقصان نہیں پہنچے گا جتنا کسی معصیت کی طرف ایک اعشاریہ قلب کا میلان ہوجائے تو دیوار استقامت کی بنیاد خطرے میں پڑ جاتی ہے اور اگر خدانخواستہ معصیت کا ارتکاب کرلیا تو دیوار استقامت ہی گرجاتی ہے اور قلب بالکل بے چین ہوجاتا ہے۔

اسی لئے مولانا رومی دعا کررہے ہیں کہ اے اللہ تقاضائے معصیت کی کشمکش اور دوزخی زندگی اور مجاہدہ و مشقت شدیدہ اور جہد بلاء سے ہمیں بچا لیجئے اور اپنی راہ کو ہم پر مثل بوستان و باغ کے لطیف فرمادیجئے اور یہ نعمت کب حاصل ہوگی ؎

مقصد ما باش ہم تو اے شریف

اے رب العزت! اے میرے معزز و مکرم اللہ! جب ہر سانس اور ہر لمحہ آپ ہمارے مقصود و مراد اور مقصد اعظم بن جائیں، ہمارا قصد و ارادہ صرف آپ کی طرف رہے، ہماری تمناؤں کا مرکز صرف آپ کی ذات ہو، جب یہ مقام آپ ہم کو عطا فرمائیں گے تب جاکر ہمیں آپ کا راستہ بوستان اور باغ کی طرح لطیف ہوجائے گا۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے راستہ کو باغ کی طرح

لطیف اور پُر لطف بنانا چاہے وہ اللہ تعالیٰ کو ہر سانس میں اپنا مقصود اور مراد بنا لے۔ مقصد ما باش اگرچہ مولانا کا جملہ انشائیہ دعائیہ ہے لیکن ساتھ ساتھ انہوں نے اس کے اندر جملہ خبریہ بھی شامل کردیا ہے کہ کبھی خبر بصورت امر اور کبھی امر بصورتِ خبر ہوتا ہے جیسے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ

جب تجھ سے حیا ختم ہوگئی تو پھر جو چاہے کر۔ تو کیا نعوذ باللہ شریعت اجازت دے رہی ہے کہ شرم کو ختم کرکے جو چاہو کرو۔ نہیں! یہ صورتاً امر ہے حقیقتاً خبر ہے کہ اگر تجھ سے حیا جاتی رہی تو پھر تو ہر گناہ کرے گا کیونکہ ہر گناہ کا سبب بے حیائی ہے۔ اگر بدنظری کررہا ہے تو اس کا سبب بے حیائی ہے، زنا کررہا ہے تو نہایت درجہ کا بے حیا ہے کہ دوسروں کی ماں بہنوں کے ساتھ ایسا کررہا ہے جو اپنی ماں بہنوں کے لئے پسند نہیں کرتا اور اس کو پرواہ نہیں کہ اللہ نے اگر مخلوق پر ظاہر کردیا تو کس قدر رسوائی ہوگی۔ اس کے علاوہ خدا کے حکم کو توڑنا خود بے حیائی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی جھوٹ بول رہا ہے تو وہ بے حیا ہے۔ حیا والا آدمی سوچے گا کہ اگر کبھی میرا جھوٹ ظاہر ہوگیا تو کیا منہ دکھاؤں گا۔ غرض ہر گناہ کی جڑ میں بے حیائی پوشیدہ ہے۔ گناہ بغیر بے حیائی و بے غیرتی کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے مولانا کے اس جملہ انشائیہ میں جملہ خبریہ

پوشیدہ ہے کہ اللہ کو اپنا مراد بنالو۔

پس جس کی زندگی کی ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کی ذات مقصود و مراد ہو کہ ایک لمحہ بھی اس کا اللہ سے غافل نہ ہو تو ایسا شخص چاہے مسجد میں ہو، چاہے دکان میں سودا بیچ رہا ہو، چاہے بیوی بچوں سے باتیں کررہا ہو یا دوستوں سے خوش طبعی کررہا ہو یہ ہر وقت باغ قرب میں ہے اور اللہ کا راستہ اس کے لئے گویا پھولوں کے جھرمٹ اور درختوں کے سائے میں نہایت سکون و عافیت سے گذر جائے گا اور بہت مزے میں یہ منزل تک پہنچ جائے گا۔ اسی لئے مولانا نے فرمایا کہ اے اللہ صرف آپ ہی ہمارا مقصد، ہمارا مقصود، ہماری مراد، ہماری آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز بن جائیں تاکہ آپ کا راستہ ہم پر نہایت آسان اور انتہائی لذیذ ہوجائے۔

تاچہ دارد ایں حسود اندر کدو
اے خدا فریاد مارا زیں عدو

مولانا فرماتے ہیں کہ یہ حاسد اپنے اندر کس قدر کینہ رکھتا ہے۔ حاسد سے مراد شیطان ہے اور نفس بھی مراد ہوسکتا ہے کیونکہ دونوں ہی کی دشمنی منصوص ہے۔ شیطان کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ

شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے اور نفس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ اَعْدَا عَدُوِّكَ فِيْ جَنْبَيْكَ

تیرا سب سے بڑا دشمن تو تیرے پہلو میں ہے۔ اور نفس و شیطان دونوں بھی مراد لئے جاسکتے ہیں لیکن شیطان کا یہاں مراد ہونا زیادہ اقرب الی القیاس ہے کیونکہ دشمن ازلی اور مردود ازلی ہے۔ اس کی دشمنی کبھی ختم نہیں ہوسکتی اور نفس کا اگر تزکیہ ہوجائے تو یہ ولی اللہ بھی ہوجاتا ہے۔ تاچہ مبالغہ ہے یعنی یہ ظالم ہم سے کتنا حسد رکھتا ہے۔ پس اے خدا میں اس دشمن کے خلاف آپ سے فریاد کرتا ہوں جیسے کوئی دشمن کسی بچہ کو مار رہا ہو تو وہ بچہ اپنے ابا کو پکارتا ہے پس اے اللہ اس دشمن شیطان اور دشمن نفس کے ستانے پر ہم آپ ہی کو پکار رہے ہیں کہ آپ سے ہماری فریاد ہے کہ اس دشمن کی پٹائی سے ہمیں بچالیجئے۔

گر یکے فصل دگر در من دمد
برد خواہد از من ایں رہزن نمد

مولانا فرماتے ہیں کہ اگر اعمال صالحہ کی کوئی دوسری فصل میرے اندر پیدا ہوجائے تو یہ ڈاکو اس کو بھی کاٹ کر اٹھالے جائے گا یعنی اگر آپ کی حفاظت نصیب نہ ہوگی تو جو کچھ تہجد و اشراق اور

اوابین کی کمائی ہوگی وہ سب کی سب شیطان لے جائے گا۔ مثلاً دکھاوا کرادیا، یا دل میں بڑائی ڈال دی، یا کسی پر بے جا غصہ کرادیا، یا حسینوں پر بدنگاہی کرادی، یا غیبت کرادی تو نیک اعمال کا جو اسٹاک تھا اس طرح سب ختم ہوگیا اور اسے خبر بھی نہیں کہ میرا سارا مال چلا گیا یعنی اعمال ضائع ہوگئے۔

ایں حدیثش ہمچو دود است اے الٰہ
رحم کن ورنہ گلیمم شد سیاہ

اے خدا نفس و شیطان کی گفتگو یعنی ان کی دعوۃ الی الباطل اور ترغیبات الی المعاصی مثل دھواں کے ہے۔ آپ مجھ پر رحم کیجئے اور مجھے تقویٰ پر استقامت عطا فرمائیے ورنہ میری دین کی کملی سیاہ ہوجائے گی یعنی گناہوں سے میرے قلب و جاں بے نور اور سیاہ ہوجائیں گے اور گناہوں کی ظلمت اللہ کے قرب سے مجھے محروم کردے گی۔

من بہ حجت بر نیابم با بلیس
کوست فتنہ ہر شریف و ہر خسیس

یعنی میں حجت، بحث اور دلائل سے ابلیس پر غالب نہیں آسکتا کیونکہ وہ کمینوں اور گمراہوں کے لئے بھی فتنہ ہے اور بڑے بڑے

شرفاء کے لئے بھی فتنہ ہے۔ ذرا سی دیر میں بڑے بڑے اتقیا علماء و صوفیا کو فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے لہٰذا اے اللہ اس پر غالب آنا آپ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں۔

یَا غَیَاثِیْ عِنْدَ کُلِّ کُرْبَةٍ
یَا مَعَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ شَھْوَةٍ

اے فریاد سننے والے ہمارے کرب و بے چینی کے وقت اور اے ہماری پناہ گاہ ہماری شہوت نفس کے وقت۔آپ مصیبت کے وقت ہمارے کرب اور بے چینی کو دور کرسکتے ہیں اور غلبۂ شہوت کے وقت آپ ہی کی پناہ ہمیں نفس کی مغلوبیت سے بچا سکتی ہے۔

یَا مُجِیْبِیْ عِنْدَ کُلِّ دَعْوَةٍ
یَا مَلَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ مِحْنَةٍ

اے جواب دینے والے میری ہر پکار پر یعنی اے سننے والے میری ہر دعا کے اور اے ہر تکلیف میں میرے سہارے۔!

درس مناجات رومی

۳ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹ فروری ۱۹۹۱ء بروز منگل بعد نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

اے خداوند اے قدیم احسان تو
آں کہ دانم واں کہ نے ہم آن تو

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے خدا آپ کی شان قدیم ہے یعنی آپ ہمیشہ سے ہیں ہمیشہ رہیں گے۔ قدیم کے معنی ہیں واجب الوجود، غیر حادث ، غیر فانی ، جس پر کبھی عدم و فنا طاری نہ ہوا ہو۔ اور ہم لوگ حادث ہیں ، جنت بھی حادث ہے اور نعماء جنت بھی حادث ہیں۔ حادث اس کو کہتے ہیں جس پر کوئی زمانہ عدم کا گذرا ہو، وہ چیز نہ رہی ہو ، چاہے ہونے کے بعد پھر وہ ہمیشہ قائم رہے جیسے جنت پہلے نہیں تھی پھر پیدا کی گئی لیکن اب ہمیشہ رہے گی اور دنیا فانی ہے ، ایک دن نہیں تھی ، اب ہے اور ایک دن نہیں رہے گی۔ دنیا اور اس کی لذتوں کی شراب نہ ازلی ہے نہ ابدی اس لئے یہ تو اس قابل بھی نہیں کہ اس کا ذکر کیا جائے اور جنت اور اس کی نعمتوں کی شراب ازلی تو نہیں ہے لیکن ابدی ہے یعنی ہمیشہ سے نہیں تھی ، پھر

اللہ کے پیدا کرنے سے موجود ہوئی اور اب کبھی فنا نہیں ہوگی اور اللہ کی ذات قدیم واجب الوجود غیر حادث غیر فانی ہے، ازلاً ابداً ہے یعنی اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہیں، ان پر کوئی زمانہ عدم کا نہیں گذرا، ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے لہٰذا اللہ کی محبت کے نشہ کو، اللہ کے نام کی لذت کو، اللہ کی شراب ازلی ابدی کو جنت کی شراب ابدی بھی نہیں پاسکتی تو دنیا کی فانی شراب کی کیا حقیقت ہے جو نہ ازلی ہے نہ ابدی۔ جنت حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے اور حادث کی لذت قدیم کی لذت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ قدیم غیر محدود ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا کوئی کفو نہیں وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ میں نکرہ تحت النفی واقع ہے جو فائدہ عموم کو دیتا ہے اور اس عموم میں جنت بھی داخل ہے، حوریں بھی داخل ہیں، جنت کی ساری نعمتیں بھی داخل ہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل نہیں ہے تو ان کے نام کے نشہ کا، ان کے نام کی لذت کا، ان کے نام کی مٹھاس کا بھی مثل کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مع اپنی صفات کے بے مثل ہے چنانچہ اللہ کے نام کی لذت، ذکر کی لذت، سجدہ کی لذت، تلاوت کی لذت کو جنت کی حوریں بھی نہیں پاسکتیں کیونکہ اللہ کے نام کی تیز والی ازلی ابدی شراب جو پی لیتا ہے پھر کم تیز والی اس کے منہ کو نہیں لگتی۔ لہٰذا اللہ کے عاشقوں کو اللہ کے نام میں جنت سے زیادہ مزہ دنیا ہی

میں آجاتا ہے ۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعض مجاذیب ایسے ہوں گے جو جنت کی حوروں کو دیکھیں گے بھی نہیں ، بس ہر وقت اللہ تعالیٰ کو دیکھتے رہیں گے اور اللہ میں کیا لذت ہے اور کیا کشش ہے یہ جب پتہ چلے گا جب دیدار الٰہی ہوگا کہ اس وقت کسی جنتی کو جنت کی کوئی نعمت یاد بھی نہ آئے گی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جنت سے ہم مستغنی ہیں بلکہ ہم لالچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں جنت پر لالچ کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ جنت محل دیدار الٰہی ہے لیکن مطلب یہ ہے کہ اللہ کے عاشق اللہ کو جنت سے زیادہ چاہتے ہیں۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے خدا اے قدیم ذات آپ کے علاوہ باقی سب چیزیں فانی و حادث ہیں اس لئے آپ ہی محبت کے قابل ہیں۔ آپ کے وہ تمام احسانات جن کو ہم جانتے ہیں اور وہ تمام احسانات جن سے ہم واقف نہیں سب آپ ہی کی شان اور آپ ہی کی عطا ہیں۔ بہت سے احسانات ایسے ہیں جن کا ہم کو علم ہے مثلاً انسان بنایا، کتا اور سور اور جانور نہیں بنایا ، مسلمان گھرانے میں پیدا فرمایا اور ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی اور اپنے نام کی لذت عطا فرمائی ، سچے اللہ والوں سے تعلق کی توفیق عطا فرمائی اور نماز روزہ اور اعمال صالحہ کی توفیق بخشی ، ہمارے چھوٹے بڑے گناہوں کو اور جرائم کو معاف فرمایا اور ستاری فرمائی ، رسوا نہیں فرمایا

اس کے علاوہ صحت و عافیت بیوی بچے نیک دوست احباب اور بے شمار انعامات عطا فرمائے جن کو ہم اگر شمار کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے لہٰذا اے خدا ہم ہر بن مو سے آپ کے احسانات کا شکر ادا کرتے ہیں لیکن شکر کا حق پھر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

اور بہت سے احسانات ایسے ہیں جن کو ہم نہیں جانتے جیسے ماں کے پیٹ میں جب ہم بن رہے تھے تو ہمیں کچھ پتہ نہیں تھا کہ کس طرح ہماری آنکھیں بن رہی تھیں اور کس طرح اللہ میاں ان میں روشنی رکھ رہے تھے اور کب ناک بنا رہے تھے اور کب اس میں سونگھنے کی طاقت رکھ رہے تھے، کب کان بنائے اور کانوں میں سننے کا خزانہ کب رکھا، کب زبان بنائی اور کب اس میں چکھنے کی قوت رکھی، جسم کے ایک ایک اعضاء کو کب بنایا اور کب دل بنایا اور کب اس کو حرکت عطا فرمائی کہ وہ چلنے لگا اور جسم کے اندر ایک پورا کارخانہ چالو ہو گیا، رگوں اور شریانوں میں خون دوڑنے لگا وغیرہ بے شمار احسانات ہیں جن سے ہم بے خبر ہیں۔ اسی طرح ہمارے لئے پوری کائنات خلق فرمائی، کب سورج کو ساڑھے نو کروڑ میل پر لگایا ،کب چاند بنایا، کب پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور کس طرح ہمارے رزق کا انتظام فرمایا، سورج کس طرح غلہ پکاتا ہے اور سمندر سے بھاپ بنا کر بادل کیسے اٹھاتا ہے اور کس طرح بارش برساتا ہے۔ اے اللہ یہ آفتاب بھی آپ کا ہے، بادل بھی آپ کے ہیں، یہ سارا کارخانہ

آپ نے ہماری تربیت اور پرورش میں مصروف کر رکھا ہے لیکن ہم کو آپ نے اپنے لئے بنایا ہے، اپنی معرفت و عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے مگر افسوس ہم آپ کے ہونے کے بجائے انہیں چیزوں میں لگے ہوئے ہیں اور آپ کو بھولے ہوئے ہیں اور آپ کے احسانات جن کا ہم کو علم ہے اور جن کا علم نہیں، سب آپ کی عطا اور مہربانی ہے لیکن ہم کتنے نالائق ہیں کہ آپ کے احسانات کا شکر ادا نہیں کرتے یعنی تقویٰ اختیار نہیں کرتے جو اصلی شکر ہے کما قال تعالیٰ فاتقوا اللّٰہ لعلکم تشکرون

ایں دعا بشنو زبندہ کاے خدا
ثروتے بے رنج و روزی کن مرا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی حق تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کر رہے ہیں کہ اے خدا اس بندہ کی یہ دعا سن لیجئے کہ مجھے مالداری اور روزی بغیر رنج اور بغیر مشقت کے عطا فرمایئے یعنی آسان رزق عطا فرمایئے اور مجھے مال بھی دیجئے مگر بغیر مشقت کے۔

مولانا رومی نے مثنوی میں یہ قصہ بیان فرمایا کہ ایک شخص کئی سال سے یہی دعا مانگ رہا تھا کہ یا اللہ مجھے اپنی رحمت سے بغیر محنت و مشقت کے روزی عطا فرما۔ ایک دن ایک گائے اس کے گھر میں گھس آئی۔ اس نے جھٹ اسے پکڑا اور چھری سے ذبح کر کے اس کا

گوشت پورے گھر میں جگہ جگہ ٹانگ دیا اور روزانہ اس میں سے بھون بھون کر کھانے لگا۔ جس کی گائے تھی اس نے تھانہ میں اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرادی۔ سی آئی ڈی نے تفتیش کرتے کرتے پتہ لگایا کہ ایک آدمی بہت غریب تھا لیکن آج کل وہ روزانہ گوشت اڑا رہا ہے لہٰذا اس کے گھر کی تلاشی لی تو جگہ جگہ گائے کا گوشت لٹکا ہوا پایا۔ پولیس اس کو پکڑ کر تھانے لے گئی اور عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔ جج نے پوچھا کہ یہ گائے تمہاری تھی؟ اس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔ جج نے کہا کہ پھر تم نے اس کو کیوں ذبح کیا۔ کہا کہ میرے گھر میں گھس آئی تھی۔ جج نے کہا کہ پھر تم نے پتہ کیوں نہیں لگایا کہ یہ کس کی ہے۔ کہا کہ کیوں پتہ لگاتا، میں تو دو سال سے اللہ میاں سے رو رہا تھا کہ مجھے بغیر محنت روزی دیجئے۔ جب اللہ نے روزی بھیج دی تو میں کیوں اِدھر اُدھر پوچھتا کہ یہ کس کی ہے۔ جج نے کہا کہ بھئی یہ آدمی کوئی بھولا بھالا مجذوب ولی اللہ معلوم ہوتا ہے اور سی آئی ڈی کو حکم دیا کہ ذرا پتہ تو لگاؤ کہ یہ کس کی گائے ہے، اس سے پہلے کس کے پاس تھی۔ تفصیلی رپورٹ پیش کرو۔ معلوم ہوا کہ اس کے دادا کی گائے کسی نے چرائی تھی اور یہ گائے اس کو وراثت میں ملنی چاہئے تھی، اس کا شرعی حق بنتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بھولے بھالے مجذوبوں کا اس طرح انتظام فرماتے ہیں کیونکہ مجذوب غیر مکلّف ہوتے ہیں لیکن

جو لوگ احکام شریعت کے مکلّف ہیں ان کے لئے جائز نہیں کہ بدون تحقیق کسی کا مال لے لیں۔

چوں مرا تو آفریدی کاہلے
زخم خوارے سست جنبے منبلے

ارشاد فرمایا کہ جنب عربی لفظ ہے معنی پہلو اور منبل معنی ڈھیلا، پتھر۔

مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا جب آپ نے مجھے کاہل پیدا کیا یعنی نہایت سست بلکہ "بحر الکاہل" اور میرا دل روزی میں اور دنیا کمانے میں نہیں لگ رہا ہے، میں آپ کی محبت کا زخم خوردہ، دنیا کے معاملہ میں نہایت سست اور مٹی کے ڈھیلے کی طرح بے کار ہوں جیسے شیر کو کوئی زخمی کردے اور وہ تکلیف میں پڑا ہوا سانس لے رہا ہو کہ جیسے مر رہا ہے تو اس وقت وہ کنکر پتھر سے بھی زیادہ بے کار ہوتا ہے۔ اسی لئے میں دنیاوی کاموں میں نہایت سست پہلو ہو رہا ہوں کہ کروٹ لینے میں بھی دشواری ہے تو پھر کیسے دوکان کھولوں، کیسے تجارت کروں، کیسے دفتر جاؤں ۔

جی اس کا کیا لگے گا کسی کاروبار میں
دل جس کا پھنس گیا ہو کسی زلفِ یار میں

سچی بات یہ ہے کہ جس کا دل اللہ سے لگ جاتا ہے پھر وہ دل کسی

کاروبار میں نہیں لگتا۔ مجبوراً پیٹ کی روٹی کے لئے کام کرتا ہے ورنہ اگر مفت کی مل جائے تو یہ کبھی کوئی کام نہ کرے۔ اسی لئے مولانا رومی نے فرمایا ؎

تا بدانی ہر کہ را یزداں بخواند

از ہمہ کارِ جہاں بے کار ماند

خوب یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا بنانا چاہتا ہے سارے جہان کے کاموں سے اسے بے کار کردیتا ہے اور پھر اس کو اپنے دین کے لئے قبول کرتا ہے کیونکہ اگر دین کے کسی خادم کا جی ان چیزوں میں لگ جائے تو پھر وہ دین کا کام کیسے کرے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ اس کا مزاج ہی بدل دیتے ہیں کہ اپنے کام کے علاوہ کسی کام میں لگنے ہی نہیں دیتے ورنہ کون آدمی ہے جس کے لئے سازگار حالات پیدا ہوجائیں اور پھر بھی وہ دنیا کے کام میں نہ لگے۔ مثال کے طور پر کوئی حکیم یا ڈاکٹر ہے اور ایک ہزار مریضوں کی لائن صبح شام لگی رہے تو اس کے لئے کاروبار چھوڑنا بڑا مشکل ہوجائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا انتظام ہوتا ہے کہ اس کا دل کسی کام میں لگتا ہی نہیں اور اگر وہ خود بھی کسی طرف متوجہ ہونا چاہے تو ان اسباب ہی کو اس سے دور کردیتے ہیں ؎

جس کو تاکوں گا نشیمن کے لئے
وہ ہی ڈالی کاٹ ڈالی جائے گی

جسے اللہ تعالیٰ اپنے قرب کے نشیمن میں رکھنا چاہتے ہیں تو کسی شاخ نشیمن پر اس کا گذارہ نہیں ہونے دیتے۔ جس شاخ کو تلاش کرے گا کہ یہاں گھونسلہ بنالوں اسی شاخ کو کٹوادیں گے۔ دیکھتا ہے کہ اتنی محنت سے گھونسلہ بنایا تھا لیکن دیکھا کہ شاخ چمن کہیں پڑی ہوئی ہے ، گھونسلہ کہیں پڑا ہوا ہے۔ آخر کار گھوم پھر کے وہ پھر اللہ کا بن جاتا ہے اور اللہ کے قرب کا وہ مزہ پاتا ہے کہ سارے دنیا کے غموں کو بھول جاتا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

وہ جلا اس کا نشیمن وہ اُٹھا اس سے دھواں
یوں کیا صیاد نے طائر کا سامانِ وصال

صیاد نے چڑیا کو شکار کرنے کے لئے اس کے نشیمن میں آگ لگوادی۔ اب چڑیا دیکھ کر پر پھڑپھڑا رہی ہے کہ نشیمن جل رہا ہے اور اس سے دھواں اُٹھ رہا ہے اور مارے ڈر کے گھونسلے کے اندر بھی نہیں جارہی ہے ، آس پاس ، اِدھر اُدھر اُڑ رہی ہے کہ اتنے میں شکاری نے اس کو پکڑ لیا۔ اس طرح بعض وقت مصائب اس لئے آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنا بنانا چاہتے ہیں کیونکہ بعض وقت یہ نفس آسانی سے اللہ والا نہیں بنتا۔ لہٰذا غیبی طور پر ایسے حالات پیدا

کئے جاتے ہیں کہ اس کا دل دنیا سے متنفر ہوجاتا ہے اور وہ اللہ کا ہوتا چلا جاتا ہے اور جس کو اللہ جذب کرتا ہے وہ خود بھی آثار جذب محسوس کرتا ہے کہ مجھ کو اللہ اپنا بنانا چاہ رہا ہے ؎

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

ہمہ تن ہستی خوابیدہ مری جاگ اُٹھی
ہر بُنِ مو سے مرے اُس نے پکارا مجھ کو

میں سمجھتا تھا مجھے ان کی طلب ہے اصغرؔ
کیا خبر تھی وہی لے لیں گے سراپا مجھ کو

●●●

کاہلم چوں آفریدی اے ملی
روزیم دہ ہم زراہ کاہلی

اے غنی اے خزانوں کے مالک اللہ جب آپ نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے تو مجھ کو روزی بھی کاہلی کی راہ سے دیجئے یعنی آسان رزق عطا فرمائیے۔

کاہلم من سایہ خسپم در وجود
خفتم اندر سایۂ احسان و جود

اے خدا میں کاہل و ناتواں ہوں اور آپ کے سایۂ جود و کرم

میں بے فکر سویا ہوا ہوں ، آپ کی رحمت کے سائے میں جی رہا ہوں کیونکہ میں دنیا کے کسی کام کا نہیں اس لئے آپ کی مہربانی کے سہارے، آپ کے احسان وکرم کے زیرِ سایہ چین کی نیند سو رہا ہوں ۔

کاہلاں و سایہ خسپاں را مگر
روزئے بنہادۂ نوع دگر

لیکن کاہلوں اور سایۂ رحمت میں سونے والوں کے لئے آپ نے روزی دوسرے طریقوں سے رکھی ہوئی ہے یعنی ان کی روزی کے دوسرے ذرائع عام ذرائع سے ہٹ کر بنائے ہوئے ہیں، رزق کے عام ذرائع سے وہ مستثنیٰ ہیں ، آپ کی رحمت کے بھروسے پر جو دنیا کے کاموں سے کاہل بنے ہوئے ہیں ان کا معاملہ عام لوگوں سے الگ تھلگ ہے کہ وہ کھا پی رہے ہیں لیکن بظاہر اسباب نظر نہیں آتے۔ کاہلی کی یہ اصطلاحات خاصہ ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ نفس کی کاہلی کی وجہ سے وہ کوئی کام نہیں کرتے اور سوئے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے کاموں سے وہ کاہل ہیں اور دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں ، بظاہر روزی کے ذرائع میں انہماک نہیں کرتے، نہ دوکانداری ، نہ فیکٹری، اللہ تعالیٰ کی محبت کا ان پر ایسا غلبہ ہو گیا کہ اللہ کے کام کے علاوہ وہ کسی اور کام کے قابل ہی نہیں رہے، اس لئے دین کے کام میں منہمک ہیں اور دنیا سے مستغنی ہیں ۔ اس

لئے ان کی روزی کا انتظام اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کام سے بچنے کے لئے مکر کر کے بیٹھ گئے ہیں جیسے نواب واجد علی کے یہاں کچھ کاہل لوگ آ کے لیٹ گئے تھے جب اس نے شہر میں اعلان کرادیا کہ جو لوگ معذور ہیں، کچھ نہیں کرسکتے ان کو شاہی خزانہ سے کھانا کھلایا جائے گا۔ کاہل خانہ کچھ دنوں میں کاہلوں سے بھر گیا تو منشی نے جا کر کہا کہ بادشاہ سلامت کاہلوں کی تعداد تو بہت بڑھ گئی ہے آپ کہاں تک ان کو کھلائیں گے۔ کہا کہ پھر کیا کیا جائے۔ منشی نے کہا کہ کاہل خانہ میں آگ لگوا دیجئے۔ جو اصلی کاہل ہوگا پڑا رہے گا اور جتنے نقلی ہیں سب بھاگ جائیں گے۔ لہٰذا جب آگ لگائی گئی تو جتنے نقلی کاہل تھے نو دو گیارہ ہوگئے اور جو اصلی کاہل یعنی معذور تھے پڑے رہے۔ بس ان کی روٹی باقی رکھی گئی اور باقی سب کو بھگادیا گیا۔

مولانا رومی دعا فرماتے ہیں کہ اے اللہ ایسے بندے جو اصلی کاہل ہیں یعنی جن پر آپ کی محبت ایسی غالب ہوگئی کہ آپ کے کام کے علاوہ کسی اور کام پر وہ قادر نہیں ان کے لئے آپ روزی کا انتظام فرمائیے۔

عارفاں از کل جہاں کاہل ترند
در رہِ عقبیٰ زمہ گومی برند

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ کو پہچان لیا وہ سارے عالم میں دنیاوی کام میں سب سے زیادہ کامل ہیں اور اس کاملی میں وہ سارے عالم میں سب سے آگے بڑھے ہوئے ہیں لیکن آخرت کے کاموں میں چاند سے زیادہ ان کی رفتار تیز ہے۔ کبھی تہجد پڑھ رہے ہیں، کبھی اشراق پڑھ رہے ہیں، کبھی تلاوت کررہے ہیں، کبھی دین کی محنت کے لئے اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر شہروں شہروں، جنگل جنگل مارے مارے پھر رہے ہیں لیکن دنیاوی کاموں میں ان کے قدم نہیں اٹھتے۔ اگر یہ کامل ہیں تو اے دنیا والو جو محنت یہ کررہے ہیں تم ذرا کرکے دکھادو۔ تم ساری ساری رات اپنی فیکٹریوں کے لئے جاگ سکتے ہو لیکن دو رکعات تہجد نہیں پڑھ سکتے تو تم جس طرح دین میں کامل ہو یہ اللہ والے دنیا میں کامل اور سایہ خسپاں ہیں لیکن دین کے معاملات میں یہ چاند سے زیادہ تیز رفتار رکھتے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ دین میں تیز اور دنیا میں کامل لوگوں کو اے خدا آپ دوسری طرح سے روزی عطا کرتے ہیں، عالم غیب سے ان کے لئے اسباب پیدا فرماتے ہیں۔ پکی بات یہ ہے کہ ہدایا اللہ تعالیٰ بھجواتے ہیں کیونکہ جب آدمی سرکاری ہوجاتا ہے تو سرکار سے اس کو وظیفہ ملتا ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جس کو ہدیہ آنے لگے تو سمجھ لو کہ اب اس سے سرکاری کام یعنی دین کا کام لیا جائے گا۔

ہر کہ را پا ہست جوید روزئے
ہر کہ رلپا نیست کن دل سوزئے

مولانا فرماتے ہیں کہ جس کے پیر ہیں وہ چل پھر کر روزی کما لیتا ہے اور جس کے پیر نہیں وہ اللہ تعالیٰ سے روئے اور نالہ و فریاد و آہ و فغاں میں دل سوزی کرے۔ یعنی جس کو اللہ نے صلاحیت اور ہنر عطا فرمایا ہے وہ اپنے ہنر کو استعمال کر کے روزی کمالیتا ہے اور جس کو کچھ نہیں آتا، کوئی ہنر نہیں جانتا، دنیا کے کاموں میں جس کا دل نہیں لگتا، اس کو معلوم ہی نہیں کہ روزی کیسے کمائی جاتی ہے وہ اللہ ہی سے آہ و فغاں کرتا ہے، اشکبار آنکھوں سے اللہ سے مانگتا ہے، سوائے اللہ کے اس کا کوئی سہارا نہیں ہوتا ۔

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے
اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
اور عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

بس وہ اللہ کے دروازے پر پڑا رہتا ہے، دین ہی میں لگا رہتا ہے کہ مالک مجھ سے تو کمانا آتا نہیں، بے ہنر ہوں تو جیسے ابا اپنے کسی کاہل بیٹے کے نام جس کے پاس کچھ ہنر نہیں لیکن باپ کو راضی رکھتا ہے تو کوئی مکان یا دوکان لکھ دیتا ہے کہ وہ کرایہ ہی کھاتا رہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے سرکاری بندوں کے لئے غیب

سے روزی کے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں کہ ان کو نہایت عزت کے ساتھ بے محنت و مشقت روزی ملتی ہے ایسے بندوں پر و یرزقہ من حیث لا یحتسب کا خاص فیضان ہوتا ہے۔

رزق را میراں بسوئے ایں حزیں
ابر را باراں بسوئے ہر زمیں

ارشاد فرمایا کہ راندن کے معنی ہیں ہانکنا ۔ میراں امر ہے یعنی ہانکئے۔

مولانا رومی عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ آپ کا یہ بندہ روزی کے معاملہ میں غمگین ہے لہٰذا رزق کو میری طرف بھیج دیجئے کیونکہ رزق چل سکتا ہے لیکن میں نہیں چل سکتا بوجہ کاہلی و بے ہنری کے، جیسے زمین نہیں چل سکتی ، بادل چل سکتے ہیں لہٰذا بادلوں کو حکم دیجئے کہ پیاسی زمین پر برس جائیں۔

چوں زمیں را پا نباشد جود تو
ابر را راند بسوئے اود تو

ارشاد فرمایا کہ دوتو کے معنی ہیں راکعا متواضعا یعنی جھکے ہوئے۔

مولانا رومی بارگاہ خداوندی میں عرض کررہے ہیں چونکہ زمین

کے پیر نہیں ہوتے تو آپ کا کرم بادلوں کو حکم دیتا ہے کہ راکعاً متواضعاً ، اس زمین کی طرف چلے جائیں بارش برسانے کے لئے۔ جیسے اطاعت و فرماں برداری میں آدمی جھک جاتا ہے ایسے ہی اے خدا آپ کے حکم پر بادل حاضر حضور کرتے ہوئے اس زمین پر جاتے ہیں جہاں بارش کا حکم ہوجاتا ہے۔

طفل را چوں پا نہ باشد مادرش
آید و ریزد وظیفہ برسرش

جب شیر خوار بچہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوتا تو اس کی ماں اس کے سر پر آکر اس کی خوراک کا وظیفہ اس کو پہنچاتی ہے یعنی خود آکر اس کو دودھ پلاتی ہے۔

روزئے خواہم بہ ناگہ بے تعب
کہ ندارم من زکوشش جز طلب

اے اللہ میں آپ سے ایسی روزی مانگتا ہوں جو اچانک ، بے شان و گمان اور بغیر مشقت کے مل جائے کیونکہ مجھے کوشش اور محنت کرنا نہیں آتا ، مجھے تو بس آپ سے مانگنا اور گڑگڑانا آتا ہے۔ محنت اور مشقت ہم سے نہیں ہوتی ، ہم تو بس آپ سے روتے ہیں اور مانگتے ہیں کہ ایسی جگہ سے بے مشقت رزق عطا فرمادیجئے کہ جہاں سے ہمارا وہم و گمان بھی نہ ہو۔ اس میں تقویٰ کی دعا بھی

مولانا مانگ رہے ہیں کہ بے شان و گمان رزق کا وعدہ اہل تقویٰ کے لئے ہے وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ لہٰذا اس میں یہ دعا شامل ہے کہ اے اللہ آپ ہم کو متقی بنا دیجئے تاکہ بغیر وہم و گمان ہمیں رزق عطا ہو۔

اور کاہلی سے مولانا کی مراد شرعی کاہلی نہیں ہے، عرفی کاہلی مراد ہے یعنی عرف میں دنیا اللہ والوں کو کاہل سمجھتی ہے کیونکہ یہ دنیا کے کاموں میں نہیں لگتے لیکن اگر یہ شرعاً کاہل اور سست ہوتے تو نماز تہجد میں کیسے اٹھتے، نماز روزہ حج زکوٰۃ کیسے ادا کرتے، دین کی خاطر بال بچوں کو چھوڑ کر سارے عالم میں کیوں مارے مارے پھرتے۔ اگر یہ آسان ہے تو ان دنیا دار سیٹھوں سے کہو کہ ذرا یہ کام کر کے دکھائیں جو یہ اہل اللہ کر رہے ہیں۔ سنتے ہی نانی مر جائے گی اور چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا۔ تمہیں دنیا پر یقین ہے اس لئے تمہیں دنیا کے کام آسان لگتے ہیں اور ان اہل اللہ کو آخرت پر یقین ہے اس لئے ان کو آخرت کے کام آسان ہیں۔ تم آخرت کے باقی رہنے والے کاموں میں کاہل ہو اور اللہ والے دنیا کے فانی کاموں میں کاہل ہیں۔ تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں، آنکھ بند ہوتے ہی پتہ لگے گا کہ کون فائدہ میں تھا اور کون گھاٹے میں ۔

فسوف تریٰ اذا انکشف الغبارُ
افرس تحت رجلك ام حمارُ

عنقریب دیکھ لوگے جب غبار چھٹے گا کہ تم گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر۔

درس مناجات رومی

۴ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۹۹۱ء بروز بدھ بعد نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

از ہمہ نومید گشتیم اے خدا
اول و آخر توئی و منتہا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ میں تمام عالم اسباب سے نا امید ہو چکا ہوں۔ اے خدا آپ اول بھی ہیں اور آخر بھی ہیں اور آپ ہی ہماری منتہا اور ہمارا آخری دروازہ ہیں۔ اگر آپ ہمیں مایوس کردیں تو پھر ہمارا کہیں کوئی ٹھکانہ نہیں۔ آپ ہماری آخری امیدگاہ ہیں۔ جہاں سارے پردۂ اسباب جل جائیں اور دنیا کی ساری تدابیر ختم ہوجائیں تو اے اللہ آپ ہی سے ہماری امید قائم رہتی ہے۔

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم سلطنت بلخ چھوڑ کر اللہ کی محبت میں دریائے دجلہ کے کنارے اشک بار آنکھوں سے اللہ اللہ کررہے تھے کہ ایک شخص پُل سے دریا میں جھانکتے ہوئے اچانک گر پڑا، دریا میں سیلاب تھا۔ بظاہر اس کے بچنے کا کوئی سامان نہ تھا کہ اچانک حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے منہ سے

نکل گیا کہ یا اللہ اس کو بچا۔ جانے کس خاص کیفیت کے ساتھ کہا۔ بس فوراً وہ اللہ کا بندہ پُل اور دریا کے درمیان معلق ہو گیا۔ اللہ کی بے شمار غیر مرئی مخلوق ہے، فرشتوں کی اور جنات کی بے شمار فوج ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی۔ جس کو چاہیں حکم دے دیں۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ اللہ کا ایک بندہ عجیب انداز سے ہوا میں معلق کھڑا ہے تو اوپر سے رسی لٹکا کر اسے نکال لیا۔

اللہ کی غیبی مدد کا ایک اور واقعہ سن لیجئے اور یہ بمبئی کا واقعہ ہے جو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے سنایا کہ ایک مرتبہ حاجیوں کو لے جانے والا آخری ہوائی جہاز بمبئی سے پرواز کر گیا اور تین حاجی تھوڑی سی تاخیر کے سبب رہ گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ فلائٹ نکل گئی تو رونے لگے، حالت احرام میں تھے، بس مصلّی بچھایا اور صلوٰۃ حاجت پڑھ کر رونا شروع کر دیا کیونکہ وہ آخری جہاز تھا۔ اسی جہاز میں میرے شیخ بھی تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ جہاز کو کراچی سے ہوتے ہوئے جدہ جانا تھا اور بمبئی سے کراچی ڈیڑھ گھنٹہ کا راستہ ہے لیکن پندرہ منٹ کے بعد ہی شہر کی عمارتیں نظر آنے لگیں تو سب حیران رہ گئے کہ اتنی جلدی کراچی کیسے آگیا۔ اتنے میں جہاز کے کپتان نے اعلان کیا کہ ہم دوبارہ بمبئی پہنچ رہے ہیں کیونکہ جہاز میں کچھ فنی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ خیر جیسے ہی جہاز زمین سے لگا تو ایئرپورٹ کے عملے نے رونے والوں سے کہا

کہ جلدی سے جا کر اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ جاؤ کیونکہ تمہارے ہی آہ و نالوں نے جہاز میں فنی خرابی پیدا کرادی اور جہاز کا رخ بدل دیا۔ اسی لئے میرا ایک شعر ہے ؎

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لا مکاں
اے مری آہ بے نوا تو نے کمال کردیا

آہ کو کمزور مت سمجھو، یہ بڑی زبردست چیز ہے، ساتوں آسمان کو عبور کرلیتی ہے اسی لئے مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا ہم سارے عالم سے نا اُمید ہوگئے لیکن آپ سے ہم نا اُمید نہیں ہیں کیونکہ آپ ہی اول ہیں اور آپ ہی آخر ہیں اور آپ ہی ہماری منتہا ہیں۔ اور اس تعریف اور حمد و ثنا کی غرض یہ ہے کہ آپ کا وہ بندہ جو آپ کے ماسواہ سے نااُمید ہے اب آپ اس کی نا اُمیدی کے بادلوں سے اُمید کا چاند طلوع فرما دیجئے، ہم کو عالم اسباب کے سپرد نہ کیجئے بلکہ آپ ہماری مدد کیجئے کیونکہ آپ کے علاوہ ہم ہر ایک سے مایوس ہوچکے ہیں، اپنے ارادوں کو اور اپنے دست و بازو کو ہزاروں بار آزما لیا کہ ہم آپ کے بن جائیں لیکن نفس و شیطان کے تقاضوں سے مغلوب ہو کر ہم اپنے ارادوں کی شکست بارہا دیکھ چکے ہیں جس سے اپنی پستی اور آپ کی عظمتوں کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہم اور ہمارے ارادے کچھ بھی نہیں ہیں۔ اگر

آپ کا فضل نہ ہو تو ہم اپنے دست و بازو سے آپ تک نہیں پہنچ سکتے ، ہمارے ارادوں کی شکست آپ کی عظمتوں کا ثبوت ہے ۔

تیری ہزار رفعتیں تیری ہزار برتری
میری ہراک شکست میں میرے ہراک قصور میں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ میں نے اپنے ارادوں کی شکست سے اپنے رب کو پہچانا۔

کردگارا منگر اندر فعل ما
دست ما گیر اے شہ ہر دوسرا

اے پروردگار ، اے میرے پالنے والے میرے فعل پر نظر نہ ڈالئے ، میں ایک نالائق انسان ہوں، آپ کا ایک نالائق بندہ ہوں ، اے دونوں جہان کے بادشاہ اور دونوں جہان کے مالک میرا ہاتھ پکڑ لیجئے یعنی میری مدد کیجئے ، میری دستگیری فرمایئے۔ دستگیری معنی مدد کرنے کے ہیں ، میری کشتی پار کردیجئے ، نفس و شیطان کے طوفان میں ڈوبنے نہ دیجئے۔ اے اللہ اگر آپ ہمارے اعمال پر نظر ڈالیں تو ہم میں سے کوئی بھی پار نہیں ہوسکتا۔ اگر ہمارے اعمال کے مطابق آپ فیصلہ کریں تو پھر ہمارے لئے جہنم تیار ہے۔ اس لئے مولانا اللہ میاں سے کہہ رہے ہیں کہ ہمارے فعل کو نہ دیکھئے، اپنے کرم کو

دیکھئے جیسے ایران کے ایک بادشاہ نے اپنے ملازم رمضانی سے کہا تھا کہ رمضانی مگساں می آیند یعنی رمضانی مکھیاں آرہی ہیں تو اس ظالم نے کیا جواب دیا کہ حضور ناکساں پیش کساں می آیند۔ حضور نالائق لائق کے پاس آرہی ہیں، مکھیاں تو نالائق ہیں لیکن آپ تو لائق ہیں اگر نالائق لائق کے پاس نہ آئیں گی تو یہ جائیں گی کہاں۔ اسی طرح مولانا رومی عرض کررہے ہیں کہ اے اللہ ہم نالائق ہیں مگر آپ ہماری نالائقی پر نظر نہ کیجئے، اپنے کرم پر نظر کیجئے، نالائقوں کا ٹھکانہ لائق کے سوا کہاں ہے۔

خوش سلامت ما بہ ساحل باز بر

اے رسیدہ دست تو در بحر و بر

اے خدا مجھے سلامتی کے ساتھ ساحل تک پہنچا دیجئے، میرے نفس کی خواہشات کے سمندر میں طوفان آرہا ہے اور اس کے اندر میری کشتی ایمان و تقویٰ کی چل رہی ہے۔ مجھے اپنا ایک بہت پرانا شعر یاد آیا ؎

ہٹو میری نظروں سے امواجِ رنگیں

یہ کشتی پیا کے نگر جارہی ہے

یعنی اگر رنگین موجیں سامنے آجائیں اور یہ کشتی وہیں کھڑی ہو کر

تماشا دیکھنے لگے تو منزل طے ہو گی؟ اس لئے میں نے کہا ہے کہ اے رنگین موجو! میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ حسینوں کو رنگین موجوں سے میں نے تعبیر کیا ہے۔ یہ حسن فانی بڑے بڑوں کو اپنے چکر میں لے لیتا ہے اور بندہ اللہ سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد حسن بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ سب سڑنے گلنے والی لاشیں ہیں۔ قبروں میں دیکھو کہ ان حسینوں کا کیا حال ہے۔ اسی لئے میں نے کہا کہ ؎

یہ کشتی پیا کے نگر جارہی ہے

یعنی یہ کشتی اللہ کی طرف جارہی ہے، ہمارے پیارے اللہ کے پاس جارہی ہے۔ اس لئے حسینوں سے صرف نظر ضروری ہے ورنہ اگر ان حسین موجوں کی رنگینیوں میں پھنس گئی تو میرے ایمان و تقویٰ کی کشتی اللہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اسی لئے مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے ہیں کہ اے اللہ ساحل تک مجھے سلامتی سے پار کر دیجئے اور آپ سے ہم کیوں فریاد کر رہے ہیں؟ اس لئے کہ آپ ہی کی وہ ذات ہے جس کا دست قدرت خشکی میں بھی پہنچا ہوا ہے اور سمندروں میں بھی پہنچا ہوا ہے اس لئے بحر ہو یا بر جہاں بھی کوئی آفت آئے گی ہم آپ ہی کو پکاریں گے کیونکہ ہر جگہ آپ کی قدرت کام کر رہی ہے۔ کوئی سمندر کی گہرائی میں ڈوب جائے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کو صحیح سلامت نکالنے پر قادر ہے جس طرح

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا اور ان کو لے کر بھاگی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے مچھلی ! میرا بندہ یونس تیری خوراک نہیں ہے۔ میں نے تیرے پیٹ کو ان کے لئے قید خانہ بنایا ہے ، وہ تیرے پاس امانت ہیں ، ان کی حفاظت تیرے ذمہ واجب ہے۔ خبردار! ان کو پیسنا مت ۔ اور اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے معدے کا فعل روک دیا چنانچہ وہ صحیح سلامت رہے اور سمندر کی تہہ میں جب مچھلی گئی تو سمندر کی کنکریوں کو حکم دیا کہ اے کنکریو تم پڑھو :

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

تاکہ میرے پیغمبر کو پتہ چل جائے کہ اس وقت مجھے یہ وظیفہ پڑھنا ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ۔ پس اے اللہ اپنی اس قدرت کے صدقہ میں جو بحر و بر پر محیط ہے آپ ہماری کشتی ایمان و تقویٰ کو سلامتی سے پار لگادیجئے۔

اے کریم و اے رحیم سرمدی
درگذر از بدسگالاں ایں بدی

اے کریم اور اے رحیم سرمدی یعنی ہمیشہ رحم کرنے والے۔ اے اللہ آپ ہمیشہ کریم ہیں اور ہمیشہ رحیم ہیں ، ایسا نہیں ہے کہ آپ کا کرم کبھی آپ کی ذات سے الگ ہوجائے اور آپ کی رحمت کبھی آپ

کی ذات سے الگ ہوجائے لہذا جتنے لوگ مجھے ستانا چاہتے ہیں اور میرے بارے میں برائی کی سوچ رکھنے والے ہیں ان کے شر سے مجھے محفوظ فرما یعنی مجھ کو ان کے حوالے نہ فرما کیونکہ جس کو اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

اے بدادہ رائیگاں صد چشم و گوش
نے ز رشوت بخش کردہ عقل و ہوش

ارشاد فرمایا کہ رائیگاں معنی میں مفت کے ہے۔

مولانا رومی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ آپ نے ہم کو آنکھیں اور کان مفت میں دے دیئے اور آنکھوں کی بینائی اور کان کی شنوائی کی طاقتوں کے خزانے بھی آپ نے ہمیں مفت میں دیئے ہیں اور عقل و ہوش بھی ہم کو مفت میں عطا فرمادئیے جن کی بدولت ہم بھلے بُرے کی تمیز کرتے ہیں ورنہ اگر عقل صحیح نہ ہو تو آدمی جانور سے بدتر ہوتا ہے اور آپ نے ان نعمتوں کا ہم سے کوئی معاوضہ بھی نہیں لیا نہ ہمارے ماں باپ سے مانگا کہ تم ہمیں اتنا پیسہ دو یا اتنی عبادت کرو، یا اتنا صدقہ خیرات کرو تب میں تمہیں اولاد دوں گا، اور ان کو آنکھیں اور کان دوں گا۔ اے کریم آپ نے اپنی مخلوق پر بدون معاوضہ انعامات کی بارش فرمادی کیونکہ آپ احتیاج سے پاک ہیں اور ساری مخلوق آپ کی محتاج ہے۔ آپ اپنی

مخلوق پر کرم فرماتے ہیں اور مخلوق سے مستغنی ہیں۔

پیش ز استحقاق بخشیدہ عطا
دیدہ از ما جملہ کفران و خطا

اے اللہ آپ ہمارے پیدا کرنے سے پہلے جانتے تھے کہ ہم کیا کیا کرنے والے ہیں، کیسی کیسی نالائقیاں اور کیسے کیسے گناہ ہم کریں گے لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنی عطاؤں سے ہمیں محروم نہیں فرمایا اور استحقاق کے بغیر ساری چیزیں عطا فرمادیں۔ اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا یہ نوکر آئندہ ہم سے بے وفائی کرے گا یا خیانت کرے گا یا بغاوت کرے گا تو ہم اس کے ساتھ کوئی عنایت نہیں کرسکتے لیکن اے اللہ آپ کو ہماری تمام نالائقیوں کا علم تھا اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا تو سب کچھ علم کے ہوتے ہوئے کہ یہ جھوٹ بولے گا، عورتوں کو بُری نظر سے دیکھے گا، نماز میں سستی کرے گا آپ نے ہمیں بینائی، شنوائی وغیرہ بے شمار نعمتیں بخش دیں۔ آپ کا کتنا کرم ہے کہ ہماری تمام نافرمانیوں کو دیکھتے ہوئے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا کر کے ایمان سے نوازا ورنہ کسی عیسائی یا یہودی یا ہندو کے ہاں پیدا کردیتے تو ہم کیا کرلیتے۔ رام پرشاد کے ہاں پیدا ہوتے تو ہم لوگ بتوں کو پوج رہے ہوتے اور کسی چمار کے یہاں ہوتے تو سور چرا رہے ہوتے۔ اے اللہ آپ کے بے پایاں

احسان و کرم کا صدقہ ہے کہ ہماری نالائقیوں کا علم ہوتے ہوئے بھی اپنے فضل و کرم کی ہم پر بارش فرمادی۔

اے عظیم از ما گناہان عظیم
تو توانی عفو کردن در حریم

اے اللہ اگر ہمارے گناہ عظیم ہیں تو آپ ہمارے گناہوں سے کہیں زیادہ عظیم ہیں۔ ہمارے گناہوں کی عظمتیں آپ کی عظمتوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتیں۔ چاہے زمین و آسمان ہمارے گناہوں سے بھر جائیں لیکن آپ کی عظمتوں کے سامنے وہ ایک ذرہ کے برابر بھی نہیں کیونکہ آپ کی عظمتیں غیر محدود اور ہمارے گناہ محدود ہیں اور کثیر محدود بھی غیر محدود کے سامنے ایک بے حقیقت اقلیت ہوتا ہے۔ پس اگر حرم کعبہ کے اندر بھی ہم سے کوئی گناہ عظیم ہوجائے تو اے اللہ آپ اس کو بھی معاف کرنے پر قادر ہیں کیونکہ بڑے سے بڑا گناہ بھی آپ کی رحمت سے بڑا نہیں ہوسکتا اس لئے آپ اس کو بھی معاف کرسکتے ہیں کیونکہ آپ قادر مطلق ہیں۔ سبحان اللہ ! مولانا رومی نے اللہ تعالیٰ کی کیا عظمت بیان کی۔

درس مناجات رومی

۵ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۹۱ء بروز جمعرات
بعد نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

ما ز حرص و آز خود را سوختیم
ویں دعا را ہم ز تو آموختیم

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی بارگاہ حق تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں کہ اے خدا ہم نے حرص اور طمع اور شہوتوں سے خود کو سوختہ کردیا یعنی ہم نے لالچ اور شہوت اور نفسانیت سے اپنے کو جلا کے خاک کردیا۔ کیونکہ ہر گناہ سے آگ پیدا ہوتی ہے، ہر گنہگار تڑپتا رہتا ہے، بے چین رہتا ہے۔ اسی لئے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

گنہگاروں کی دنیا کس قدر اندھیری ہے اور اللہ کے نیک بندوں کی دنیا انوار سے بھری ہوئی ہے ؎

شاہوں کے سروں میں تاج گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہل صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

اہل تقویٰ اور اہلِ معصیت دونوں کے چہروں سے پتہ لگ جاتا ہے کہ اہل تقویٰ کے دلوں میں سکون و اطمینان کی سلطنت ہے اور اہل معصیت کے دلوں میں بے سکونی اور بے چینی کا راج ہے۔ عاشقان خدا اللہ تعالیٰ کے نور میں غرق ہیں اور اہل رومانٹک بے چینی کے بحر اٹلانٹک میں غرق ہیں۔ جنہوں نے نفس کی بات مانی انہیں پل بھر کو چین نہیں ملتا۔ اسی لئے مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ نفس نے ہم کو جلا کے خاک کردیا لیکن یہ دعا بھی ہم نے آپ ہی سے سیکھی ہے کہ:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا
وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ

(احقر جامع عرض کرتا ہے کہ مندرجہ ذیل ملفوظ حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے جزیرہ ری یونین خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سینٹ پیر میں ۳۰ جون ۱۹۹۸ء کو بیان فرمایا۔ احباب ری یونین کی دعوت پر حضرت مرشدی دامت برکاتہم کا یہ پانچواں سفر تھا۔ اس مضمون کو سن کر بعض بڑے علماء جو اس وقت وہاں موجود تھے وجد میں آگئے اور فرمایا کہ اس آیت کی ایسی تشریح نہ ہم نے کہیں

دیکھی نہ سنی۔ لہٰذا موضوع کی مناسبت کی وجہ سے یہ مضمون یہاں شامل کیا جاتا ہے۔ جامع)

جب کوئی بادشاہ خود معافی کا مضمون بتائے تو یہ دلیل ہے کہ وہ معاف کرنا چاہتا ہے اور ہماری بگڑی کو بنانا چاہتا ہے۔ اے اللہ آپ احکم الحاکمین ہیں، سلطان السلاطین ہیں آپ کا یہ معافی کا مضمون نازل فرمانا گویا آپ کی طرف سے اعلان ہے کہ فکر نہ کرو تمہاری بربادی کی منتہا کو یعنی تمہاری منتہائے تخریب اور منتہائے بربادی کو ہم اپنے ارادۂ تعمیر کے نقطۂ آغاز سے درست کر سکتے ہیں، ہم سو برس کے کافر اور ڈاکو کو پل بھر میں ولی اللہ بنا سکتے ہیں ؎

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبر صد سالہ ہو فخرِ اولیاء

پس رَبَّنَا ہی میں آپ نے اپنی محبت کا رس گھول دیا، ربنا کہلا کر اپنی محبت کی چھری سے ہمیں ذبح کر دیا کہ اے ظالمو میں تمہارا پالنے والا ہوں، کہیں اپنے پالنے والے کی بھی نافرمانی کی جاتی ہے۔ اپنے پالنے والے کی نافرمانی کرنا انتہائی بے وفائی، بے غیرتی اور کمینہ پن ہے، تم کتنے بے غیرت ہو کہ اپنے پالنے والے کو ناراض کرتے ہو اور ربنا کلی مشکک ہے اور کلی مشکک وہ کلی ہے جس کے افراد متفاوت المراتب ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہر شخص کا ربنا الگ الگ ہے۔ اولیاء

صدیقین کا ربنا الگ ہے، عام مؤمنین کا ربنا الگ ہے، گنہگاروں کا ربنا الگ ہے، ہر ایک کا ربنا بقدر اس کی ندامت کے الگ الگ ہوگا اور ہر شخص کی ندامت بقدر اس کے تعلق اور محبت کے الگ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے جس کو جتنا شدید تعلق ہوگا اتنی ہی شدید ندامت اس کو ہوگی اور جتنی شدید ندامت ہوگی قلب کی اتنی ہی گہرائی سے اس کا ربنا نکلے گا۔ لہٰذا ربنا کے افراد متفاوت المراتب ہیں۔

اور ربنا ظلمنا...... الخ اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کے لئے نازل فرمایا ہے۔ یہ ملائکہ کے لئے نہیں ہے کیونکہ ان سے خطا نہیں ہوتی، وہ معصوم الفطرت ہیں لہٰذا یہ ہمارے لئے بذریعہ بابا آدم علیہ السلام عطا فرمایا۔ گنہگاروں کے لئے معافی کا یہ سرکاری مضمون ہے جس کے ایک ایک لفظ میں پیار ہے ورنہ مجرم کو سخت الفاظ میں ڈانٹتے ہیں کہ معافی مانگ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیار سے سمجھایا ہے کہ تم سے خطا ہوجائے تو کہو ربنا اے ہمارے پالنے والے۔ ان کلماتِ استغفار میں ہی تمہیں ہمارا پیار مل جائے گا۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا پیار نہیں ہے کہ ربنا سکھا کر اپنا رشتہ بتادیا کہ ہم تمہارے کیا لگتے ہیں ورنہ خالی اللّٰھم بھی سکھا سکتے تھے لیکن یہاں ربنا سکھایا تاکہ میرے بندوں کو معافی کی امید ہوجائے کیونکہ پالنے والا جلد معاف کردیتا ہے جیسے ماں باپ بچوں کو جلد معاف کردیتے

ہیں۔ ربنا سکھا کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں امید دلادی کہ گھبراؤ مت، ہم تمہارے پالنے والے ہیں، تمہاری جلد معافی ہوجائے گی۔ اگر ہمیں تم کو معاف کرنا نہ ہوتا تو ہم تم سے ربنا نہ کہلاتے۔ جب باپ اپنے بچے کو سکھائے کہ یوں کہو کہ اے میرے ابو مجھے معاف کردیجئے تو معلوم ہوا کہ باپ کا ارادہ معافی ہی دینے کا ہے ورنہ سزا کا یہ عنوان نہیں ہوتا۔ اگر باپ بیٹے کو ڈنڈے لگانا چاہتا ہے تو یہ نہیں سکھائے گا کہ کہو یا ابوی بلکہ دوڑا لے گا کہ ٹھہر نالائق ابھی تیری پٹائی لگاتا ہوں۔ یا ابوی سکھانا دلیل ہے باپ کی شفقت کی اور ربنا سکھانا دلیل ہے حق تعالیٰ کی شفقت اور رحمت کے نزول کی۔ لہٰذا یہاں اللہ تعالیٰ کا یہ سکھانا کہ مجھے صرف اللہ نہ کہو، خالی رب بھی نہ کہو بلکہ کہو ربنا اے ہمارے پالنے والے، یہ پیار کا جملہ دلیل ہے کہ باوجود تمہاری خطاؤں کے اب ہم تمہیں پیار کرنے والے ہیں، تمہارے گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں، اب تمہیں اپنا پیارا بنانے والے ہیں۔ ربنا سکھا کر گناہوں سے معافی بھی دے دی اور ربنا کا مزہ اور نشہ بھی دے دیا۔ گنہگاروں کو مزہ دے دے کر معافی دے رہے ہیں ورنہ مزہ دینا اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجب نہیں۔ فضلاً و احساناً گنہگاروں کو معافی کا سرکاری مضمون ایسا دیا کہ میرے بندوں کو ربنا کہنے کا مزہ بھی آجائے۔ جب کوئی بچہ کہتا ہے کہ میرے ابو تو کیا اس بچہ کو مزہ نہیں آتا، تو میرے ربا کہنے میں کیا

بندہ کو مزہ نہیں آئے گا؟ ربنا کہنے کا مزہ الگ ہے ظلمنا کہنے کا مزہ الگ ہے، انفسنا کہنے کا مزہ الگ ہے، جو ابھی بیان کروں گا جو میرا مالک میرے دل کو عطا فرما رہا ہے۔ ہر ہر لفظ میں مزہ ہی مزہ ہے، مزے کا سمندر بھرا ہوا ہے، محبت کا رس بھرا ہوا ہے۔ کیا کہوں کیسا کریم مالک ہے کہ اپنے گنہگار بندوں کو معافی کا سخت مضمون نازل نہیں فرمایا بلکہ استغفار کے کلمات میں بھی لطف اور مہربانی اور کرم اور پیار اس ارحم الراحمین نے رکھ دیا۔

پہلے ربنا سے اور اس کے بعد ظلمنا سے ہمارے اعتراف ظلم کو اور سنگین کردیا، ہماری ندامت کو اور زیادہ کردیا کہ تم اپنے پالنے والے کی نافرمانی کرتے ہو، جس کی روٹی کھاتے ہو اسی کو ناراض کرتے ہو۔ جس کی روٹی سے تمہارے جسم میں خون بنتا ہے، خون تو لال تھا لیکن وہی خون تمہاری آنکھوں میں نور سے تبدیل ہوگیا، کانوں میں وہی خون قوت سامعہ سے تبدیل ہوگیا، ناک میں وہی خون قوت شامہ بن گیا، زبان میں وہی خون قوت ذائقہ بن گیا، سفید بالوں کو وہی خون سفیدی دیتا ہے اور کالے بالوں کو سیاہی دیتا ہے اور تمام اعضا میں جاکر ان اعضا کی قوت میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ میری روٹیوں سے تمہارے جسم کے کارخانہ میں قوتوں کا خزانہ پیدا ہورہا ہے اور میری روٹیاں کھاکر تم میری ہی نافرمانی کرتے ہو لہٰذا کہو ربنا ظلمنا اے ہمارے پالنے والے آپ ہی کی ربوبیت سے ہم

جیتے ہیں اور آپ ہی کی ربوبیت سے ہم جینے کی طاقت پاتے ہیں۔ پس ہم ظالم ہیں، کتنے سخت ظالم ہیں کہ اپنے پالنے والے کی روٹیاں کھا کر اسی کی مرضی کے خلاف کام کرتے ہیں ۔لہٰذا اپنے پالنے والے سے اپنے ظلم کا اعتراف کرو۔ اس استغفار میں بھی ڈانٹ نہیں ہے، مزہ ہی مزہ ہے کہ پہلے ربنا کہنے کا مزہ لوٹو کہ ہم تمہارے کیا لگتے ہیں اور تم نے کس کی نافرمانی کی ہے پھر ظلمنا کا مزہ لوٹو کہ اس اعتراف ظلم میں بھی مزہ ہے۔ کیا کہوں اہل عشق سے پوچھو کہ عاشقوں کو اپنی خطاؤں کے اعتراف میں اور محبوب سے معافی مانگنے میں کیا مزہ آتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں کو یہی مزہ عطا فرمارہے ہیں کہ کہو ہم بڑے ظالم اور نالائق ہیں کہ آپ جیسے پالنے والے مالک کو ناراض کررہے ہیں۔ ظلمنا سے پہلے اپنی صفت ربوبیت بیان کرکے اللہ تعالیٰ نے ہمارے گناہوں کی ندامت کو اور زیادہ قوی کردیا کہ اپنے پالنے والے کی نافرمانی کرنا نہایت غیر شریفانہ حرکت ہے۔ربنا کی وجہ سے ہمارا ظلمنا بھی قوی ہوگیا ، ہماری ندامت کو بڑھا کر قرب ندامت کو بھی بڑھا دیا کیونکہ قرب ندامت بقدر ندامت اور نزول رحمت بقدر ندامت ہوتا ہے ۔ جتنی زیادہ ندامت ہوگی اتنا ہی زیادہ تجلیات مغفرت اور تجلیات رحمت کا نزول ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ ظَلَمْتُ کیوں نہیں سکھایا ظلمنا کیوں سکھایا۔ تو جواب یہ ہے کہ کبھی نگاہ نامحرموں کو دیکھ کر گناہ کرتی ہے،

کبھی زبان ان سے باتیں کر کے یا حرام غذا چکھ کر گنہگار ہوتی ہے، کبھی کان نامحرموں کی آواز سن کر یا گانے سن کر مزہ لیتے ہیں، کبھی ہاتھ حسینوں کو چھو کر مجرم ہوتے ہیں، کبھی پاؤں ان کی گلی میں جا کر حدود اللہ سے تجاوز کرتے ہیں غرض بجمیع اعضائنا ہم ظلم کرتے ہیں تو ظلمنا کا حکم اس لئے دیا کہ گویا ہمارے جمیع اعضاء مل کر معافی مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پالنے والے ہمیں معاف کر دیجئے۔

اور انفسنا میں ایک معرفت عطا فرمائی کہ گناہ کر کے تم نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا۔ تمہارے ظلم اور تمہارے گناہ کا نقصان تمہیں کو پہنچا۔ اگر ساری دنیا کافر، سرکش اور نافرمان ہو جائے تو اللہ کی عظمت میں ایک ذرہ کمی نہیں آسکتی اور ساری دنیا ایمان لا کر سجدہ میں گر جائے تو اللہ کی عظمت میں ایک ذرہ اضافہ نہیں ہو سکتا۔ تمہارے گناہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے لہٰذا تمہیں معاف کرنا ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں۔ معاف کرنا اس کو مشکل ہوتا ہے جس کو کوئی نقصان پہنچ جائے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا اس آیت کی تفسیر کرتی ہے یَا مَنْ لَا تَضُرُّہُ الذُّنُوْبُ اے وہ ذات جس کو ہمارے گناہوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچا وَلَا تَنْقُصُہُ الْمَغْفِرَۃُ اور ہمیں بخش دینے سے جس کے خزانۂ مغفرت میں کوئی کمی نہیں آتی فَاغْفِرْ لِیْ مَا لَا یَضُرُّکَ لہٰذا میرے گناہوں کو جو آپ کو کچھ مضر

نہیں معاف کر دیجئے وَ هَبْ لِیْ مَا لَا يَنْقُصُكَ اور آپ کی مغفرت کا وہ خزانہ جو کبھی ختم نہیں ہوتا ہمیں بخش دیجئے۔

پس الفسنا سے ہماری ندامت کو اور بڑھا دیا کہ گناہ سے تم نے اپنا ہی نقصان کیا لہٰذا اب کہو وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا اگر آپ ہمیں نہیں معاف کریں گے تو ہم کہاں جائیں گے۔ ہمارا کوئی ٹھکانہ بھی نہیں ہے، آپ کے در کے سوا کوئی اور دروازہ بھی نہیں ہے ۔

و ان کان لا یرجوك الا محسنٌ
فمن ذا الذی یدعوا و یرجوا المجرم

اگر نیکوکار ہی آپ سے امید رکھ سکتے ہیں تو کون ہے وہ ذات جس کو مجرم اور گنہگار پکارے ۔

نہ بخشے سوا نیک کاروں کے گر تو
کہاں جائے بندہ گنہگار تیرا

اس کے بعد وَ تَرْحَمْنَا کا مزہ لوٹو کہ مغفرت کے بعد سزا سے تو بچ گئے لیکن سزا سے بچنا کافی نہیں ، ہم آپ کی رحمتوں کے بھی محتاج ہیں ، ہم پر عنایات بھی کیجئے۔ اگر کوئی کہدے کہ جاؤ معاف کردیا لیکن خبردار اب کبھی میرے سامنے نہ آنا تو تغفرلنا اس کا ہوگیا لیکن ترحمنا نہیں ہوا۔ ترحمنا کہلا کر اللہ تعالیٰ نے یہ سکھایا کہ تم میری عنایات کے بھی محتاج ہو۔ اگر میں خالی تمہاری سزاؤں کو

معاف کردوں لیکن اپنی رحمتوں سے محروم رکھوں تو بھی تمہارا کام نہیں بنے گا۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رحمت میں چار نعمتیں پوشیدہ ہیں (۱) گناہوں کی وجہ سے ہماری توفیق طاعت کم ہوگئی تھی، عبادت کا مزہ چھن گیا تھا لہٰذا اب توفیق طاعت کو دوبارہ جاری فرمادیجئے اور (۲) فراخی معیشت بھی عطا فرمائیے کیونکہ گناہوں کی وجہ سے روزی میں کمی آجاتی ہے، رزق میں برکت نہیں رہتی اور (۳) بے حساب مغفرت فرمائیے اور (۴) دخول جنت نصیب فرمائیے۔

اور علامہ آلوسی نے بھی روح المعانی میں رحمت کی عجیب و غریب تفسیر کی ہے کہ جب گناہوں کی معافی ہوگئی اور ہمارے گناہ کے آثار و شواہد ختم کردئے گئے اور مغفرت بھی ہوگئی اور ہمارے گناہوں کو اللہ نے مخلوق سے چھپا دیا اور نیکیوں کو ظاہر فرما دیا لہٰذا اب ہم پر اپنی رحمت کا نزول بھی فرمائیے تفضل علینا بفنون الآلاء مع استحقاقنا بافانین العقاب (روح ۱۱ پ ع) ہم پر طرح طرح کی نعمتوں کی بارش فرمائیے باوجود اس کے کہ ہم طرح طرح کے عذابوں کے مستحق تھے جیسے چھوٹے بچے کی جب معافی ہوجاتی ہے تو باپ سے کہتا ہے کہ ابو اب مجھے ٹافی بھی دیجئے، سائیکل بھی دلائیے، کلفٹن کی سیر بھی کرائیے۔ اسی طرح اللہ میاں ہمیں سکھارہے

ہیں کہ جب میں نے تمہیں معاف کردیا، اور تمہاری مغفرت فرمادی اور میں تم سے خوش ہوگیا تو اب مجھ سے مانگو کہ اپنی رحمتوں کی ہم پر بارش فرمادیجئے۔

وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا کے ایک جملہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سارے غیر اللہ سے کاٹ دیا کہ سارے عالم سے ناامید ہوجاؤ۔ اگر ساری دنیا تمہیں معاف کردے تو تمہارا ذرہ برابر فائدہ نہیں۔ جب ہم معاف کریں گے تب تمہاری معافی ہوگی۔ میرے سوا اور کون تم کو معاف کرسکتا ہے۔ اگر امریکہ جاپان جرمن سب مل کر سلامتی کونسل میں اعلان کردیں کہ فلانے مجرم کو معاف کردیا گیا تو کیا تمہاری معافی ہوجائے گی وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ اللہ کے سوا کون ہے جو تم کو معافی دے دے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ سکھارہے ہیں کہ اگر آپ ہمیں معاف نہیں کریں گے اور اپنی رحمتوں کی نوازش ہم پر نہیں فرمائیں گے تو لام تاکید بانون ثقیلہ سے کہو لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ہم بہت زبردست خسارے میں پڑ جائیں گے، اتنا بڑا خسارہ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں لہٰذا ہمیں خسارہ والوں میں نہ کیجئے۔ معلوم ہوا کہ ایک قوم ایسی ہے جو خسارہ میں ہے اور اس کی دلیل وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ہے کہ سارے انسان خسارہ میں ہیں اور اس خسارہ سے مستثنیٰ کون ہیں اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو ایمان لائے اور عمل صالح

کیا اور ہمارا گناہ عمل صالح کے خلاف ہے اور خسارہ والوں سے استثنیٰ انہیں لوگوں کا ہے جو مومن بھی ہوں اور عمل صالح بھی کرتے ہوں اور دعوۃ الی اللہ بھی دیتے ہوں، تواصوا بالحق امر بالمعروف اور تواصوا بالصبر نہی عن المنکر ہے لہٰذا اے اللہ اگر آپ کی صفت مغفرت و رحمت ہم پر مبذول نہ ہوگی یعنی اگر آپ ہمیں معاف نہیں کریں گے اور ہم پر رحم نہیں فرمائیں گے تو لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ہم انہیں خسارہ والوں میں مِنْ تبعیضیہ بن کر داخل ہو جائیں گے یعنی ان خسارہ والوں کا جز بن جائیں گے اور یقیناً بڑے خسارے میں پڑ جائیں گے کہ کوئی ہمارا ٹھکانہ نہ ہوگا ؎

اٹھا کر سر تمہارے آستاں سے
زمیں پر گر پڑا میں آسماں سے

اور یہ کلام اللہ کی بلاغت ہے کہ من الخسرین فرمایا۔ اگر صرف خسرین نازل ہوتا تو یہ بلاغت پیدا نہ ہوتی مِنْ تبعیضیہ ہے اور الف لام استغراق کا ہے جس سے وہ تمام اقوام خسرین اس میں شامل ہوگئیں جن پر ان کے ظلم کے سبب عذاب نازل ہوا۔ اس میں قوم لوط اور قوم عاد و ثمود اور جملہ اقوام خسرین آگئیں جس کے معنی یہ ہوئے کہ اے رب اگر آپ نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم ان خائب و خاسر قوموں کا ایک جز بن جائیں

گے لنکونن من الخسرین میں کیا مزہ ہے، مانگ مانگ کر یہ مزہ لوٹ لو جیسے کوئی بچہ باپ سے کہے کہ ابو اگر آپ مجھے معاف نہیں کریں گے اور مجھ پر رحم نہیں کریں گے تو میرا اور ہے کون۔ میں تو بہت خسارہ میں پڑ جاؤں گا۔ لہٰذا کوشش کرو اور جان کی بازی لگادو کہ کوئی گناہ نہ ہو لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ خطا بر بنائے بشریت ہوگی لہٰذا ربنا ظلمنا کی رٹ لگائے رہئے کیونکہ ہماری ہر سانس مجرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت غیر محدود ہے اور ہماری طاقتِ اطاعت اور طاقتِ تقویٰ محدود ہے۔ تو محدود طاقتیں غیر محدود کا حق کیسے ادا کرسکتی ہیں اس لئے ہماری ہر سانس ربنا ظلمنا کی محتاج ہے۔

حرمت آں کہ دعا آموختی
در چنیں ظلمت چراغ افروختی

اے اللہ آپ کے اس فضل کی حرمت کا صدقہ کہ آپ نے قرآن پاک میں دعا مانگنا سکھادیا اور دعا سکھا کر ہمارے گناہوں کے اندھیروں میں آپ نے امید کا چراغ روشن فرمادیا۔

دستگیر و رہنما توفیق دہ
جرم بخش و عفو کن بکشا گرہ

اے رب ہماری مدد فرمایئے اور صراط مستقیم یعنی صحیح راستہ

دکھائیے اور اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائیے یعنی جو اعمال آپ کی منزل سے قریب کرنے والے ہیں ان پر عمل کی اور جو آپ سے دور کرنے والے ہیں ان سے بچنے کی راہ کو آسان فرما۔ علماء اور محدثین نے توفیق کی تین تعریفیں لکھی ہیں:

[۱] توجیہ الاسباب نحو المطلوب الخیر۔ توجیہ وجہٌ سے ہے جس کے معنی ہیں چہرہ سامنے کردینا یعنی خیر کے اسباب سامنے آجائیں جیسے کسی بزرگ کے پاس آنے جانے لگے اور اس طرح یہ بھی اللہ والا ہوجائے۔ یہ ہے خیر کے اسباب پیدا ہونے کی ایک مثال۔

[۲] تسہیل طریق الخیر و تسدیدطریق الشر یعنی خیر کے راستوں کو اللہ آسان کردے اور گناہوں کے راستوں کو مشکل کردے مثلاً کسی خانقاہ یا مسجد کے پاس کسی کو گھر مل جائے اور یہاں سے دینی باتیں سننے کی توفیق ہوگئی اور کسی اللہ والے کی صحبت نصیب ہوگئی تو نیک کام اس کو آسان ہوگئے ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ خیر کے راستے پیدا فرمادیتے ہیں۔ اسی طرح کوئی گناہ کے راستے پر چلنا چاہتا ہے لیکن دل میں پریشانی آجاتی ہے جس سے گناہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ یہ ہے شر کے راستوں کو مسدود کرنے کی مثال۔

[۳] خلق القدرة علی الطاعة یعنی اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کے لئے قوت پیدا کردے۔ یہ تینوں تعریفیں مولانا سید اعزاز علی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہیں جو دیوبند کے بہت بڑے عالم تھے۔

مولانا رومی عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ آپ مدد کردیجئے کہ آپ مدد کرنے والے اور راستہ دکھانے والے ہیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر منزل تک پہنچا بھی دیجئے اور میری خطاؤں کو معاف فرمادیجئے، میرے جرائم کو بخش دیجئے اور میرا نفس آپ کی راہ میں مشکلات پیدا کرتا ہے آپ ان کو دور فرمادیجئے۔

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سر مکن پیدا مکن

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے عشا کی نماز کے بعد یہ شعر پڑھنا شروع کیا اور ساری رات حرم کعبہ میں اس کو پڑھ پڑھ کر روتے رہے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوگئی۔

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا اس بندہ کو رسوا نہ فرمایئے اگرچہ میں لاکھ گنہگار ہوں لیکن میرے گناہوں کے بھید کو اپنی مخلوق پر ظاہر نہ کیجئے۔ میرے عیوب کو اپنے دامن رحمت میں چھپائے رکھئے۔

اے خدائے راز دان خوش سخن
عیب کار بد ز ماں پنہاں مکن

اے اللہ آپ ہمارے راز کو جانتے ہیں اور آپ خوش سخن ہیں یعنی آپ کے کلام کا کیا کہنا ہے، ہمارے بُرے کاموں کے عیب کو ہم سے پوشیدہ نہ کیجئے بلکہ بُرے کاموں کی بُرائی آپ اپنے اس کلام عالی شان کے ذریعہ جو بغیر حروف و الفاظ کے پیدا ہوتا ہے ہمارے دل میں ڈال دیجئے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ بس صرف آواز نہیں آتی ورنہ دل میں ہر وقت باتیں ہوتی رہتی ہیں کہ یہ کرو، یہ نہ کرو، یہ کام اچھا ہے، وہ کام بُرا ہے۔ پس اے اللہ آپ کا کلام الفاظ و حروف کا محتاج نہیں، بُرے کاموں کی بُرائی آپ ہمارے دل میں ڈالتے رہئے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بُرائیاں ہمیں اچھی لگنے لگیں۔ جب انسان پر عذاب آتا ہے تو گناہ اچھے لگنے لگتے ہیں۔ مولانا رومی نے کتنی پیاری دعا مانگی ہے کہ گناہوں کی بُرائی کو ہم سے پوشیدہ نہ کیجئے یعنی بُرائی کو بُرائی ہی کے طور پر دکھائیے، ایسا نہ ہو کہ ہم گناہوں کو اچھا سمجھنے لگیں جیسے گلاب جامن میں کوئی جمال گوٹہ کا قطرہ ڈالدے تو جمال گوٹہ نظر تو نہیں آتا لیکن گلاب جامن کھانے کے بعد پھر اپنا کام دکھاتا ہے اور دست پر دست شروع ہوجاتے ہیں گویا دست بدست جنگ کا عالم ہوتا ہے جس پر

میں نے مزاحاً ایک شعر کہا ہے کہ ؎

دست بدست جنگ کا عالم

کیا غضب کا جمال گوٹہ تھا

میرے ایک دوست ڈاکٹر تھے۔ کہنے لگے کہ جن دنوں میں الٰہ آباد میڈیکل کالج میں پڑھ رہا تھا، میری اماں نے میرے لئے خستہ پکا کر بھیجا۔ کالج کے لڑکوں نے میری غیر موجودگی میں تالہ توڑ کر میرا خستہ کھا لیا تو میں نے دل میں کہا کہ اچھا بدلہ لوں گا۔ لہٰذا میں گلاب جامن لے آیا اور ہر گلاب جامن میں انجکشن کے ذریعہ سے جمال گوٹہ کا ایک قطرہ عرق ڈال دیا۔ کالج کے لڑکوں کے منہ کو حرام مزہ لگا ہوا تھا، جامنوں کو دیکھ کر تو ان کے مزے آگئے۔ خستہ خستہ گلاب جامن کھا تو گئے لیکن برجستہ دست آنے لگے۔ اب سب لوٹا لے کر دوڑ رہے ہیں۔ میڈیکل کالج کے پرنسپل نے جو دیکھا کہ یہ لوگ لوٹا لے کر دوڑتے ہیں اور واپس آکر زمین پر لوٹا رکھنے نہیں پاتے کہ دوبارہ دوڑتے ہیں، اس نے کلکٹر کو فون کیا کہ میرے کالج میں ہیضہ پھیل گیا ہے، فوراً ہیلتھ آفیسر کو بھجوائیے۔ لہٰذا ہیلتھ آفیسر لال دوا لے کر دوڑا ہوا آیا لیکن وہاں ہیضہ کہاں تھا، کچھ اور ہی معاملہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس کے بعد وہ اپنا کھانا بغیر تالے کے رکھا کرتے تھے لیکن پھر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ

ان کی کوئی چیز چھولے۔

اسی طرح جب شہوت کا غلبہ ہوتا ہے تو گناہ کی لذت کے سامنے اس کا نقصان اور بُرائی نظر نہیں آتی۔ اسی لئے مولانا دعا فرمارہے ہیں کہ اے اللہ گناہوں کی بُرائیوں کو ہم پر ظاہر فرمادیجئے تاکہ گناہوں سے بچنا ہمیں آسان ہوجائے۔

اب دعا کرلو کہ یا رب العالمین حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ درس جو ہمارے بزرگوں نے دیا اختر نے اس کی نقل کی ہے آپ اپنی رحمت سے اصل کی برکت سے اس میں فیض اور اثر اور برکت ڈال دیجئے۔ ہم سب کی روحوں کو اپنے پر فدا کرلیجئے، اے اللہ ہماری ہر سانس کو اپنی ذات پاک پر فدا ہونے کی توفیق دے کر ہماری زندگی کو قیمتی بنادیجئے، ایک سانس بھی اپنی ناراضگی میں ہمیں نہ گذارنے دیجئے اور ہماری زندگی کو حقیر اور ذلیل نہ کیجئے۔ اے اللہ ہم آپ کو ناراض کرکے دنیا میں جانور سے بھی زیادہ بدتر ہوجاتے ہیں کیونکہ جانور کو آپ نے عقل نہیں دی، ہم کو آپ نے عقل دی ہے، پھر بھی ہم آپ کو ناراض کرتے ہیں۔ آپ کو اپنا رب مان کر، آپ پر ایمان لاکر بھی ہم آپ کی ناراضگی کے اعمال کی جرأت کرتے ہیں۔ آپ اپنی رحمت سے اس مثنوی شریف کے درس کو قبول فرمائیے اور اس کی برکت سے مولانا رومی کی روحانیت کے صدقے میں اپنا عشق کامل، اپنی محبت کامل ہمیں عطا

فرمائیے ، ہمارا دل اللہ والوں کا دل بنا دیجئے ، اے اللہ اس سینہ میں دل بدل دیجئے ، پاپی دل کو اللہ والا دل اپنی رحمت سے بنا دینا آپ پر کچھ مشکل نہیں۔ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے دل کو اللہ والا دل بنادیجئے بلکہ اولیاء صدیقین کی جو آخری سرحد ہے اس تک پہنچا دیجئے کیونکہ ہماری زندگی کے چند دن رہ گئے ہیں، ہم سب کی حیات کو اللہ والی حیات بنا کر اور اپنے دوستوں کو اپنے نام کی جو لذت آپ عطا فرماتے ہیں کہ جس سے ہفت اقلیم کی سلطنت ان کی نگاہوں سے گر جاتی ہے ہم سب کو اپنی محبت کی وہی مٹھاس عطا فرمائیے۔ نفس و شیطان کی غلامی سے نکال کر اپنی پوری فرماں برداری کی زندگی عطا فرمادیجئے اور عالم اسلام کو اے اللہ آبرو عطا فرمائیے۔ خلیج کی جنگ کو مسلمانوں کے لئے مفید بنا دے، شر کو بھی خیر بنادے اور ظالموں کو ،یہود و نصاریٰ کو اور جملہ کفار کو جو مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں ان کے ظلم کے موافق سزا دے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم و صلى اللّٰه تعالىٰ علىٰ خير خلقهٖ محمد و اٰلهٖ و صحبهٖ اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين.

درسِ مناجاتِ رومی

۶ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۹۱ء بروز جمعہ بعد
نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

عیب کارِ نیک را منما بما
تا نہ گردیم از روش سر در ہبا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ جو نیک اور اچھے کام ہیں انہیں ہم کو بُرا مت دکھا یعنی اچھے کام کو اچھا دکھائیے، ایسا نہ ہو کہ اچھے کاموں کو ہم بُرا سمجھنے لگیں اور راہِ سلوک سے ہٹ کر گمراہی کے گرد وغبار میں سرگرداں اور پریشان ہوجائیں کیونکہ اگر آپ نے اچھے کاموں کو ہماری نگاہوں میں اچھا نہ دکھایا تو اندیشہ ہے کہ ہم اس کام کو چھوڑ کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک جائیں اور عمر بھر کی حیرانی و پریشانی میں مبتلا ہوجائیں کیونکہ جب کسی شامتِ عمل سے اچھے کام بُرے نظر آنے لگتے ہیں تو اللہ والے، خانقاہیں، پیری مریدی کو وہ کہتا ہے کہ ان چیزوں میں کیا رکھا ہے۔ اس کو اللہ والے اور ان سے تعلق رکھنے والے بے وقوف معلوم ہوتے ہیں، وہ حق اور باطل میں تمیز نہیں کرسکتا اور سچے اللہ والے اور جھوٹے پیر اس کو ایک ہی سے نظر

آتے ہیں۔ اس لئے کتنے لوگ شیخ کامل سے بدگمان ہوکر برباد ہوگئے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک عالم ایسا تھا کہ حکیم الامت کے تین تین گھنٹے کے اردو وعظ کو عربی میں لکھتا جاتا تھا، یہ انتہائی قابلیت کی بات ہے کہ اردو تقریر ہورہی ہے اور اس کو عربی میں لکھتا جا رہا ہے گویا اس کی عربی اور اردو میں کوئی فرق نہیں تھا لیکن اسی شخص نے بدگمانی کی اور تنخواہ بڑھوانے کے لئے درخواست دی۔ حضرت نے فرمایا کہ آج کل کچھ موقع نہیں ہے۔ بس بدگمان ہوگیا کہ خود تو پانچ روپے کا ناشتہ کرتے ہیں، خمیرہ چاٹ رہے ہیں اور ہماری تنخواہ نہیں بڑھا رہے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پھر شیخ کو اس نے ایسے بدتمیزی کے خط لکھے اور جو سلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو لکھتے تھے نعوذ باللہ وہ سلام اس نے مجدد زمانہ کو لکھا کہ السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ سلام ہو اس پر جو ہدایت کو قبول کرے۔ عقل پر ایسا عذاب آیا۔ آخر انتہائی پریشانی میں مبتلا ہوا، یہاں تک کہ فاقوں سے بھوکوں مرنے لگا۔ حضرت نے اس دشمن کو بھی حدیہ بھیجا لیکن ظالم نے واپس کردیا، یہ ہے تکبر۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ آخر میں وہ سر سے پیر تک کوڑھی ہوگیا۔ اس لئے اپنے دینی مربی کے بارے میں بہت محتاط رہو اور دعا کرتے رہو کہ اے خدا ہمیں اپنے مشائخ کی محبت کو عظمت کے ساتھ جمع

کرنے کی توفیق عطا فرما۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تُوقِّرُوْہُ میرے نبی کی توقیر کرو۔ معلوم ہوا کہ خالی شیخ کی محبت کافی نہیں ہے۔ محبت کو توقیر کے ساتھ جمع کرو مثلاً شیخ تو مشورہ دے رہا ہے کہ یہ کام اس طرح کرو اور مرید کہتا ہے کہ نہیں حضرت یہ اس طرح مناسب نہیں۔ یہ بات توقیر کے خلاف ہے جیسے ڈاکٹر کہے کہ یہ کیپسول تم چوبیس گھنٹے کے بعد کھانا اور مریض کہے کہ نہیں میں بھول جاتا ہوں اس لئے ابھی کھا لیتا ہوں۔ آپ بتایئے کوئی ڈاکٹر کے ساتھ ایسا کرے گا ؟ تو جس طرح دنیا میں ڈاکٹروں کی بات مانتے ہو، دین کے معاملے میں اپنے شیخ کی بات کو مان لو۔

مولانا کا یہ شعر اصل میں حدیث شریف کی ایک دعا سے مقتبس ہے یعنی اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا یا اللہ جو اچھی بات ہے اس کو ہمیں اچھا دکھایئے وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً اور جو باطل اور بُری چیزیں ہیں ان کو ہمیں بُرا دکھایئے یعنی جن چیزوں سے آپ خوش ہوتے ہیں بس ہماری نظر میں ان کو اچھا دکھا دیجئے اور جن باتوں سے آپ ناراض ہوتے ہیں ہماری نظر میں ان کو بُرا دکھادیجئے کیونکہ

از شراب قہر چوں مستی دہی
نیست ہارا صورت ہستی دہی

اے خدا جب آپ کسی کو اس کے گناہوں کی سزا میں قہر و

غضب کی شراب سے مستی دیتے ہیں تو فانی چیزیں اس کو بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ یہ فانی حسین شکلیں اور گندے اعمال اس کو اتنے اچھے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا ان سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی چیز ہے ہی نہیں اور یہ تقلیب ابصار اس کی سابقہ نافرمانی و سرکشی کے سبب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہیں کہ بے وجہ کسی کو عذاب میں مبتلا کریں لیکن یہ اس کی مسلسل نافرمانی اور گناہوں کی سزا ہوتی ہے کہ اس کو حق باطل اور باطل حق نظر آنے لگتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ شامل ہے کہ ؎

گہہ چوں کابوسے نماید ماہ را
گہہ نماید روضہ قعرِ چاہ را

کابوس کہتے ہیں ڈراونی شکل کو۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کا فضل نہ ہو تو چاند جیسے پیاری شکل نہایت ڈراونی معلوم ہوتی ہے اور کنویں کا اندھیرا اس کو باغ نظر آتا ہے۔ فساق و فجار اس کو اچھے معلوم ہوتے ہیں اور اللہ والے بُرے نظر آتے ہیں جیسے ابوجہل خبیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک نعوذ باللّٰہ بُرا لگتا تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چونکہ دل اچھا تھا اس لئے فرماتے ہیں کہ کان الشمس تجری فی وجھه صلی اللّٰہ علیه وسلم مجھے تو حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک اتنا پیارا لگتا تھا کہ جیسے آپ کے روئے انور میں آفتاب چل رہا ہو۔

اصل میں دل کی بدگمانی کی وجہ سے اللہ والے بُرے لگتے ہیں جیسے ایک عورت اپنے بچے کا پاخانہ صاف کررہی تھی، انگلی میں گو لگا ہوا تھا کہ اس کو چاند نظر آگیا۔ عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ تعجب کے وقت یا بات کرتے وقت ناک پر انگلی رکھ لیتی ہیں تو اس نے ناک پہ یوں انگلی رکھ کر کہا کہ اری بہن اس مہینے کا چاند تو بڑا بدبودار نکلا ہے۔ بات یہ ہے کہ اپنا عیب دوسرے میں نظر آتا ہے جیسے چور ہر شخص کو چور سمجھتا ہے۔

مولانا رومی نے مثنوی میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک طوطے نے تیل گرادیا تھا تو اس کے مالک نے غصہ میں اس کے ایک تھپڑ لگایا جس سے طوطے کے سر کے پر جھڑ گئے اور وہ گنجا ہوگیا۔ طوطے نے ناراض ہو کر بولنا چھوڑ دیا۔ ایک دن ایک شخص جو عمرہ کر کے آیا ہوا تھا سر منڈا کر، وہ دوکان کے پاس سے گذرا تو اس کو دیکھ کر طوطے نے کہا کہ اچھا! معلوم ہوتا ہے کہ تو نے بھی تیل گرایا ہے اور تیرے سر پر بھی کوئی جھانپڑ لگا ہے۔ جیسے اس طوطے نے اپنے اوپر قیاس کیا ایسے ہی اللہ کا کرم نہ ہو تو انسان اپنے بزرگوں سے بدگمان ہوجاتا ہے اور اس راہ میں اس سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں ہے کیونکہ بدگمانی سے فیض بند ہوجاتا ہے جیسے کٹ آؤٹ الگ

ہو جائے تو پاور ہاؤس سے بجلی آنا بند ہو جاتی ہے اس لئے شیطان کا سب سے بڑا حربہ یہ ہوتا ہے کہ سالک کے دل میں اس کے دینی مربی کی حقارت ڈال دے تاکہ یہ دین حاصل نہ کرسکے۔ پھر شیخ پر اس کو اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ بے موقع ڈانٹ دیتے ہیں، ضرورت سے زیادہ غصہ کرتے ہیں وغیرہ اس لئے جب پہلے مان چکے کہ شیخ متقی ہے، اللہ والا ہے اور بزرگانِ دین کا صحبت یافتہ، خلافت یافتہ اور ان کا معتمد علیہ ہے تو جس طرح چاہے تربیت کرے۔ اس کے پاس ایسے رہو جیسے مردہ بدست زندہ۔ جب وہ اللہ والا ہے تو اس کا کوئی کام خلافِ شریعت نہیں ہوگا۔ اس کا نام ہے اندھی تقلید لیکن یہ اندھی تقلید بیداری کی تقلید سے افضل ہے کیونکہ اس کو فنا فی الشیخ کا مقام مل رہا ہے، اس نے اپنی رائے کو شیخ کی رائے میں فنا کردیا۔ ہاں اگر شریعت کے خلاف کوئی حکم دے کہ تم آج مغرب کی تین کے بجائے چار رکعات پڑھو تو ایسے شیخ کو دور ہی سے سلام کرو کیونکہ جو شیخ شریعت میں مداخلت کرے وہ اللہ والا نہیں ہوسکتا لیکن اگر وہ یہ کہدے کہ آج نفلیں چھوڑ دو یا وظیفہ کم کردو یا خانقاہ میں جھاڑو لگاؤ یا نمازیوں کے جوتے سیدھے کرو تو فوراً مان لو، یا یہ کہدے کہ تم غصہ چھوڑ دو، اپنے کو مٹادو تو یہ مت سمجھو کہ ہم کو غصہ کرنے کا شرعی حق حاصل ہے۔ یا اگر شیخ کسی مرید کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ یہ متکبر ہے اور ساری دنیا اسے متواضع کہے تو

سمجھ لو کہ شیخ کا ایکسرے صحیح ہے اور ساری دنیا کی تشخیص غلط ہے۔ جو شخص شیخ کی تشخیص کو غلط سمجھتا ہے اور اس کی تجویز اور مشورہ پر عمل نہیں کرتا وہ اس راہ میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ راستہ بہت نازک ہے۔ شیخ کے خلاف کر کے اس کا قلب مکدر نہ کرو ،تکدر قلب شیخ سے باطن کا ستیاناس ہو جاتا ہے ، دل و جان سے اس کے مشوروں پر عمل کرو۔ اگر کوئی بات پیش بھی کرنی ہو تو نہایت ادب و اکرام سے کہو ، اللہ سے دعا بھی کرو کہ کوئی ایسا عنوان و تعبیر زبان سے نہ نکلے جس سے اس کا دل دکھ جائے ۔ اللہ والوں نے اس کا بہت اہتمام کیا ہے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب اللہ والوں کے خلاف خصوصاً اپنے مربی اور شیخ کے خلاف شیطان وسوسہ ڈالے تو استغفار و توبہ شروع کردو کیونکہ کسی سابقہ نافرمانی و گناہ کی سزا میں حق باطل نظر آنے لگتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ۔

چوں مقلب بود حق ابصار را

او بگرداند دل و افکار را

اللہ تعالیٰ مقلب ابصار بھی ہے اور مقلب قلوب و افکار بھی ہے یعنی جب وہ ہماری آنکھوں کی بصارت کو بدل سکتا ہے تو قلب کی بصیرت اور ہمارے افکار کو بدلنے پر بھی قادر ہے لہٰذا اگر ہماری

قوت فکریہ اور سوچ صحیح کر دیں تو اچھی باتیں ہمیں اچھی لگنے لگتی ہیں اور بری باتیں بُری لگنے لگتی ہیں اور سوچ کو خراب کر دیں بوجہ ہماری شامت عمل کے تو بُری باتیں اچھی اور اچھی باتیں بُری لگنے لگتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ذرا سی دیر میں سجدے میں پڑا ہوا قرب کے عالم میں ہے اور ذرا سی دیر میں گناہ کی گٹر لائنوں میں پھنسا ہوا ہے بقول مولانا رومی کے ؎

سوئے آہوئے بصیدی تاختی
خویش را در صید خوکے یافتی

ایک شخص ہرن کے شکار کے ارادے سے نکلا کہ اتنے میں ایک جنگلی سور جھاڑی سے نکل کر اس کو منہ میں رکھ کر چبانے لگا۔ وہ سوچتا ہے کہ اے خدا میں تو ہرن کا شکاری تھا لیکن آج مجھے جنگلی سور چبا رہا ہے۔ یعنی میں نے تو اللہ کو حاصل کرنے کے لئے سلوک طے کرنا شروع کیا تھا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ مجھ کو نفس چبا رہا ہے یعنی نفس نے مجھے گندے کاموں میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس سے وہ لوگ ہوشیار ہو جائیں جو اللہ والا بننا چاہتے ہیں۔ وہ اگر نفس و شیطان کی بات مانیں گے تو جس طرح ہرن کا شکاری جنگلی سور کے منہ میں خوار ہو کر ہرن کے شکار سے محروم رہتا ہے اسی طرح ایسے سالکین وصول الی اللہ سے محروم رہیں گے۔ حق تعالیٰ کے تصرفات

عجیبہ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ مولانا رومی واقعی اولیاء اُمت میں سلطان العارفین ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بیان کرتے ہیں کہ

تیر سوئے راست پرانیدۂ
سوئے چپ رفت ست تیرت دیدۂ

تم نے تیر داہنی طرف کو مارا لیکن دیکھتے ہو کہ وہ بائیں طرف جارہا ہے پھر بھی تمہیں خدا پر یقین نہیں آتا۔ تم نے جو کوشش کی تھی نتیجہ اس کے خلاف برآمد ہورہا ہے لہٰذا اپنی تدابیر کی شکست و ریخت سے اللہ کو پہچانو اور اُسی سے آہ و زاری کرو۔

مناجات

خداوندا محبت ایسی دے دے اپنی رحمت سے
کرے اخترؔ فدا تجھ پر یہ دل اپنا جگر اپنا
میں کب تک نفس دشمن کی غلامی لے ہوں رُسوا
تو کرلے ایسے ناکارہ کو پھر یارِ دگر اپنا
چھڑا کر غیر سے دل کو تو اپنا خاص کر ہم کو
تو فضلِ خاص کو ہم سب پہ یارب عام کر اپنا

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

درس مناجات رومی

۷ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ بعد
نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

دست من ایں جا رسید ایں را بشست
دستم اندر شستنِ جان ست سُست

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ میرا ہاتھ گناہ کے کاموں میں ملوث ہو کر نجس ہوگیا، اب آپ اپنے آب عفو و مغفرت سے اسے دھو کر پاک کردیجئے کیونکہ میں اپنی پاکی اور تزکیہ میں انتہائی کاہل اور سست ہوں یعنی میں نے تو گناہوں سے اپنے باطن کو ناپاک کرلیا اب آپ توفیق توبہ دے کر اور اپنی رحمت سے معاف فرما کر اسے پاک کردیجئے کیونکہ اگر آپ کی توفیق شامل حال نہ ہو تو میں اپنے تزکیہ کے باب میں انتہائی غافل اور لاپرواہ ہوں۔ آپ کے فضل و رحمت و مشیت کے بغیر میرا تزکیہ محال ہے۔

اور اس شعر کا ایک ترجمہ اور بھی ہے جو زیادہ جامع ہے۔ رسید اور بشست دونوں ماضی مطلق ہیں تو معنی یہ ہوئے کہ میرا ہاتھ یہاں تک پہنچ گیا اور اس کو دھودیا یعنی ظاہری نجاست اور گندگی کو

اس نے صاف کردیا لیکن گناہوں سے جو میری روح نجس ہوگئی اس کو میں صاف نہیں کرسکتا کیونکہ روح تک میرا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا، میرا ہاتھ روح کو پاک کرنے میں ست ہے یعنی قادر نہیں ہے۔ جسم ناپاک ہوتا ہے پیشاب پاخانے سے اور روح ناپاک ہوتی ہے گناہوں سے اور گناہوں کی غلاظت اور گندگی پیشاب پاخانہ سے بدتر ہے کیونکہ پیشاب پاخانہ کی نجاست تو پانی سے دور ہوجاتی ہے لیکن روح کی نجاست توبہ کے بغیر نہیں دھلتی اور توبہ کے لئے نفس مشکل سے راضی ہوتا ہے۔ ست کے معنی یہ بھی ہیں کہ میرا نفس توبہ کرنا نہیں چاہتا، شیطان گناہوں کا نشہ پلا دیتا ہے اور گناہ کا مزہ جب منہ کو لگ جاتا ہے اور نفس کو گناہ کی عادت پڑجاتی ہے تو مشکل سے چھوٹتی ہے جیسے سگریٹ اور ہیروئن کا عادی کہ جب تک اس کو نہ ملے بے چین رہتا ہے۔ اسی طرح گناہ کا عادی نفس گناہوں کے لئے بے چین رہتا ہے۔ ایک بدنظری کے مریض کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دوکان پر کام چھوڑ کر دوپہر کی چلچلاتی ہوئی دھوپ میں تقریباً ایک میل سائیکل سے جاتا تھا اور ریل کے زنانہ ڈبہ میں عورتوں کو دیکھتا اور جب ریل گذر جاتی تو پھر آکر اپنے کام میں لگ جاتا۔ یہ نفس بڑا ظالم ہے۔ جب تک اللہ کا کرم نہ ہو یہ پاک نہیں ہوسکتا۔

اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ میرا ہاتھ ظاہری

نجاست کو دھو سکتا ہے لیکن روح تک نہیں پہنچ سکتا کہ گناہوں کی نجاست کو دھو دے۔ روح کو تو آپ کا دستِ کرم ہی پاک کر سکتا ہے جو ہماری جانوں تک پہنچا ہوا ہے لہٰذا آپ ہمیں توفیق توبہ دے کر ہماری روح کو گناہوں کی نجاست سے پاک فرمادیجئے۔

مولانا رومی نے جو مضمون بیان کیا یہی مضمون حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کے بعد کی مسنون دعا **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ** کی تشریح میں لکھا ہے کہ اے خدا ہم نے وضو تو کر لیا اور اپنے ظاہری اعضا پاک کر لئے لیکن ہمارے ہاتھ دل تک نہیں پہنچ سکتے، ہم اپنے دل کو پاک نہیں کر سکتے، دل کا وضو تیرے ہاتھ میں ہے لہٰذا ہمیں توفیق توبہ بھی دے دے تاکہ ہمارا دل بھی پاک ہو جائے اور ہم پاک صاف لوگوں میں ہو جائیں۔

شریعت نے جس وقت کی جو دعا بتائی ہے اس میں ایک خاص مناسبت اور جوڑ ہے۔ دیکھئے وضو میں اور اس دعا میں کیسا جوڑ ہے کہ وضو کے پانی سے اپنے اعضاء بدن کو پاک کرنا تو میرے اختیار میں تھا لیکن دل کو پاک کرنا آپ کے اختیار میں ہے لہٰذا توفیق توبہ دے کر آپ میرے دل کو پاک فرمادیجئے تاکہ میرا باطن بھی صالح ہو جائے۔ اور میں آپ کے نیک بندوں میں شمار ہو جاؤں۔ توبہ دل کا وضو ہے اور توبہ تین چیزوں کا نام ہے:

[۱] الرجوع من المعصیة الی الطاعة گناہ چھوڑ کر عبادت میں لگ جانا۔

[۲] الرجوع من الغفلة الی الذکر غفلت کی زندگی چھوڑ کر اللہ کو یاد کرنے لگنا۔

[۳] الرجوع من الغیبة الی الحضور اللہ سے دل ذرا سا غائب ہو جائے تو پھر خدا کے سامنے حاضر کر دینا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ توبہ کی تینوں قسموں تک رسائی دے دے اور ہم کو پاک کر دے کیونکہ توفیق توبہ آسمان سے آتی ہے۔ دلیل کیا ہے ؟ قرآن شریف کی یہ آیت ہے ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ پر توجہ فرمائی تاکہ وہ توبہ کرلیں۔ علامہ آلوسی تَابَ علیھم کی تفسیر فرماتے ہیں ای وفقھم للتوبة یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی کہ وہ توبہ کریں ۔ معلوم ہوا کہ توفیق آسمان سے آتی ہے تب زمین والے توبہ کر کے ولی اللہ بنتے ہیں۔ اگر توفیق اپنے اختیار میں ہوتی تو ساری دنیا ولی اللہ ہو جاتی۔ توفیق توبہ انعام الٰہی ہے۔ جس کو توفیق توبہ نہ ہو سمجھ لو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے محروم ہے۔ کیا کوئی باپ اپنے بیٹے کو گٹر میں گرا ہوا دیکھ سکتا ہے؟ لیکن اگر کوئی بیٹا گٹر میں گرا ہوا ہے اور باپ دیکھ بھی رہا ہے لیکن نہیں نکالتا تو یہ دلیل ہے کہ یہ شخص باپ کی نظر عنایت سے محروم ہے۔ جو لوگ توبہ میں دیر کرتے ہیں تو سمجھ لو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے محروم ہیں۔

جس پر اللہ کی توجہ، رحمت اور مہربانی ہوتی ہے ایک سیکنڈ بھی وہ توبہ میں دیر نہیں کرتا۔ وہ گناہ کی حالت میں رہتے ہوئے اطمینان سے نہیں رہتا، جلدی سے توبہ کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے معاف کردے، آپ کی ناخوشی کی راہوں سے میرے دل نے جو حرام خوشی امپورٹ کی میں ان حرام خوشیوں سے معافی چاہتا ہوں کیونکہ ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ انسان انبیاء کی طرح بالکل معصوم ہوجائے۔ کبھی نہ کبھی خطا ہوگی، بشریت سے مغلوب ہوکر کبھی سالک سے بھی لغزش ہوجائے گی اور باطن میں حرام مزہ درآمد کرلے گا لیکن جس پر اللہ کا کرم ہوتا ہے وہ گناہ کو اوڑھنا بچھونا نہیں بناسکتا، فوراً بے چین ہوکر توبہ و استغفار کرے گا کہ اے خدا میرے نفس نے آپ کو ناخوش کرکے جو حرام خوشی درآمد کی ہے میں اس ملعون خوشی اور حرام خوشی سے معافی چاہتا ہوں۔ آپ مجھ کو معاف کردیجئے کیونکہ آپ کی ناخوشی کی راہوں سے میری خوشیاں نامبارک اور قابلِ لعنت ہیں، منحوس اور غیر شریفانہ ہیں کہ اپنے پالنے والے محسن کو ناراض کرکے میں اپنا دل خوش کررہا ہوں۔ جو بیٹا اپنے باپ کو ناراض کرکے خوشیاں منارہا ہو تو اس بیٹے کی یہ خوشیاں غیر شریفانہ اور کمینہ پن کی خوشیاں ہیں لہٰذا اے خدا میں ان تمام خوشیوں پر نادم ہوں جن سے آپ ناراض ہوئے ہوں کیونکہ کوئی بندہ آپ کی نافرمانی میں مبتلا ہواس سے بڑھ کر کوئی عذاب ہی نہیں

ہے۔ دنیا میں سب سے بڑا عذاب آپ کی نافرمانی ہے۔ بندہ ہو کر اپنے مالک کا اور قادر مطلق مالک کا نافرمان ہو، اس پر جتنے جوتے پڑ جائیں کم ہیں اور جتنے عذاب اور بے چینیاں دل پر نازل ہو جائیں تھوڑی ہیں ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغز دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشق مجازی کے مزے کیا لوٹے

یہ شعر میں نے ایک رومانٹک والے کے لئے اسی کی زبان میں کہا جو میرے پاس آیا اور کہا کہ ایسا لگتا ہے جیسے ہر وقت کوئی میرے دماغ میں کھونٹا ٹھوک رہا ہے اور دل پر ہتھوڑے برسا رہا ہے، بے چین اور پریشان ہوں، نیند بھی نہیں آتی، مجھے اپنا ہیر آئل روغن مقوی دماغ دے دیجئے۔ میں نے ان کی فرمائش پر تیل ان کو دے دیا لیکن مجھے ان کے بارے میں علم تھا کہ یہ عشق مجازی میں مبتلا ہیں۔ اگلے دن آئے اور کہا کہ جناب میں نے سر میں آپ کا دیا ہوا تیل ڈالا لیکن میرا سر تو ٹھنڈا نہیں ہوا تیل ہی گرم ہو گیا۔ تب میں نے ان سے کہا کہ اگر سر پر انگیٹھی رکھی ہو اور کوئی مرنڈا کی ٹھنڈی بوتل آپ کو پلا رہا ہو تو کیا ٹھنڈک آئے گی؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا اگر آپ کہیں تو آپ کے مرض کا علاج بتا دوں، کہنے لگے کہ ضرور میری تو جان ہی پر بن گئی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ نے جو

ایک معشوق ساتھ رکھا ہوا ہے جب تک اس کو نہیں بھگاؤ گے آپ کا سر ٹھنڈا نہیں ہوسکتا، چاہے دنیا بھر کے ٹھنڈے ہیر آئل لگالو۔ میری گذارش پر انہوں نے توبہ کی اور اس معشوق کو بھگادیا اور پھر ہنستے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اب تو سر بغیر ہیر آئل کے ٹھنڈا ہوگیا، زندگی کا نقشہ ہی بدل گیا، دوزخی زندگی جنتی زندگی سے تبدیل ہوگئی۔

کتنے بندے توبہ کرکے ایک سیکنڈ میں اللہ والے ہوگئے۔ اب ان کو حقیر سمجھنا بھی جائز نہیں کہ یہ تو پہلے ایسے ویسے تھے۔ پہلے جیسے بھی تھے اب تو اللہ والے ہیں۔ تلی کا تیل جب روغن گل ہوجائے تو اب اس کو تلی کا تیل کہنا جائز نہیں ورنہ وہ عزت ہتک کا دعویٰ کردے گا۔ ایسے ہی جب کوئی گنہگار اللہ والا ہوجائے اب اس کو حقیر مت سمجھو ورنہ اللہ انتقام لے گا۔ اسی پر میرا شعر ہے ؎

خوبرویوں سے ملا کرتے تھے میر
اب ملا کرتے ہیں اہل اللہ سے
مت کرے تحقیر کوئی میر کی
رابطہ رکھتے ہیں اب اللہ سے

لیکن یہ توفیق توبہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اس لئے اس دعا کا معمول بنالیں کہ اے اللہ گناہوں کی نجاست سے ہماری روح کو پاک

کر دیجئے اور ہمیں ہمیشہ توفیق توبہ دیتے رہیے۔

اے زتو کس گشتہ جانِ ناکساں
دست فضل تست در جاں ہا رساں

ارشاد فرمایا کہ کس معنی لائق اور ناکس معنی نالائق۔

مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا آپ کے کرم سے بہت سی نالائق جانیں لائق بن گئیں، کتنے نالائق انسانوں کو آپ کے کرم نے لائق بنادیا یعنی بدعمل لوگوں کو آپ کے کرم نے ایک لمحہ میں نیک صفت اور فرشتہ خصلت ، متقی اور فرماں بردار بنا دیا۔

اس مصرع سے ایک اشکال ہوتا تھا کہ نالائق بندوں کو آپ کس طرح لائق بناتے ہیں، اس کا کیا طریقہ ہوتا ہے تو دوسرے مصرع میں مولانا نے اس کا جواب دیا کہ ؂

دست فضل تست درجاں ہا رساں

دنیا میں جتنی جانیں آپ نے پیدا کی ہیں ، روئے زمین پر جتنے لوگ چل پھر رہے ہیں سب کی جانوں تک آپ کے فضل کا ہاتھ پہنچا ہوا ہے، آپ کو سب پر دسترس حاصل ہے، یہ نہیں کہ جس پر آپ فضل فرمانا چاہیں تو آپ کو کچھ دیر لگے گی ، آپ کے فضل کا ہاتھ

تو پہلے ہی تمام روحوں کے اندر موجود ہے۔ دنیا بھر کی ارواح آپ کے احاطہ کرم میں ہیں بس آپ ارادہ کرلیں اور ایک نگاہ کرم ڈال دیں، اسی وقت اس کا کام بن جائے گا ۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

جس وقت آپ ارادہ کرلیں ، اسی وقت اور اسی لمحہ وہ اللہ والا بن جاتا ہے ، اس میں ایک لمحہ کا تخلف نہیں ہو سکتا ، اسی وقت اس کے دل کی کایا پلٹ جاتی ہے اور وہ نافرمان ولی اللہ بن جاتا ہے جیسے مچھلی جس کے منہ میں شکاری کا کانٹا ہو اور ڈور ڈھیلی ہونے سے وہ بھاگ جارہی ہے اور سمجھتی ہے کہ میں آزاد ہوں لیکن شکاری جانتا ہے کہ یہ میرے قبضہ میں ہے، جس وقت چاہوں گا ڈور کھینچ لوں گا اور جس وقت وہ ڈور کھینچتا ہے تو مچھلی چلی آتی ہے۔ ایسے ہی کوئی انسان گناہ کی وادیوں میں رواں دواں اور حیراں و سرگرداں ہے مگر ان کے کرم نے ذرا سا ارادہ کیا اور اپنے جذب کی برقیاتی لہریں اور کرم کی تجلیات کی کوئی کرن اس پر ڈال دی اسی وقت وہ اللہ والا بن جائے گا ۔ دنیا بھر میں جتنی روحیں جسم کی سواری پر چل پھر رہی ہیں سب اللہ تعالیٰ کے احاطہ فضل و کرم میں ہیں ۔ جس وقت جس کو چاہیں اپنا بنالیں۔

بغداد کے بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ دو بجے رات کو اٹھے۔

الہام ہوا کہ بصرہ میں ایک ابدال کا انتقال ہو رہا ہے جلدی وہاں جاؤ۔ شیخ پہنچے اور ان کے سامنے روح نکل گئی، بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے غوث تھے۔ علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ غوث پورے عالم میں ایک ہوتا ہے اور اس کو چوبیس گھنٹے میں ایک بار ایسا قرب عطا ہوتا ہے کہ اتنا قرب دنیا میں کسی اور کو نہیں ملتا۔ اس خاص وقت میں ان کو الہام ہوا کہ بصرہ سے آگے ایک مقام موصل ہے۔ وہاں گرجا گھر میں ایک عیسائی بیٹھا ہے اس سے جا کر کہو کہ ذوالنار توڑ دے اور کلمہ پڑھ لے، اسے ابدال کی خالی کرسی پر بٹھانا ہے۔ بڑے پیر صاحب موصل پہنچے۔ دیکھا کہ گرجا گھر میں ایک عیسائی بیٹھا ہوا ہے۔ اس کو ڈانٹ کر کہا کہ اے شخص ذوالنار توڑ دے۔ اس کا کام تو پہلے ہی اللہ میاں نے بنادیا تھا، لہٰذا اس نے فوراً عیسائیوں کا مذہبی نشان صلیب یعنی ذوالنار توڑ دیا۔ ایک سیکنڈ میں اللہ نے ذوالنار کو ذوالنور بنادیا۔ پھر فرمایا کہ کلمہ پڑھ اس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔ پھر بڑے پیر صاحب نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فلاں ابدال کی کرسی دے دی ہے۔ آہ جس نالائق اور محروم جان کو اے اللہ آپ پیار کی نظر سے دیکھ لیں اسی وقت وہ کروڑوں لائق جانوں کے لئے باعث رشک بن جاتی ہے ؎

جس طرف کو رخ کیا تو نے گلستاں ہوگیا\
تو نے رخ پھیرا جدھر سے وہ بیاباں ہوگیا

اگر آپ ایک نگاہ کرم دل پر ڈال دیں تو ہمارا دل ویران باغ بن جائے اور اگر آپ ناراضگی سے نگاہ ہٹا لیں تو باغ جیسا دل بیابان ہو جائے لہٰذا اگر دل کو خوش کرنا چاہتے ہو تو اللہ کی نگاہ کرم تلاش کرو ورنہ جو شخص دل کو تباہ، معذب کرنا چاہتا ہے وہی ان کو ناراض کرتا ہے اور نفس کو خوش کرتا ہے لیکن سمجھ لو کہ اس کا انجام یہ ہے جو میں نے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

کشمکش حسن و عشق کی جاں پہ بنی ہے میر کی
پیتے ہیں عرق بید مشک جستجو اب ہے پیر کی

حسن و عشق کی کشمکش اور بے چینی سے نیند اُڑ جاتی ہے اور نیند اڑنے سے سودا بڑھ جاتا ہے۔ پھر افتیمون ولایتی پوٹلی بنا کر عرق بید مشک کے ساتھ پلایا جاتا ہے لیکن اس سے بھی کام نہیں بنتا تو سکون کے لئے پھر اللہ والوں کو تلاش کرتا ہے اور جو سچے پیر کو تلاش کرنے لگے تو یہ بھی اللہ کا فضل ہے ورنہ اللہ والوں کو تلاش نہ کرتا۔ اللہ والوں کو تلاش کرنا دلیل ہے کہ اب اس کو عشق مجازی کے عذاب سے نجات مل جائے گی اور یہ اللہ والا ہو جائے گا۔ اسی کو میں نے کہا ہے کہ ؎

گل رخوں سے تنگ آکر میر
ایک پیر کی ٹانگ دبایا کرتے ہیں

اگر کوئی حسین سامنے ہو تو عاشق آدمی سو نہیں سکتا اور کوئی دنیاوی معشوق وہاں نہ ہو تو اللہ کے نام سے بڑی اچھی نیند آتی ہے۔ اسی کو میں نے کہا ہے میر صاحب کو مخاطب کرکے، میر میری شاعری کا محور ہے ؎

دیکھ کر گل رخوں سے سناٹا
میر لیتا ہے خوب خراٹا

یوں تو مولانا کا ہر شعر مزیدار ہے لیکن مجھے اس شعر میں بہت مزہ آرہا ہے۔ اب اس کے بعد آگے پڑھانے کو دل نہیں چاہتا۔ عجیب شعر ہے ؎

اے زتو کس گشتہ جان ناکساں
دست فضل تست درجاں ہا رساں

اے اللہ آپ کے کرم سے نالائق جانیں لائق ہوجاتی ہیں، آپ کا دست کرم سارے عالم کی جانوں کے اندر پہنچا ہوا ہے، سارے عالم کی جانیں آپ کے کرم کی دست رس میں ہیں۔ اب بتلایئے ایسے شعر کے بعد کون پڑھا سکتا ہے۔ بس دل بھر آیا، روح پر وجد طاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نالائق جانوں کو لائق بنادے اپنے فضل سے۔

لیکن یاد رکھو کہ اللہ کے فضل کا دروازہ اللہ والے ہیں جیسے

بڑے پیر صاحب کے اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے کہ ان کو عیسائی راہب کے پاس بھیجا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ذریعہ بنایا اپنے فضل کا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے لکھا ہے کہ جو کسی صاحب نسبت کی خدمت میں جائے اور اس کے سر پر گناہوں کے پہاڑ ہوں تو اس اللہ والے کی نسبت اور تعلق مع اللہ کا نور گناہ کے پہاڑوں کو اڑا دے گا، سارے اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ لیکن عام لوگ صحبت کو سمجھتے ہی نہیں کہ یہ کیا چیز ہے۔ نبی کی صحبت ہی سے صحابی بنے۔ اگر صحابہ لاکھ تبلیغ کے چلے لگا لیتے، لاکھ مدرسوں میں پڑھتے لیکن اگر صحبت رسول نہ پاتے تو صحابی نہیں ہوسکتے تھے۔ یہ صحبت عجیب چیز ہے کہ عبداللہ ابن اُمّ مکتوم کے آنکھیں نہیں تھیں لیکن نبی نے دیکھ لیا تو وہ صحابی ہوگئے۔ خود صحابی کا دیکھنا ضروری نہیں ہے، نبی نے جس کو حالت ایمان میں دیکھ لیا تو وہ نابینا اُمتی بھی صحابی ہوگیا۔ یہ قیمت ہے نظر کی۔ امام ابوحنیفہ اور امام بخاری جیسی عظیم شخصیتیں جو نظر نبوت کو نہیں پاسکیں اس لئے صحابی نہیں ہیں اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اب بتلاؤ نظر کے لئے اور کیا دلیل چاہئے اور ایک اونٹ چرانے والا دیہاتی جو ایک حرف نہیں جانتا ایک نظر نبوت کی پاگیا، صحابی ہوگیا، اب اس کو کوئی نہیں پاسکتا نہ امام بخاری نہ امام ابوحنیفہ۔ ایک شخص نے اس کی بہت عمدہ مثال دی کہ جیسے دس ہزار ملین پاور کا بلب کوئی دیکھ لے تو اس کی رگ

رگ میں روشنی گھس جائے گی اور اس کے بعد ساری دنیا کے بلب جو اس درجہ کے نہیں ہیں ان کو کتنا ہی دیکھے ان سے وہ روشنی نہیں مل سکتی جو دس ہزار ملین پاور کے بلب میں تھی۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نبوت بے مثال تھا، نہ پہلے کوئی آپ جیسا پیدا ہوا نہ آئندہ ہوگا اس لئے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا ان کے ذرہ ذرہ میں وہ نور داخل ہوگیا لہٰذا اب قیامت تک کسی بڑے سے بڑے ولی کا ایمان و یقین کسی ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

جانِ مقرب

تو نے ان کی راہ میں طاعت کی لذت بھی چکھی
ہاں شکستِ آرزو کا بھی مقامِ قرب دیکھ
سرفروشی دل فروشی جاں فروشی سب سہی
پی کے خونِ آرزو پھر کیفِ جامِ قرب دیکھ

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

درس مناجات رومی

۸ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۹۱ء بروز اتوار بعد
نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

حد من ایں بود کردم من لئیم
زاں سوئے حد را نفی کن اے کریم

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی دعا کر رہے ہیں کہ میرے کمینہ پن کی حد اور انتہا جہاں تک تھی میں وہاں تک پہنچ گیا یعنی کمینہ پن کی حد کردی کہ کسی کمینہ فعل سے باز نہیں آیا، ہر قسم کے گناہوں پر جرأت کی، جیسے کہ آج کل ہمارا حال ہے کہ وی سی آر، ٹیلیویزن، بدنظری، بے پردگی، فحاشی وغیرہ تمام خبیث اور کمینہ پن کے اعمال کی حد انتہا اور کمال کو ہم نے چھو لیا ہے۔

پس اے میرے کریم میں نے کمینہ پن کی جن حدوں کو پار کرلیا ہے آپ ان حدوں کی نفی کردیجئے یعنی منفی طور پر ان کمینے اعمال سے مجھ کو نکال لیجئے، جیسے ایک شخص کہیں جارہا ہے اس کے لئے یہ اس کا مثبت راستہ ہے اور منفی راستہ یہ ہے کہ اس کو ادھر سے موڑ دیا جائے پس اے کریم گناہوں کے جن راستوں کا میں اثبات کررہا ہوں اور ان خبیث راستوں پر گامزن ہوں آپ اپنی

توفیق اطاعت و فرماں برداری سے اس کی نفی کردیجئے۔ آپ کی اطاعت و فرماں برداری کا یہ منفی راستہ جو معصیت اور نافرمانی کی نفی کرتا ہے گناہوں کے ان مثبت خبیث راستوں کو قطع کرنے والا ہے جن پر میں چل رہا ہوں۔ آپ کی رضا و اطاعت و فرماں برداری کا یہ راستہ ترکِ معصیت کے لحاظ سے منفی ہے۔ پس منفی کی دو قسمیں ہوگئیں۔ ایک منفی ہے اطاعت کی یہ گناہ ہے اور ایک منفی ہے معصیت کی یہ ثواب ہے جیسے ایک شخص نے نماز چھوڑ دی تو منفی تو یہاں بھی ہوئی لیکن یہ منفی اطاعت کی ہوئی اس لئے عذاب اور گناہ ہے اور ایک شخص نے گناہ چھوڑ دیا، گناہ کی نفی ہوئی تو یہ منفی ثواب ہے۔ ایک جگہ منفی عذاب ہے اور ایک جگہ منفی ثواب ہے۔ اس لئے مولانا درخواست کررہے ہیں کہ اے اللہ مجھے دنائت اور کمینہ پن کے مخالف اور منفی راستہ پر ڈال دیجئے، گناہ کی نفی والے راستہ پر یعنی اطاعت و فرماں برداری کے راستہ پر ڈال دیجئے، توفیق ترکِ معصیت دے دیجئے۔

از حدث شستم خدایا پوست را
از حوادث تو بشو ایں دوست را

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ میں نے ظاہری و حسی نجاستوں سے یعنی حدث حسی اور حدث معنوی سے اپنے جسم کو پاک کرلیا۔

حدث حسی کے معنی ہیں محسوسات انجاس مرئیہ یعنی وہ تمام نجاستیں جو نظر آتی ہیں، محسوس ہوتی ہیں، حواس خمسہ سے جن کا ادراک ہوجائے جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ اور حدث معنوی یعنی نجاست معنویہ کیا ہے؟ جیسے بیوی سے صحبت کرلی، بظاہر جسم پر نجاست لگی ہوئی نظر نہیں آتی لیکن اللہ کے حکم کی وجہ سے پورا جسم ناپاک ہوگیا اور غسل فرض ہوگیا اور چونکہ پورا جسم اور تمہارا بال بال اس لذت میں مستغرق ہوگیا تھا لہٰذا بال بال دھونا پڑے گا کہ اگر ایک بال کے برابر بھی خشک رہ گیا تو تمہارا غسل نہیں ہوگا اور لذت میں ڈوب کر چونکہ تم ایک طرح سے حالت غیبت واستتار میں ہوگئے تھے جو مشابہ ہے دوری کے لہٰذا حضوری میں آنے کے لئے سر سے پیر تک نہاکر آنا پڑے گا ورنہ ابھی تم اس قابل نہیں کہ نماز میں ہم سے مناجات و سرگوشی کرسکو یا ہمارا کلام پڑھ کر سنا سکو۔

مولانا رومی اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے ہیں کہ اے خدا حدث حسی اور حدث معنوی یعنی تمام ظاہری نجاستوں سے میں نے اپنے جسم کو پاک کرلیا، لیکن حوادث معصیت میں مبتلا ہوں لہٰذا اپنے کرم سے ان حوادث سے بھی میری حفاظت فرمائیے۔اور حوادث سے یہاں مراد تصادم یا ایکسیڈنٹ اور حادثات وغیرہ نہیں ہے بلکہ یہ حدث سے ہے اور پہلے مصرع میں حدث سے مراد ظاہری حدث ہے اور یہاں باطنی حدث مراد ہے یعنی نافرمانی، گناہ

اور فسق و فجور کی نجاست جو ظاہری نجاست سے کہیں زیادہ اشد ہے کیونکہ ظاہری نجاست تو دو بالٹی پانی سے دھل جائے گی لیکن گناہوں کی باطنی نجاست پر اگر سمندر کا سمندر ڈال دو تو کوئی پاک نہیں ہو سکتا جب تک توبہ و استغفار نہ کرے۔ مثلاً ایک شخص گناہ کر کے پورا دریا اپنے اوپر انڈیل لے تو گناہ کی نجاست سے اس کا باطن پاک نہیں ہوگا لیکن ندامت قلب کے ساتھ دو آنسو انسان کو پاک کر دیتے ہیں۔

اسی لئے فرماتے ہیں کہ پانی سے ظاہری حوادث و انجاس کو دھو لینا کمال نہیں کہ یہ تو ہمارے اختیار میں ہے لیکن گناہوں کی نجاست سے ہم پاک نہیں ہو سکتے جب تک اللہ تعالیٰ توفیق توبہ نہ عطا فرمائیں۔ لہٰذا اے اللہ توفیق توبہ عطا فرما کر گناہوں کی نجاست سے آپ اپنے اس دوست یعنی بندہ کو پاک فرما دیجئے۔

لفظ دوست کا استعمال بظاہر تو بہت بڑا دعویٰ معلوم ہوتا ہے لیکن اس موقع پر مولانا نے ولایت عامہ سے فائدہ اٹھایا ہے جو ہر گنہگار سے گنہگار مومن کو بھی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (بقرہ آیۃ ۲۵۷)

اللہ ہر مومن کا ولی ہے لیکن یہ ولایت عامہ ہے، ولایت خاصہ

تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ جب ایمان تقویٰ سے متصل اور مشرف ہوجاتا ہے اس وقت ولایت خاصہ حاصل ہوتی ہے اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا ولی کامل ہوجاتا ہے۔ تو یہاں لفظ دوست مقابلہ میں دشمن کے ہے یعنی ہم کافر نہیں ہیں، ہم آپ پر ایمان لائے ہیں لیکن اپنی نالائقی کی وجہ سے نفس و شیطان سے مغلوب ہوجاتے ہیں۔ اس مغلوبیت کی وجہ سے ہم سے گناہ ہوجاتے ہیں،بغاوت کی وجہ سے نہیں۔ اس لئے الذین امنوا کے ایک فرد ہم بھی ہیں جس کو آپ نے ہمارے لئے تعبیر فرمایا۔ پس ولایت عامہ کے درجہ میں ہم آپ کے دوست ہیں۔ لہٰذا آپ ہمارے باطن سے گناہوں کی نجاست کو دھودیجئے تاکہ کانوا یتقون میں شامل ہوکر ہم آپ کی ولایت خاصہ سے مشرف ہوجائیں۔

جز تو پیش کہ برآرد بندہ دست
ہم دعا و ہم اجابت از تو است

اے اللہ آپ کے سوا کس کے سامنے بندہ ہاتھ پھیلائے۔ دعا کی توفیق بھی آپ ہی نے دی ہے یعنی ہم دعا بھی آپ ہی کی توفیق سے مانگتے ہیں اور قبولیت بھی آپ ہی کی طرف سے ہوگی یعنی قبولیت بھی آپ ہی کی عطا ہے ۔

ہم ز اول تو دہی میلِ دعا
تو دہی آخر دعاہا را جزا

اولاً آپ ہی ہمارے قلب میں دعا کا رجحان پیدا فرماتے ہیں یعنی توفیق دعا آپ ہی عطا فرماتے ہیں اور پھر آپ ہی اس دعا کو قبول بھی فرمالیتے ہیں۔

اول و آخر توئی مادر میاں
ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں

آپ اول بھی ہیں اور آپ آخر بھی ہیں اور ہم درمیان میں اتنے حقیر ہیں، اتنے حقیر ہیں کہ ہماری ذلت و حقارت بیان میں نہیں آسکتی یعنی اول و آخر سب آپ ہی کا کرم ہے اور درمیان میں ہم اس قدر حقیر و ذلیل ہیں کہ جس کو ہم بیان نہیں کرسکتے، نہ ہمارا کوئی عمل آپ کے قابل، نہ ہماری خطائیں قابل معافی لیکن چونکہ اولاً و آخراً ہم آپ کے کرم کے درمیان ہیں اس لئے ہماری ذلتیں اور حقارتیں آپ کے کرم کا آسرا لگائے ہیں ۔

کام بنتا ہے فضل سے اختر
فضل کا آسرا لگائے ہیں

●●●

اے خدائے بے نظیر ایثار کن
گوش را چوں حلقہ دادی ایں سخن

اے خدا تو بے مثل ہے، مجھ پر اپنا فضل فرمادے۔جب آپ نے ہمارے کانوں کو اپنے الطاف سخن اور گفتگو کا شرف عطا فرمایا یعنی کلام اللہ سننے کی ہم کو صلاحیت عطا فرمائی اور ہمارے کانوں کے حلقہ کو آپ نے گفتگو سننے کی صلاحیت بخشی یعنی کانوں کے حلقہ میں آپ نے ایسے آلات بچھا دئے ہیں جس سے ہم ہر طرح کی آواز سنتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ یہ فلاں کی آواز ہے اور یہ فلاں کی لہٰذا ہم پر اپنا وہ کرم خاص بھی فرمادیجئے جس سے ہمارا قلب **سمعنا و اطعنا** سے مشرف ہوجائے یعنی سماعت کے بعد اطاعت کی بھی توفیق ہوجائے۔

گوش ما گیرو درآں مجلس کشاں
کز رحیقت می کشند ایں سرخوشاں

اے خدا ہمارا کان پکڑ کر آپ ہمیں اپنی بارگاہ قرب میں لے جایئے یعنی اپنے جذب سے ہمیں اپنے اولیاء کی مجالس تک پہنچا دیجئے جہاں آپ کے یہ مقبول و خوش نصیب بندے آپ کی شراب محبت و معرفت پی کر مست و سرشار ہیں اور آپ کے قرب خاص سے

مشرف ہیں لہٰذا ہمیں بھی ان کی مجالس تک پہنچا دیجئے تاکہ اس شراب محبت و معرفت کا کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب ہو جائے اور ہم کو بھی آپ کی بارگاہ قرب تک رسائی نصیب ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

اللّٰھم خذ الی الخیر بناصیتی

اے اللہ میری پیشانی کے بال پکڑ کر آپ مجھے خیر کی طرف لے جایئے۔

چوں بما بوئے رسانیدی ازیں

سر مبند آں مشک را اے ربِّ دیں

اے اللہ ! جب آپ نے ہماری جانوں کو اس شراب محبت و معرفت کی کچھ خوشبو سونگھا دی ہے تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے اے رب دیں ! اس خوشبوئے قرب کو سربند نہ فرمایئے ، اس شراب محبت کی بوتل پر مہر نہ لگایئے بلکہ برابر پلاتے رہئے ، اپنی دولت قرب کی ہم پر مسلسل نوازش فرماتے رہیے ، ہماری شامت عمل سے اس دولت کو ہم سے واپس نہ لیجئے ، اپنی محبت و معرفت کی جو خوشبو ہماری جانوں کو آپ نے سونگھا دی ہے اس سے ہمیں محروم نہ فرمایئے اور نفس و شیطان سے ہماری حفاظت فرمایئے تاکہ دنیا کی فانی لذتوں میں مبتلا کرکے وہ آپ کے قرب سے ہمیں محروم نہ کرنے پائیں۔

از تو نوشند از ذکور و از اناث
بے دریغے در عطایا مستغاث

اے فریاد رس، اے وہ ذات جس سے فریاد کی جاتی ہے آپ کے کرم سے کتنے مرد اور کتنی عورتیں بے دریغ آپ کی شراب محبت کے جام پر جام پی رہے ہیں اور آپ کی محبت سے مست ہیں، آپ کی عطا کسی خاص طبقہ کے لئے محدود نہیں جس پر چاہیں آپ کرم فرمادیں، کتنے مرد حسن بصری اور کتنی عورتیں رابعہ بصریہ ہوئی ہیں یعنی بے شمار مرد ولی اور بے شمار عورتیں ولیہ ہوئی ہیں۔ پس اپنے کرم سے ہمیں بھی اپنی محبت کا کوئی جام عطا فرما دیجئے۔

اے دعا ناکردہ از تو مستجاب
دادہ دل را ہر دمے صد فتح باب

اے وہ ذات کہ ہماری کتنی ناکردہ دعاؤں کو آپ نے قبول فرمایا ہے کہ ہم نے مانگا بھی نہیں تھا پھر بھی آپ نے عطا فرمادیا مثلاً عالم ارواح میں ہم نے ایمان کہاں مانگا تھا، ہم نے کب آپ سے فریاد کی تھی کہ ہمیں مسلمان گھر میں پیدا کیجئے، کس نے آپ سے کہا تھا کہ ہم کو اندھا پیدا نہ کرنا، گونگا بہرہ پیدا نہ کرنا، لنگڑا لولا پیدا نہ کرنا، آپ نے بے مانگے سب کچھ دے دیا، ہماری نہ کی ہوئی

دعاؤں کو بھی قبول کرلیا ، ہماری بہت سی حاجتیں آپ نے ایسی پوری کی ہیں جن کی ہم نے آپ سے درخواست بھی نہیں کی تھی اوراس دنیا میں ہر وقت نہ جانے کتنی نعمتیں ملتی رہتی ہیں جن کا ہمیں وہم و گمان بھی نہیں ہوتا ، اچانک ایسے عظیم الشان خزانے مل جاتے ہیں جن کا تصور بھی ہمیں نہیں ہوسکتا تھا ۔ ہمارے خواب و خیال اور ہمارے حوصلوں سے زیادہ اے اللہ آپ عطا فرماتے رہتے ہیں ۔

دادہ دل را ہر دمے صد فتح باب

اور آپ نے اپنے مومن بندوں کے دلوں کے لئے ہر سانس میں سینکڑوں دروازے رحمت کے کھولے ہوئے ہیں ، غیب کے سینکڑوں دروازوں سے آپ ہر وقت انعامات قرب عطا فرماتے رہتے ہیں اور نیک اعمال کی توفیق دیتے رہتے ہیں مثلاً یہ جو مثنوی کا درس ہورہا ہے اور یہ بہت سے لوگ صرف اس لئے فرانس سے آئے ہیں یہ سب اللہ کی عنایات اور اس کا فضل ہے ، اللہ قبول فرمائے ، یہ سب اللہ پاک نے کیا ہے۔

اللہ والوں اور ان کے غلاموں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ اپنے قرب کی تجلیات خاصہ عطا فرماتے ہیں اور ہر وقت ان کے قلوب پر علوم و معارف کا فیضان ہوتا رہتا ہے جیسے ایک شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حسینوں کو دیکھنے کو کیوں حرام کردیا۔ میرے بزرگوں کے

صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو یہ جواب عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بدنظری کو اس لئے حرام کیا تاکہ ان کے بندے حرامی نہ پیدا ہوں اور ان کا نسب محفوظ رہے کیونکہ حفاظت نظر ہی سے شرمگاہ محفوظ رہتی ہے یغضوا من ابصارھم کے فوراً بعد و یحفظوا فروجھم کا ربط بتاتا ہے کہ غض بصر حفاظت فرج کی ضامن ہے اور شرمگاہ کی حفاظت سے ہی انسان حلالی رہ سکتا ہے۔ اس کا قضیہ عکس کر لیجئے کہ اگر نظر کی حفاظت نہ کی گئی تو شرمگاہ محفوظ نہ رہے گی اور زنا عام ہو جائے گا تو بتائیے پھر کون شخص حلالی رہ سکتا ہے۔

فیضِ شیخ زماں

مری رسوائیوں پر آسماں رو یا زمیں روئی
مری ذلت کا لیکن آپ نے نقشہ بدل ڈالا

بہت مشکل تھا میرے نفسِ امارہ کا چپ ہونا
تری تدبیرِ الہامی نے اس کا سر کچل ڈالا

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

درس مناجات رومی

۹ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۵ فروری ۱۹۹۱ء بروز دوشنبہ
بعد نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

اے قدیمے رازدان ذوالمنن
در رہ تو عاجزیم و ممتحن

ارشاد فرمایا کہ مولانا بارگاہِ حق میں عرض کرتے ہیں کہ اے وہ ذات جو قدیم ہے یعنی آپ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ قدیم حادث کے مقابلہ میں ہے۔ اور حادث کہتے ہیں جس پر کبھی عدم گذرا ہو۔

مولانا دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ آپ کی ذات قدیم ہے، آپ صاحب احسان اور ہمارے رازداں ہیں، یعنی ہمارے بھیدوں سے باخبر ہیں، ہماری کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کے راستہ میں ہم کو جیسا باہمت اور شیر ہونا چاہئے تھا، ہم نہیں ہوسکے، کوئی خوبی ہمارے اندر نہیں ہے، ہم آپ کے راستہ میں عاجز اور محتاج ہیں، یعنی ہم آپ کی راہ کے مرد نہیں بن سکے، نفس و شیطان سے مغلوب ہوجاتے ہیں اور ہر وقت ہمارا امتحان ہورہا ہے اور اس امتحان میں ہم کبھی فیل بھی ہورہے کبھی پاس بھی ہوجاتے

ہیں یعنی کبھی تو ذکر و تہجد و نوافل کا اہتمام کرتے ہیں اور کبھی اپنی نالائقی سے سب چھوڑ چھاڑ کر گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اے خدا جب ہم آپ کے راستہ میں ہر وقت مغلوب ہیں، کمزور ہیں، حالت امتحان میں ہیں، ہماری کوئی سانس ایسی نہیں جو امتحان میں نہ گذر رہی ہو تو اے خدا آپ تو قدیم الاحسان ہیں، ہمیشہ سے احسان فرمانے والے ہیں ہماری مغلوبیت و عاجزی کو ہمت مردان خدا سے تبدیل فرمادیجئے اور اس لومڑی کو شیر بنادیجئے۔

ہر دل سرگشتہ را تدبیر بخش
ویں کماں ہائے دو تو را تیر بخش

اے خدا وہ دل جو آپ کا راستہ بھولا ہوا ہے اور حیران و پریشان ہے، راستہ نہیں پارہا ہے، گناہوں کے بُرے بُرے تقاضوں میں غلطاں و پیچاں ہے آپ اس کو تدبیر یعنی ہدایت استقامت کی عطا فرمادیجئے کہ یہ دل آپ کی طرف مستقیم رہے، نوے ڈگری سے ہر وقت آپ کی طرف متوجہ رہے، ذرہ برابر بھی ادھر اُدھر نہ ہو اور اگر ہو جائے تو پھر توبہ و استغفار سے آپ کی طرف رخ صحیح کرلے۔ایک تو ہم عاجز ہیں دوسرے ہر وقت حالت امتحان میں ہیں، بالغ ہونے سے لے کر موت تک ہر وقت ہمارا امتحان ہو رہا ہے، کبھی نظر کا امتحان ہو رہا ہے کہ دیکھو نظر بچاتا ہے یا نہیں، کبھی کان

کا امتحان ہو رہا ہے کہ گانا تو نہیں سن رہا ہے ، کبھی زبان کا امتحان ہو رہا ہے کہ حرام تو نہیں کھا رہا ہے ، کبھی ہونٹوں کا امتحان ہو رہا ہے کہ حرام بوسے تو نہیں لے رہا ہے ، غرض ہماری کوئی سانس ایسی نہیں ہے جس میں ہم حالتِ امتحان میں نہ ہوں ، کبھی شیطان کہہ رہا ہے کہ تم بڑے آدمی ہو ، بہت بزرگ آدمی ہو تمہارا کیا کہنا، تم بہت باعزت اور وی آئی پی ہو۔ ایسے وقت میں اے اللہ آپ ہمیں توفیق دیجئے کہ ہم شیطان سے کہدیں کہ جب تک موت نہ آئے اور ایمان پر خاتمہ نہ ہو جائے اور قیامت کے دن اللہ ناراض نہ ہو اس وقت تک ہماری کوئی قیمت نہیں ہے۔ قیمت تو اللہ لگائے گا ، غلام کی قیمت تو مالک لگائے گا۔ اگر ساری دنیا تعریف کرے تو اس سے ہمارا کچھ فائدہ نہیں۔

آہ! یہی باتیں علماء ظاہر کی سمجھ میں نہیں آتیں اور ان کے دل میں نہیں اترتیں کہ صاحب ہم کیوں نہ قیمت لگائیں ، ہم بخاری شریف پڑھاتے ہیں ، یہ کرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں۔ یہ باتیں صرف اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانے سے سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک صاحب نے حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں ابھی تک اس مقام تک نہیں پہنچا جو میں چاہتا ہوں اور میرے اندر وہ حالت پیدا نہیں ہوئی جو ہونی چاہئے۔ حکیم الامت نے فرمایا جس دن آپ نے یہ سمجھ لیا کہ میں اس مقام تک پہنچ گیا وہ مقام نہایت

ہی رونے کا مقام ہوگا اور وہ دن بہت ہی غم کا دن ہوگا۔ بس یہی سمجھو کہ ہم کچھ بھی نہیں ہیں ؎

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

پس اے خدا جب ہمیں آپ کا راستہ نہیں مل رہا ہے تو آپ ہمیں اپنی راہ کی ہدایت عطا فرما دیجئے تاکہ ہماری سرگشتگی و حیرانی دور ہوجائے اور ہمارے پاس کمان تو ہے مگر تیر نہیں ہے، کمان خالی پڑی ہے اس لئے آپ اپنی رحمت سے تیر بھی عطا فرمائیے یعنی ہمارے پاس اعمال صالحہ کی صلاحیت تو ہے مگر ہم اعمال نہیں کرتے، سست پڑے ہوئے ہیں، دشمن ہم پر مسلط ہوگیا ہے اور وہ ہمارا شکار کررہا ہے۔ بجائے اس کے ہم نفس و شیطان پر تیر چلاتے نفس و شیطان ہم پر تیر چلا رہے ہیں لہٰذا ہماری کمان صلاحیت کو اپنی توفیق و ہدایت کا تیر عطا فرمادیجئے تاکہ ہم نفس و شیطان کو مغلوب کردیں۔

اے مبدل کردہ خاکے را بہ زر
خاکِ دیگر را نمودہ بوالبشر

ارشاد فرمایا کہ خاکے میں یائے تنکیری ہے یعنی بعض مٹی۔

مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ بعض مٹی کو آپ اپنی قدرت خلاقیت سے سونا بنادیتے ہیں اور کسی مٹی کو آپ انسان بنادیتے ہیں یعنی مٹی سے آپ نے غلہ پیدا کیا اور غلہ سے ماں باپ نے کھایا۔ روٹی سے خون بنا اور وہی خون باپ کے اندر منی اور ماں کے اندر حیض بن گیا اور اس منی اور حیض کو ماں کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ انسان بنادیتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اے اللہ یہ آپ کی خلاقیت کا کمال ہے کہ جس مٹی کو چاہتے ہیں آپ سونا بنادیتے ہیں اور جس مٹی کو چاہتے ہیں انسان بنادیتے ہیں۔

کار تو تبدیلِ اعیان و عطا
کار ما سہوست و نسیان و خطا

ارشاد فرمایا کہ اعیان جمع ہے عین کی اور عین کے معنی ہیں حقیقت، ماہیت۔ تبدیلِ اعیان کہتے ہیں ماہیت کا بدل جانا جیسا کہ مندرجہ بالا شعر میں مذکور ہوا کہ کسی خاک کو اللہ تعالیٰ سونے میں تبدیل فرمادیتے ہیں اور کسی خاک کو انسانی پیکر میں تبدیل فرمادیتے ہیں، تو خاک کی عینیت اور ماہیت تبدیل ہوگئی۔ اسی طرح شراب حرام ہے لیکن جب شراب سرکہ بن گئی تو اس کی حقیقت بدل گئی، جو حرام تھی اب سرکہ بن کر حلال ہوگئی۔ اب اس سرکہ کو مفتی اعظم بھی پی سکتا ہے، شیخ الحدیث بھی پی سکتا ہے

، شیخ المشائخ بھی پی سکتا ہے۔ اسی طرح گدھا حرام ہے لیکن نمک کی کان میں گر کر مر گیا اور ہر کہ درکان نمک رفت نمک شد نمک کی کان میں جو چیز بھی جاتی ہے نمک بن جاتی ہے تو وہ گدھا بھی مرنے کے بعد نمک بن گیا، اب اس کی ماہیت تبدیل ہوگئی اور نمک کے پیکٹوں میں اس کی پیکنگ ہوگئی لہٰذا اب بڑے بڑے مفتیان کرام اور علماء کرام سے لے کر عوام تک اسے کھارہے ہیں لیکن اگر گدھا نہ مرتا اور سانس لیتا رہتا تو گدھے کا گدھا ہی رہتا، کبھی نمک نہ بنتا۔

اس مثال سے مولانا رومی ایک نصیحت فرماتے ہیں کہ اگر اللہ والا بننا چاہتے ہو تو خانقاہوں میں جاکر اللہ والوں کی صحبت میں اپنے نفس کو مٹاؤ، شیخ کی رائے میں اپنی رائے کو فنا کردو تب جاکر تم اللہ والے بنوگے لیکن اگر اپنا تشخص باقی رکھوگے اور شیخ کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے باقی رکھوگے تو ایسا شخص گدھے کا گدھا ہی رہے گا اور خر آمد و خر برفت کا مصداق ہوگا کہ جب آیا تو گدھا تھا اور واپس گیا تو گدھا ہی گیا یعنی محروم آیا اور محروم ہی گیا۔

یہ راستہ نفس کو مٹانے کا ہے، اپنے جذبات و خواہشات کو فنا کردو، باہ ہو یا جاہ، غصہ ہو یا شہوت شیخ جو ہدایات دے اس میں اگر مگر مت لگاؤ، اس کی رائے کو بلا دلیل تسلیم کرکے عمل کرو، پھر دیکھو کیسی تبدیلِ ماہیت ہوتی ہے، فسق و فجور ولایت و تقویٰ سے

تبدیل ہو جائے گا اور بزبانِ حال کہو گے کہ ؎

تونے مجھ کو کیا سے کیا شوق فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

مولانا رومی کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ آپ کا کام حقیقت کو تبدیل کرنا اور تبدیل کر کے اس پر اپنی بخشش و عطا فرمانا ہے یعنی اشیاء کی ادنیٰ ماہیت اور ادنیٰ حقیقت کو تبدیل کر کے اپنے کرم سے اسے دوسری اعلیٰ حقیقت و ماہیت عطا فرمانا ہے جیسے گذشتہ شعر میں مولانا نے فرمایا کہ اے اللہ آپ ایک خاک کی حقیقتِ کمتر کو تبدیل کر کے اسے دوسری حقیقتِ خوب تر بصورت زر بنا دیتے ہیں اور دوسری خاک کی حقیقتِ کمتر کو بشر بنا دیتے ہیں جو زر سے بھی برتر ہے تو اے اللہ آپ کا کام اشیاء کی حقیقت کو تبدیل کر کے اسے دوسری اعلیٰ و بہتر حقیقت عطا فرمانا ہے اور ہمارا کام سہو و نسیان و خطا ہے یعنی ہمارا کام سہو کرنا، بھول جانا اور خطا کرنا ہے کیونکہ ہمارا مادۂ تخلیق ماء مھین ہے لہٰذا ذلیل چیز سے ذلیل چیز ہی پیدا ہوگی، ببول سے کانٹے ہی پیدا ہوں گے لیکن اگر ببول کے درخت سے پھول پیدا ہونے لگیں تو یہ اللہ کا کرم ہے، ببول کا کمال نہیں۔ اسی طرح ماء مھین سے تو اعمالِ سیئہ کا صدور ہی مستلزم تھا لیکن اگر اعمالِ صالحہ کا صدور ہو رہا ہے تو یہ محض حق تعالیٰ کا احسان ہے۔

ما اصابك من حسنة فمن اللّٰه و

ما اصابك من سيئة فمن نفسك

جو کچھ تجھے بھلائی میں سے پہنچتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو کچھ بُرائی میں سے پہنچتا ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔ لیکن جب آپ اپنا کرم فرمادیں تو نالائق لائق ہوجاتے ہیں۔

مولانا رومی کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے کیا بندگی پیش کی ہے کہ اے اللہ آپ کا کام عطا ہے اور ہمارا کام خطا ہے۔ سبحان اللہ!

سہو و نسیاں را مبدل کن بہ علم
من ہمہ جہلم مرادہ صبر و حلم

اے اللہ آپ تبدیل اعیان پر قادر ہیں تو ہماری بھول اور نسیان کو آپ علم سے تبدیل فرمادیجئے کہ کسی وقت ہم آپ کو نہ بھولیں اور ہر وقت آپ سے باخبر رہیں ، آپ کے عالم ہوجائیں، غیر سے غافل ہوجائیں ؎

تو کر بے خبر ساری خبروں سے مجھ کو
الٰہی رہوں اک خبردار تیرا

اور ہم سراپا جہل ہیں، ہمہ تن جاہل ہیں ہمیں صبر و حلم عطا فرما کیونکہ جاہل صابر اور حلیم نہیں ہوتا ، اپنے جہل کی وجہ سے اس کو

صبر و حلم کی قیمت نہیں معلوم ہوتی اس لئے غصہ میں وہ حلم کا دامن چھوڑ دیتا ہے اس لئے تقاضائے معصیت یا نزول مصیبت یا مواقع طاعت میں وہ صبر کا دامن چھوڑ کر قربِ الٰہی کی نعمت عظمیٰ سے محروم ہو جاتا ہے اور جس کو اللہ نے صبر کی طاقت دے دی اس کو استقامت مل جاتی ہے کیونکہ صبر کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ہے الصبر عن المعصیة یعنی کف النفس عن الهویٰ جب گناہ کا تقاضا ہوا تو نفس کو گناہ سے روک لیا اور گناہ کی لذت سے بچنے کی تکلیف کو برداشت کرلیا اس کا نام ہے معصیت پر صبر کرنا۔ اور دوسری قسم ہے الصبر فی المصیبة مصیبت کے وقت اللہ کی مرضی پر راضی رہے اور شکوہ و اعتراض نہ کرے اور صبر کی تیسری قسم ہے الصبر علی الطاعة نماز روزہ ذکر و تلاوت کے معمولات کی پابندی کرنا بھی صبر ہے، یہ نہیں کہ جب دل چاہا تو تہجد بھی ہے، اشراق و چاشت بھی ہے ذکر و تلاوت بھی ہے اور جب دل نہ چاہا تو تمام معمولات چھوڑ دئے۔

اسی لئے مولانا دعا فرمارہے ہیں کہ اے خدا ہم سراپا نادان و جاہل ہیں آپ ہم کو صبر و حلم کی نعمتیں عطا فرمائیے۔

درس مناجات رومی

۱۰ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۹۱ء بروز منگل
بعد نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

اے کہ خاک شورہ را تو ناں کنی
وے کہ نان مردہ را تو جاں کنی

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی حق تعالیٰ کی عظمت شان، قدرت قاہرہ اور تصرفات عجیبہ بیان فرمارہے ہیں کہ اے خدا آپ کی کیا شان ہے کہ شور یعنی کھاری اور بنجر مٹی کو آپ روٹی بنادیتے ہیں۔ گندم بھی دراصل مٹی ہے کیونکہ ایک دانۂ گندم کو مٹی کے نیچے ڈالا جاتا ہے تو اجزائے خاک مستحیل ہوکر ایک دانہ سے ہزار دانے بن جاتے ہیں۔ اے اللہ مٹی کو گندم میں تبدیل کرنا یہ آپ ہی کا تو کمال ہے ورنہ گندم کا جو دانہ بویا تھا اگر یوں ہی پڑا رہتا تو گل سڑ کر مٹی بن جاتا لیکن آپ کی قدرت سے وہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور پودوں کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ پھر جب پودے بڑے ہوجاتے ہیں تو ان میں شاخیں پیدا ہوتی ہیں اور پھر ان شاخوں میں گندم کے خوشے لگتے ہیں جن میں دانے بھرے ہوتے

ہیں، پھر کھیتوں سے شہر میں لاکر ان کا آٹا بنتا ہے جس سے گھروں میں روٹی بنتی ہے، اس طرح اے اللہ آپ مٹی کو روٹی بنادیتے ہیں اور روٹی ایک مردہ چیز ہے لیکن اس کے کھانے سے ہماری جان قائم رہتی ہے، تو بقائے روح کا ذریعہ آپ نے مردہ کو رکھا ہے، یعنی جان کی بقاء اور حفاظت غیر جان سے کی ہے، عقلاً زندہ کو زندہ رکھنے کے لئے زندہ چیز ہونی چاہئے تھی لیکن یہ آپ کی کتنی بڑی شان ہے کہ مردہ روٹی کھلا کر آپ زندہ کو زندہ رکھتے ہیں کہ اگر دس دن یہ غذائے مردہ نہ ملے تو انسان مرجائے۔

اور اس مردہ روٹی کو اے اللہ پھر آپ جاندار کردیتے ہیں یعنی ماں باپ اس روٹی کو کھاتے ہیں تو یہی روٹی خون بن جاتی ہے، پھر خون سے منی کی شکل میں مستحیل ہوجاتی ہے اور پھر اسی منی سے آپ انسان کو پیدا فرماتے ہیں۔پس معلوم ہوا کہ یہی مردہ روٹی ماں باپ کے پیٹ میں چند استحالات اور تبدیلیوں کے بعد کہ پہلے خون، پھر منی پھر نطفہ و مضغہ وغیرہ بن کر زندہ انسان بن جاتی ہے۔ اے اللہ آپ کی عجیب قدرت ہے کہ مردہ سے زندہ کو زندہ رکھتے ہیں اور پھر مردہ کو بھی زندہ کردیتے ہیں فتبارك الله احسن الخالقين۔

اے کہ جان خیرہ را رہبر کنی

وے کہ بے رہ راکہ پیغمبر کنی

اے خدا وہ جان جو راہ سے ناواقف ہونے کے سبب حیرت زدہ ہے اگر آپ کا فضل ہوجاتا ہے تو نہ یہ کہ اس کو آپ راستہ بتاتے ہیں بلکہ راہبر بنادیتے ہیں۔ بعض گمراہوں کو آپ نے صرف ولی نہیں ولی گر بنادیا کہ ان کی صحبت سے دوسرے ولی بننے لگے۔ حضرت فضیل ابن عیاض ڈاکو تھے۔ اے اللہ آپ نے ان کو توفیق توبہ دی اور ان کو اتنا بڑا ولی اللہ بنایا کہ آج ہمارے سلسلہ کے شجرہ میں ان کا نام آتا ہے اور اے خدا جو آپ کی راہ سے بے خبر تھے ان کو آپ نے پیغمبر بنادیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى اے نبی آپ وحی الٰہی اور احکام شریعت سے بے خبر تھے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام نبوت سے نواز کر باخبر کردیا۔ بعض لوگوں نے ضالاً کا ترجمہ گمراہ کیا جو بالکل جائز نہیں، سخت گستاخی ہے کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے، وہ اللہ کے یہاں پہلے ہی سے منتخب ہوتا ہے چنانچہ نبوت ملنے سے پہلے بھی کسی نبی نے کبھی بت پرستی نہیں کی، شراب نہیں پی اور کوئی گناہ نہیں کیا، ان کی حفاظت کی جاتی ہے لہٰذا حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا پیارا ترجمہ کیا کہ اللہ نے اے نبی آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا پس آپ کو باخبر کردیا۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام کے حالات بچپن ہی سے نہایت رفیع ہوتے ہیں، بچپن ہی سے معجزے شروع ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح بعض اولیاء اللہ بھی مادر زاد ولی

ہوتے ہیں، بچپن ہی سے ان کو کھیل کود سے مناسبت نہیں ہوتی اور دین کے کاموں سے ان کو بچپن ہی سے تعلق ہوتا ہے لیکن اولیاء اللہ معصوم نہیں ہوتے اس لئے بعضے پہلے فاسق و فاجر تھے بعد میں توبہ کرکے ولی اللہ ہوگئے۔

اے کہ خاک تیرہ را تو جاں دہی
عقل و حس را روزی و ایماں دہی

اے اللہ ماں کے پیٹ کے اندھیرے میں مٹی کا پتلا بنا کر ساڑھے تین مہینہ کے بعد اس اندھیری مٹی کو آپ روح عطا فرماتے ہیں اور پھر اس کو عقل و حواس بھی دیتے ہیں اور ان کی پرورش کے لئے جسمانی رزق یعنی روٹی بھی دیتے ہیں اور جس مٹی پر فضل خاص ہوتا ہے اس کو روحانی رزق یعنی ایمان بھی عطا فرماتے ہیں۔

شکر از نے میوہ از چوب آوری
از منی مُردہ بتِ خوب آوری

اے اللہ آپ کی قدرت کا کمال ہے کہ گنے سے جو صورتاً لکڑی کے ڈنڈے کے مشابہ ہوتا ہے آپ شکر پیدا فرماتے ہیں اور درختوں کی لکڑیوں سے میوے اور پھل پیدا فرماتے ہیں اور مردہ اور

بے جان نطفۂ منی سے کیسی پیاری اور خوبصورت شکلیں پیدا فرماتے ہیں۔ باپ کی منی اور ماں کے حیض جیسی بدہیئت اور کریہہ المنظر شے سے آپ انسان کو احسن تقویم میں پیدا فرماتے ہیں ۔

دہد نطفہ را صورتے چوں پری
کہ کردہ ست بر آب صورت گری

اے اللہ نطفۂ منی کو آپ کیسی خوبصورت شکل میں تبدیل فرمادیتے ہیں اور آپ کا کمال قدرت ہے کہ منی کے قطرۂ آب پر آپ نے صورت گری کی ہے، پانی پر نقش و نگار آپ کے علاوہ کون ہے جو بناسکے۔

گل زگل صفوت زدل پیدا کنی
پیہ را بخشی ضیاء و روشنی

ارشاد فرمایا کہ پیہ کے معنی ہیں چربی ، شحم

مولانا رومی قدرت الٰہیہ کے تصرفات عجیبہ بیان فرمارہے ہیں کہ اے اللہ آپ پھولوں کو مٹی سے پیدا فرماتے ہیں جبکہ مٹی میں کوئی خوشبو نہیں لیکن اسی مٹی سے خوشبو دار پھول پیدا ہوتے ہیں اور مٹی میں کوئی رنگ نہیں اور پھول رنگ برنگے ہوتے ہیں اور انسانی جسم سر سے پیر تک گوشت اور چربی سے مرکب ہے جس کی وجہ سے جسم کے اندر اندھیرا ہے اور اسی میں قلب ہے اور قلب

کے اندر بھی اندھیرا ہے لیکن اسی گوشت اور چربی کے اندھیروں میں قلب کے اندر آپ نور ایمان اور نور تقویٰ اور نور عقل اور نور ہدایت و معرفت اور اپنے قرب کی تجلی عطا فرماتے ہیں۔ اسی طرح جسم کے ظاہر میں آنکھیں ہیں جن کو اگر چیر کر دیکھیں تو روشنی کا پتہ نہ ملے گا لیکن گوشت پوست سے بنی ہوئی آنکھوں کے تاریک اور سیاہ تل میں آپ نے نور کا خزانہ رکھ دیا۔ سیاہی میں نور کا خزانہ اجتماع ضدین ہے جو مخلوق کے لئے محال ہے لیکن آپ کی قدرت قاہرہ نے محال کو ممکن بنادیا فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین.

می کنی جز و زمیں را آسماں
می فزائی در زمیں از اختراں

مولانا رومی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے خدا زمین کے جز کو آپ آسمان بنادیتے ہیں یعنی جو اللہ والے ہیں وہ زمین پر رہتے ہوئے بھی آسمان ہیں بلکہ آسمان بھی ان پر رشک کرتا ہے کہ اس اللہ والے کے جسم کی خاک مجھ سے اعلیٰ و اشرف ہے بلکہ زمین کا وہ ٹکڑا بھی مجھ سے افضل ہے جہاں کوئی اللہ والا رہتا ہے اور کہکشاں بھی ان آنسوؤں پر رشک کرتی ہے جو اللہ کی یاد میں نکلتے ہیں۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ وہ ہوتے مرے آنسو
تمنا کہکشاں کو ہے کہ میری آستیں ہوتی

ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

آسماں رشک برآرد بہ زمینے کہ برو
یک نفس یا دو نفس بہر خدا بنشینند

آسمان اس زمین پر رشک کرتا ہے جہاں دو ایک بندے آپس میں اللہ کے لئے بیٹھ جائیں، جس زمین پر کوئی بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے اس زمین کے لئے وہ گویا آسمان ہوتا ہے۔ اسی کو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

مبارک تجھ کو اسرار کرم کا رازداں رہنا
مبارک ہو زمیں پر تیرا بن کر آسماں رہنا

اسی پر احقر کے چند اشعار ہیں ؎

ہماری خاک اس لمحہ میں ہے رشکِ فلک اختر
وہی لمحہ جو میرا ذاکرِ مولائے عالم ہے

آب و گل میں اگر دردِ دل ہے
عالمِ خاک ہے آسماں میں
کیا کہوں قربِ سجدہ کا عالم
یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں

نہ پوچھو لذت فریاد سجدہ
زمیں میری ہو جیسے آسماں میں

زمین کا وہ ٹکڑا آسمان بلکہ آسمان سے افضل کیوں نہ ہوگا اور انسان کی وہ خاک ملائکہ سے اعلیٰ و اشرف کیوں نہ ہوگی جس خاک پر اللہ تعالیٰ فخر فرمائیں۔ مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۴۹ پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث ذکرھم اللّٰہ فیمن عندہٗ کی تشریح میں فرماتے ہیں ای عندالملائکۃ المقربین و عند ارواح الانبیاء و المرسلین یعنی ملائکہ مقربین و ارواح انبیاء و المرسلین کے سامنے اللہ تعالیٰ بطور افتخار کے ان بندوں کی ثناء و تعریف کے ساتھ ان کا تذکرہ فرماتے ہیں جو زمین پر اللہ کو یاد کررہے ہیں ۔ اسی کو مولانا رومی اس شعر میں فرماتے ہیں کہ اے اللہ زمین کے بعض ٹکڑے کو آپ آسمان کردیتے ہیں اور بعض آسمان کو زمین کردیتے ہیں جیسے آسمان سے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر زمین کا جز بن جاتے ہیں اسی طرح اولیاء اللہ زمین پر مثل ستاروں کے اپنے انوار سے زمین کی قیمت کو بڑھا دیتے ہیں۔

اے دہندہ قوت و تمکین و ثبات
خلق را زیں بے ثباتی دہ نجات

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض

کرتے ہیں کہ اے اللہ آپ رزق بھی دیتے ہیں اور تمکین و ثبات بھی دیتے ہیں ۔ استقامت رزقِ روحانی ہے۔ تمکین کے معنی ہیں استقامت اور ثبات سے مراد ثبات قدم ہے یعنی دین پر ثابت قدم رہنا۔ مراد یہ ہے کہ اے اللہ آپ ہمیں روزی یعنی رزق جسمانی بھی دینے والے ہیں اور استقامتِ دینی و روحانی دینے والے ، اپنے راستہ پر ثابت قدم رکھنے والے بھی ہیں لہٰذا اپنی اس مخلوق کو بے ثباتی و بے استقامتی سے نجات عطا فرمائیے۔ بے ثباتی سے مراد تلوین ہے اور تلوین کے معنی ہیں کہ رنگ بدلنا یعنی جو استقامت سے محروم ہے ، کسی وقت اللہ کو راضی کرتا ہے اور کسی وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہوجاتا ہے، کبھی نفس پر غالب آجاتا ہے ، کبھی نفس سے مغلوب ہوکر نفس کا غلام بن جاتا ہے، یعنی کبھی شیطان کبھی ولی، گھڑی میں اولیاء گھڑی میں بھوت ،یہ تلوین میں مبتلا ہے ۔ اسی لئے مولانا رومی دعا فرماتے ہیں کہ اے بندوں کو رزق دینے والے اور رزق کو صحیح استعمال کرنے کی توفیق دے کر اپنے خاص بندوں کو مقام تمکین و استقامت عطا فرمانے والے ہمیں بھی تمکین و استقامت عطا فرما، اپنی راہ پر ثابت قدمی عطا فرما کیونکہ اگر رزق کھا کر اس سے پیدا شدہ طاقت کو اے اللہ آپ کی نافرمانی میں استعمال کیا تو یہ صاحبِ قوت اور حاملِ رزق تو ہے لیکن صاحب تمکین اور صاحب استقامت نہیں ہے بلکہ نمک حرام ہے کہ جس

مالک کا رزق کھاتا ہے اسی کے خلاف چلتا ہے۔ پس اے رب ہم آپ کے مخلوق ہیں، آپ کے مملوک ہیں، آپ کے مرزوق ہیں اپنی اس مخلوق کو بے ثباتی سے، استقامت سے محرومی سے یعنی دین کے خلاف کام کرنے سے نجات عطا فرما یعنی ہم لوگ جو نفس کے غلام بنے ہوئے ہیں اور حرام لذتوں کی عادت ڈالے ہوئے ہیں ہماری اس خصلت خنزیریت اور خصلت سگیت کو خصلتِ شرافتِ انسانیت اور خصلتِ شرافتِ عبدیت سے تبدیل فرمادیجئے کہ ہماری ہر سانس آپ کی مرضی پر فدا ہو اور ایک سانس بھی آپ کی ناراضگی میں نہ گذرے اور بندے کی جس سانس سے اللہ خوش ہو وہ سانس اتنی قیمتی ہے کہ زمین و آسمان اس کی قیمت ادا نہیں کرسکتے اور جس سانس سے اللہ ناراض ہو اس سانس کے خسارہ اور ذلت کو کتے سور بھی نہیں سمجھ سکتے کیونکہ کتے اور سور مکلف نہیں ہیں، ان کو اللہ نے عقل ہی نہیں دی لیکن ہمیں تو اللہ نے عقل عطا فرمائی ہے، جو عقل والا ہو کر اپنے مالک اور محسن کو ناراض کرے وہ جانوروں سے زیادہ بدتر ہے۔ لہٰذا جس شخص کو استقامت نصیب نہیں، دین پر قائم رہنے کی طاقت اور ثبات قدمی حاصل نہیں اس کا کچھ اعتبار نہیں کہ جانے کس وقت وہ کیا کر بیٹھے۔

کراچی کا واقعہ ہے۔ ایک عالم نے بتایا کہ ایک شخص جو دین کے کاموں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لینے والا، لوگوں کو دین کی دعوت

دینے والا تھا یہاں تک کہ تاجر اس کے پاس امانتیں رکھواتے تھے اس کا ظاہر بالکل سنت و شریعت کا پابند لیکن اپنی سالی سے پردہ نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ بے پردگی کی نحوست سے عشق مجازی کا زہر آہستہ آہستہ دل میں گھستا رہا اور ایک دن بے قابو ہو کر رات کے بارہ بجے داڑھی منڈائی اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر اور سب کی امانتیں لے کر سالی کے ساتھ بھاگ گیا۔ اس لئے شریعت نے پردہ کا اور نظر کی حفاظت کا جو حکم دیا ہے یہ سختی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ نظر کی حفاظت فرض کردی کیونکہ جب نظر محفوظ ہوگی تو شرمگاہ بھی محفوظ ہوگی اور شرمگاہ محفوظ ہوگی تو زنا سے حفاظت ہوگی اور اولاد حلالی پیدا ہوگی۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم نہیں ہے کہ بندے حلالی ہوں اور ان کا نسب محفوظ ہو۔ سبحان اللہ کیا پاکی اور طہارت و شرافت کا قانون ہے۔ یہ اللہ کا قانون ہے، انگریزوں کا اندھا قانون نہیں ہے کہ اگر مرد و عورت راضی ہوں تو باہمی رضامندی سے وہ حرام کاری کرسکتے ہیں یعنی حرامی اولاد پیدا کرسکتے ہیں۔ شریعت اسلامی کہتی ہے کہ باہمی رضامندی کوئی چیز نہیں، مالک کی رضامندی اصل چیز ہے۔ باہمی رضامندی سے مالک کی نافرمانی جائز نہیں ہوسکتی لہٰذا فسق پر راضی ہونا فسق ہے اور کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ اگر دو غلام مالک کی نافرمانی پر صلح کرلیں تو پٹائی ہوتی ہے یا نہیں؟ جیسے دو نوکر ایک سیٹھ کی دوکان پر بادام چرا

کر کھایا کرتے تھے ، یہاں تک کہ خوب موٹے ہوگئے۔ جب مالک کو پتہ چلا تو وہ پٹائی ہوئی کہ اگلا پچھلا سارا بادام نکل گیا۔ اسی لئے اللہ کی نافرمانی پر لاکھ کوئی رضامند ہوجائے لیکن جب پٹائی ہوگی تو پتہ چلے گا۔

اسی لئے مولانا رومی اس شعر میں اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں اے اللہ ہم آپ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں ، آپ ہمیں روزی دینے والے ہیں تو آپ کی روزی کو صحیح استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما کر ہمیں دین پر تمکین و استقامت کی نعمت عطا فرمادیجئے اور ہمیں تلوین و عدم استقامت سے نجات عطا فرمایئے اس لئے یا اللہ اپنی رحمت سے جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کی برکت سے جو شرح اس وقت بیان ہوئی اپنی رحمت سے اسے قبول فرمالیجئے۔ اے خدا ہماری ہر سانس کو اپنی رضا پر فدا ہونے کی توفیق عطا فرما اور اولیائے صدیقین کا ایمان و یقین نصیب فرما اور ہمارا ایمان و یقین اولیاء صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچا دے، ایسا یقین ، ایسا ایمان عطا فرما کہ ہماری ہر سانس آپ پر فدا ہو اور آپ کو خوش کرکے ہماری زندگی کی ہر سانس رشک سلطنت ہفت اقلیم ہوجائے۔ اے خدا ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض کرنا اپنے لئے دونوں جہان کی مصیبت سے بڑھ کر سمجھیں ، اے خدا ایک سانس بھی ہماری آپ کی ناراضگی میں نہ گذرنے پائے۔ ہمیں ہر وقت اپنی رضا پر

استقامت نصیب فرمائیے اور اپنی خصوصی حفاظت نصیب فرمائیے۔ اگر ہم گناہ کی طرف جارہے ہوں تو جس طرح چھوٹے بچے مٹی کھانے کے لئے یا پیشاب پاخانہ میں ہاتھ ڈالنے کے لئے چلتے ہیں تو ماں ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیتی ہے، آپ کی رحمت سے فریاد ہے کہ اگر ہم اپنی نالائقی سے، اپنی خباثت طبع سے گناہ کی طرف جانے لگیں تو ہم آپ کی رحمت سے فریاد کرتے ہیں کہ ماں کی رحمت تو آپ کی دی ہوئی مخلوق رحمت ہے اور آپ ارحم الراحمین ہیں اس رحمت عامہ کے صدقہ میں اور اس رحمت خاصہ کے صدقہ میں ہمارے ہاتھوں کو ہر برائی سے آپ کھینچتے رہیے، بچاتے رہیے، حفاظت نصیب فرماتے رہیے کہ ہم ایک سانس بھی آپ کو ناراض نہ کریں۔ جس دن آپ ہم کو یہ مقام عطا فرمادیں گے بس اس دن ہم ہفت اقلیم کی سلطنت بلکہ شمس و قمر اور زمین و آسمان سے زیادہ بلکہ دونوں جہان سے زیادہ ہم آپ کی رحمت پائیں گے۔ اے خدا آپ ہماری زندگی کو اپنے اولیاء کی حیات سے مشرف اور مبدل فرمادیجئے اور نفس و شیطان کی غلامی سے نفرت اور کراہت اور اپنی خصوصی حفاظت مقدر فرمائیے، ہم سب کو، ہماری اولاد کو اور ہمارے رشتہ داروں کو تمام نافرمانیوں سے محفوظ فرما اور آج تک اے خدا آپ کی ناخوشی کی راہوں سے ہمارے نفس نے جتنی حرام خوشیاں درآمد کی ہیں آپ ان خوشیوں کو معاف کردیجئے کیونکہ آپ کو ناخوش کرکے

بندوں کو اپنا جی خوش کرنا یہ حرام خوشی انسانیت و شرافت و عبدیت کے خلاف ہے۔ و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد و علیٰ آلہٖ و صحبه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین.

پریشانیٔ حسن و شادانیٔ دیوانۂ حق

ہر حُسن مجھے خوابِ پریشاں نظر آیا
دیوانۂ حق بس مجھے شاداں نظر آیا
چھایا ہے جب سے دل پہ تری یاد کا عالم
ہر ذرہ مجھے منزلِ جاناں نظر آیا

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

درس مناجات رومی

۱۱ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۷ فروری ۱۹۹۱ء بروز بدھ
بعد نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

اندراں کارے کہ ثابت بودنی ست
قائمی دہ نفس را کہ مثنی ست

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی دعا کرتے ہیں کہ جس کام کے اندر استقامت مطلوب ہے اے خدا اس میں ہمارے نفس کو استقامت دیجئے کیونکہ اپنی خصلت کے اعتبار سے اس میں ازاغت، کجی اور ٹیڑھا پن ہے اور یہ کجی اور ازاغت کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ

یعنی نفس اپنی فطرت کے اعتبار سے کثیر الامر بالسوء ہے شدید المیلان الی الخطاء ہے، ہر وقت بُرائی کو کہتا رہتا ہے، اگر موقع پاجائے تو ایک بُرائی کو اور ایک گناہ کو نہ چھوڑے خواہ چھوٹا گناہ ہو یا بڑا گناہ، پرانا گناہ ہو یا نیا گناہ۔ اب اگر کوئی کہے کہ جب قرآن پاک نازل ہورہا تھا اس زمانہ میں فلم، سینما، ٹی وی، وی سی آر اور ڈش

کہاں تھے ، مولوی زبردستی ان چیزوں کو منع کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ السوء میں الف لام جنس کا ہے اور جنس وہ کلّی ہے جو انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہو جس کا مطلب یہ ہوا کہ سوء یعنی برائی اور گناہ کی جتنی قسمیں زمانۂ نزول قرآن سے لے کر قیامت تک پیدا ہوں گی وہ سب اس السوء میں داخل ہیں۔ لہٰذا سوء کی تمام انواع ماضیہ حالیہ و مستقبلہ اس میں شامل ہو گئیں یعنی گناہوں کے جتنے انواع و اقسام تھے اور ہیں اور آئندہ ایجاد ہوں گے سب اس میں آگئے۔ یہی دلیل ہے کہ یہ کلام اللہ کا ہے کہ ماضی حال و استقبال تک کے تمام گناہوں کا اس میں احاطہ ہو گیا۔

اس لئے مولانا رومی دعا کررہے ہیں کہ اے اللہ جس کام میں آپ کو استقامت پسند ہے اس میں میرے نفس کو استقامت نصیب فرمایئے کیونکہ نفس اپنی فطرت کے اعتبار سے کثیر الامر بالسوء ہے لہٰذا الا ما رحم ربی کا سایۂ رحمت ہمارے اوپر ڈال دیجئے جو استقامت کا ضامن ہے۔

اندراں کارے کہ دارد آں ثبات
قائمی دہ نفس را بخشش حیات

جو کام اپنے اندر ثبات قدمی اور استقامت کو مقتضی ہیں یعنی جن کاموں میں آپ استقامت کو پسند فرماتے ہیں ان میں ہم کو

استقامت عطا فرمادیجئے۔ اور ہمیں حیات ایمانی بخش دیجئے، استقامت فی الدین کی برکت سے ہم سب کو حقیقی حیات نصیب فرمادیجئے یعنی اے اللہ ہمیں اپنے دوستوں کی حیات نصیب فرمادیجئے، دین پر ثبات قدمی و استقامت عطا فرمادیجئے کیونکہ اگر نفس میں استقامت نہیں، اور دین پر وہ قائم نہیں رہتا مثلاً حرام لذت کو چرالیتا ہے تو حیات سے محروم ہو جاتا ہے، اس کی زندگی مثل جانور کے ہو جاتی ہے۔

صبر ماں بخش و کفہ میزاں گراں
وارہاں ماں ازدم صورت گراں

اے اللہ آپ ہم کو صبر عطا فرمائیے یعنی گناہوں کے تقاضوں کے وقت گناہوں کی لذت سے بچنے کی تکلیف پر صبر عطا فرمائیے کہ چاہے گناہ کا کتنا ہی تقاضا ہو لیکن ہمیں ایسی توفیق دے دیجئے کہ چاہے جان نکل جائے لیکن گناہ کر کے ہم آپ کو ناراض نہ کریں اور قیامت کے دن ہماری ترازو کے پلہ کو بھاری کر دیجئے یعنی نیکیاں زیادہ کر دیجئے تاکہ ہماری نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے۔ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ نہ ہو وَ اَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ہو اور چونکہ صبر پر اجر بہت زیادہ ہے اس لئے مولانا نے اس کا تعلق کفہ میزان سے جوڑ دیا کہ صبر کی توفیق عطا فرماکر اور اس کو قبول فرماکر میزان اعمال میں نیکیوں کے پلہ کو بھاری کر دیجئے۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہاں نیکیوں

کا لفظ کیوں بڑھایا جارہا ہے کیونکہ کفہ میزان کے معنی تو ترازو کے پلہ کے ہیں یعنی ترازو کے پلہ کو بھاری کردیجئے۔ یہاں نیکیوں کا کیا ثبوت ہے تو جواب یہ ہے کہ مولانا کا اسلوب بیان قرآن پاک کی اتباع میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ جس سے مراد نیکیوں کا پلہ بھاری ہونا ہے۔

تو مولانا رومی عرض کرتے ہیں کہ ہمیں صبر عطا فرما کر ہماری نیکیوں کے پلہ کو بھاری کردیجئے اور اس مکروہ صورت، دشمن شیطان کے خبیث وسوسوں سے ہمیں خلاصی عطا فرمائیے جو ہمارے دل میں گناہوں کے تقاضوں کی پھونک مارتا ہے اور گناہوں کے خیالات ڈال کر سانپ کی طرح دل کو ڈستا رہتا ہے لہٰذا اے اللہ اس خبیث کے وسوسوں اور اس کے مکر و فریب سے ہم کو بچائیے۔

وز حسودے باز ما خر اے کریم
تا نہ باشیم از حسد دیو رجیم

اے کریم اس حاسد اور دشمن شیطان سے ہم کو دوبارہ خرید لیجئے یعنی آپ تو ہمیں بار بار خریدتے رہتے ہیں اور اس کی غلامی سے چھڑاتے رہتے ہیں لیکن ہم اپنی نالائقی اور کمینہ پن سے پھر اس کی گود میں چلے جاتے ہیں اور بار بار گناہ کرتے ہیں۔ پس عدل کا تو تقاضا یہ تھا کہ ہم کو نفس و شیطان کے حوالہ کردیا جاتا کہ جب تم

شیطان کی بات مانتے ہو تو شیطان ہی کی گود میں رہو لیکن چونکہ آپ کریم ہیں ، ہماری نااہلیت اور استحقاق سزا کے باوجود آپ محروم نہیں فرماتے اس لئے آپ اپنے کرم سے ہم کو اس خبیث سے پھر خرید لیجئے یعنی ہمیں شیطان سے چھڑا لیجئے تاکہ ایسا نہ ہو اس شیطان کے حسد سے ہم بھی مردود ہو جائیں یعنی بوجہ گناہوں کے آپ کی بارگاہ قرب سے نکال دیئے جائیں۔ بہت سے ایسے لوگ جنہوں نے گناہ نہیں چھوڑا ان کا انجام بہت بُرا ہوا یعنی ان کی توفیق توبہ ہی سلب کرلی گئی اور بہت بُرا خاتمہ ہوا۔ لہٰذا گناہ سے دل کو مانوس مت کرو، اس حالت پر بہت روتے رہو۔ اپنی اس حالت کو خطرناک سمجھو جیسے بلڈ کینسر کا مریض اپنی صحت کے لئے اللہ سے بلبلا کے روتا ہے ایسے ہی اپنی روحانی صحت اور گناہوں کے کینسر سے نجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے روتے رہو اور بزرگانِ دین سے دعائیں کراؤ۔

رنگ لائیں گی کب میری آہیں
پھر مدینہ کی جانب کو جائیں
جب نظر آئے وہ سبز گنبد
سب کے صَلِّ علیٰ جھوم جائیں

درس مناجات رومی

۱۵ ذوقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۹۹۱ء بروز بدھ بعد نماز
مغرب بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

گویم اے رب بارہا برگشتہ ام
توبہ ہا و عذر ہا بشکستہ ام

ارشاد فرمایا کہ برگشتہ معنی پھر جانا، بہک جانا یعنی بے وفائی کرنا۔

فرمایا کہ یہ شعر زبانی یاد کرنے کے ہیں چاہے تھوڑا پڑھو مگر زبانی یاد کرلو کیونکہ دعا میں یہ بڑا درد پیدا کرتے ہیں۔

اے میرے رب میں آپ سے عرض کررہا ہوں کہ بارہا آپ کی راہ سے برگشتہ ہوچکا ہوں یعنی نفس و شیطان کے کہنے میں آکر آپ کی چوکھٹ کی جبیں سائی چھوڑ کر نفس و شیطان کی غلامی میں آگیا اور حرام اور خبیث لذتوں کے پیچھے پڑ گیا اور آپ سے بے وفائی کی۔ بندہ کی بے وفائی اللہ تعالیٰ سے کیا ہے؟ کہ اس کی نافرمانی کی راہ سے حرام لذت کو در آمد کرنا، اللہ کو ناخوش کرکے اپنا جی گناہوں سے خوش کرنا۔ تو اے میرے رب میں نادم ہوکر آپ سے اقرار کرتا ہوں کہ میں بارہا آپ کی نافرمانی میں مبتلا ہوا اور آپ

کو ناراض کر کے بارہا عہد وفا کو توڑا اور آپ کے قرب سے محروم ہوا جبکہ صحابہ کی شان یہ تھی کہ جان دے دیتے تھے مگر آپ کو ناراض نہیں کرتے تھے، شہید ہوجاتے تھے مگر کسی طرح سے خود کو آپ کی نافرمانی کی بزدلی میں مبتلا نہیں ہونے دیتے تھے اور شہید ہو کر بزبان حال یہ شعر پڑھتے تھے کہ ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ہم نے بارہا توبہ کی کہ اب یہ گناہ نہیں کریں گے اور بارہا عذر خواہی کی کہ اے اللہ اس دفعہ ہم مغلوب ہوگئے آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے لیکن پھر نفس و شیطان ہم پر غالب آگئے اور ہزاروں عذر و معذرت اور توبہ کو ہم نے توڑ دیا اور اس طرح بارہا اپنا منہ کالا کر چکے ہیں اور آپ کے غضب اور قہر کی راہوں سے لذت کی درآمدات کو عادت بنا رکھا ہے مثلاً توبہ کو توڑ کر ہم پھر حسینوں کو دیکھتے ہیں اور ان کا حرام نمک چکھ کر نمک حرام ہوجاتے ہیں۔ نمک حرام کہتے ہیں کسی کی روٹی کھا کر اس کے خلاف کام کرنے والے کو۔ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے نمک خوار ہیں، انہیں کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں۔ لہٰذا اللہ کا رزق کھا کر جو ذلیل کام کررہا ہے اور اللہ کا حرام کیا ہوا حسینوں کا

نمک چکھ رہا ہے کیا یہ نمک حرامی نہیں ہے۔ بلکہ ایسا شخص تو دوہرا نمک حرام یعنی دوہرا مجرم ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرکے اس نے اللہ کا حرام کیا ہوا نمک چکھا تو اسی وقت نافرمان اور بے وفا یعنی نمک حرام ہوگیا اور حسینوں کا نمک چکھنے کا جرم الگ۔ پس نمک حرام مثبت حرام نمک تو میزان میں حرام کا اضافہ ہوگا یا نہیں؟ دیکھئے یہ ایک خاص تقریر ہے۔ مثنوی پڑھانے کے لئے خالی ترجمہ کرنا تو کوئی مشکل کام نہیں ہے، ترجمہ تو سب کرسکتے ہیں، بڑے بڑے فارسی داں یہاں بیٹھے ہیں مگر کراچی کے ایک بڑے عالم کے پاس ایران سے خط آیا تھا کہ ہندوستان و پاکستان میں سب سے بہتر مثنوی کون پڑھا سکتا ہے تو ان عالم صاحب نے اپنے نیک گمان کی راہ سے میرا نام پیش کیا۔ یہ اللہ کا کرم اور احسان ہے کہ علماء کے دل میں یہ حسن ظن ہے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ لاکھ حرام لذتیں چراؤ، لاکھ نمک چوری کرو یعنی لاکھ حسینوں کو دیکھو لیکن ؎

نیست آب شور درمان عطش

پیاس کا علاج کھاری پانی نہیں ہے بلکہ کھاری اور نمکین پانی سے تو پیاس اور بڑھ جاتی ہے۔ گناہ کھاری پانی ہے اور اللہ کی عبادت، اللہ کی یاد میٹھا پانی ہے لہٰذا اللہ کی فرماں برداری کا میٹھا پانی پیا کرو کیونکہ

گناہ کے کھاری پانی سے تم کو تسلی نہیں ہوگی ، پیاس اور بڑھ جائے گی ، تم اور بے چین ہو جاؤ گے۔ تم سمجھتے ہو کہ اس نمکین پانی سے تمہیں چین ملے گا لیکن حسینوں کی چمک دمک اور نمک نے کتنوں کو پاگل کردیا۔ لیلیٰ کالی تھی لیکن اس میں نمک غضب کا تھا لیکن کیا ملا؟ مجنوں پاگل ہوگیا۔ اسی پہ میرا شعر ہے ؎

بتوں کے عشق سے دنیا میں ہر عاشق ہوا پاگل
گناہوں سے سکوں پاتا تو کیوں پاگل کہا جاتا

مجنوں کو تو لیلائے سیہ فام کے نمک نے پاگل کردیا اور بعضوں کو حسن گلفام کی چمک دمک نے پاگل کردیا لہٰذا چاہے نمک ہو چاہے دمک دونوں کا دیکھنا حرام ہے ۔ ایسے ہی ان نمکینوں دمکینوں اور چمکینوں کو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اپنے کو بنانا سنوارنا اور اپنا حسن غیروں اور نامحرموں کو دکھانا جائز نہیں کیونکہ یہ دعوت بدنگاہی ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ

یعنی اللہ تعالیٰ لعنت کرے جو نظر حرام میں مبتلا ہو یا دوسروں کو مبتلا کرے اس لئے تصویر والے جتنے اخبار ہیں ان میں جو حسینوں کی تصویریں دیکھے گا خود بھی گنہگار ہوگا اور دیکھنے والوں کا سارا گناہ ان اخبار والوں کے اعمالنامہ میں بھی لکھا جائے گا جنہوں نے وہ

تصویریں چھاپی ہیں۔ قیامت کے دن سخت پکڑ کا اندیشہ ہے۔

لہٰذا مولانا رومی ہم کو توبہ کا راستہ دکھا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے یوں کہو کہ اے پالنے والے بارہا میں آپ کے راستہ سے بھٹک گیا اور نفس و شیطان کے راستہ پر لگ کر ذلت کے گڑھے میں گر گیا۔ میں نے ایک دفعہ توبہ نہیں توڑی بے شمار مرتبہ میں نے توبہ کو توڑا ہے، بے شمار مرتبہ آپ سے بے وفائی کی ہے۔ اب دوبارہ اقرار جرم کر کے اپنے مولیٰ کی رحمت کو اپنی طرف مائل کر رہا ہوں کیونکہ اگر انسان دوسرے انسان سے اپنی غلطی کو تسلیم کرلے اور کہدے کہ صاحب میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ آپ مجھے اپنے ساتھ رکھیں کیونکہ میں نے بہت نالائقیاں کی ہیں، یہ آپ کا کرم ہے جو آپ نے مجھے اپنے پاس رکھا ہوا ہے جیسے میر صاحب کا شعر ہے ؎

مرے جام شکستہ کو خریدا میرے ساقی نے
وگرنہ درحقیقت پھینک ہی دینے کے قابل ہوں

تو انسان کا دل بھی پانی ہو جاتا ہے کہ چلو بھئی ایک آدمی نالائق ہے مگر اقرار کر رہا ہے تو پڑا رہنے دو اس نالائق کو اپنے دروازے پر۔ تو اے اللہ آپ تو ارحم الراحمین ہیں، آپ مستغفرین تائبین نادمین پر کیوں نہ کرم فرمائیں گے لیکن اگر کوئی اکڑ لگاتا ہے کہ میں بہت بڑا آدمی ہوں، میری وجہ سے خانقاہ چمک رہی ہے تو جس نے ناز

کیا سمجھ لو کہ اس کی خیریت نہیں، تکوینی طور پر ایسے حالات پیدا ہوجائیں گے کہ یہ خانقاہ سے بہت ہی ذلت کے ساتھ نکال دیا جائے گا اور دینی خدمت سے محروم کردیا جائے گا۔ حق تعالیٰ ایسے شخص کو جو اپنے کو اہمیت دیتا ہے پسند نہیں فرماتے۔ یہی کہنا چاہئے کہ اے اللہ ہم آپ کے دین کے محتاج ہیں، ہماری خدمات سے آپ کا دین مستغنی ہے، آپ کا کرم ہوگا اگر ہم کو آپ اپنے دین کے کام میں قبول فرمائیں۔ ہماری حسن تقریر و تصنیف کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ جو کچھ کام لے لیتے ہیں، دین کی چاکری کی جو توفیق دی ہے یہ سب کچھ آپ کی عطا ہے، ہمارا کوئی کمال نہیں۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر بادشاہ کسی جنگلی چمار کے سڑے ہوئے بانس کو شاہی عمارت میں قبول کرلے تو یہ بادشاہ کا احسان ہے، چمار کو اور شرم سے گڑ جانا چاہئے کہ کہاں میرا سڑا ہوا بانس اور کہاں شاہی عمارت۔ ہماری عبادات، و اعمال اور دینی خدمات کی مثال اسی سڑے ہوئے بانس کی سی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں تو یہ ان کا احسان عظیم ہے ورنہ یہ قبولیت کے قابل نہیں۔

کردہ ام آں ہا کہ از من می سزید
تا چنیں سیل سیاہی در رسید

ہم نے وہی کیا جس کے ہم لائق تھے یعنی ہم نالائق تھے تو نالائق اعمال ہی ہم سے صادر ہوئے۔ نالائق سے تو نالائقی ہی صادر ہوگی پس ہم نے ایسے ایسے گناہ کئے ہیں جو ہماری نالائقی کے سزاوار تھے یہاں تک کہ سر سے پیر تک ہم سیاہی کے سیلاب میں غرق ہوگئے اور ہمارا ظاہر و باطن گناہوں کی ظلمت سے سیاہ ہوگیا اور ہم گناہوں کے اندھیروں میں ڈوب گئے کیونکہ جب گناہ زیادہ ہوتے ہیں تو اندھیرا بھی زیادہ ہوتا ہے جیسے رات ہو، کالے بادل ہوں اور روشنی نہ ہو تو ظلمت کتنی شدید ہوگی۔ اسی طرح جب انسان مسلسل گناہ کرتا ہے تو باطنی سیاہی بڑھتی چلی جاتی ہے، طاعات کے انوار پر گناہوں کے بادل چڑھتے چلے جاتے ہیں، ذلت و رسوائی مقدر ہوجاتی ہے اور انسان ظلمات میں غرق ہوجاتا ہے۔ حقیقت میں ہمارا اللہ کریم اور لائق مولیٰ ہے جس نے ہماری نالائقیوں کے باوجود ہم کو اپنے دامنِ رحمت سے چمٹا رکھا ہے اور اپنے کرم سے ہمیں نہیں بھگاتے ورنہ ہماری نالائقیوں پر اگر نظر فرماتے تو اپنے در سے نہ چپکائے رکھتے۔

در جگر افتادہ ہستم صد شرر
در مناجاتم ببیں خونِ جگر

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ گناہوں پر ندامت سے میرے جگر

میں غم کی آگ لگی ہوئی ہے اور میرے قلب میں آتش غم کے سینکڑوں شعلے بھڑک رہے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اے خدا میری مناجات میں آپ میرے جگر کا خون دیکھ لیجئے۔ میں جو یہ دعا مانگ رہا ہوں اس میں میرا دردِ دل شامل ہے، میرے آنسوؤں کے سیلاب میں میرا خونِ جگر شامل ہے، میرے منہ سے دعا کے جو الفاظ نکل رہے ہیں وہ میرے اشکِ ندامت کو لئے ہوئے ہیں جیسا کہ مولانا نے ایک اور جگہ فرمایا ؎

ہر کجا بینی تو خوں بر خاک ہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشم ما

جہاں بھی دیکھو کہ کسی خاک پر خون پڑا ہوا ہے تو اے دنیا والو یقین کرلینا کہ یہاں جلال الدین ہی رویا ہوگا، اپنے گناہوں پر توبہ و استغفار میں خون کے یہ آنسو جلال الدین ہی کی آنکھوں سے گرے ہوں گے۔ سبحان اللہ! کیا جذبہ تھا مولانا کا کہ اگر میرا بس چلے تو زمین کا کوئی چپہ اور خاک کا کوئی ذرہ نہ چھوڑوں جہاں ندامت سے اپنے خون کے آنسوؤں کو نہ گرادوں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ندامت کے جو آنسو نکلتے ہیں ان آنسوؤں کا درجہ شہیدوں کے خون کے برابر ہے ؎

کہ برابر می کند شاہ مجید
اشک را در وزن با خون شہید

اللہ تعالیٰ گنہگار کے آنسوؤں کا وزن قیامت کے دن شہیدوں کے خون کے برابر کرے گا کیونکہ یہ آنسو پانی نہیں ہے بلکہ جگر کا خون ہے جو خوف خدا سے پانی ہوگیا ہے۔ لہٰذا ان آنسوؤں کو پانی مت سمجھو بلکہ یہ گنہگار نادم کے جگر کا خون ہے جو غم ندامت اور خوف قیامت اور خوف پیشی بحضور رب العزت سے پانی میں تبدیل ہوگیا ہے کہ آہ ؎

مری کھل کر سیہ کاری تو دیکھو
اور ان کی شان ستاری تو دیکھو
گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمیں میں
گناہوں کی گراں باری تو دیکھو

اسے ندامت ہوتی ہے کہ آہ میں بایں داڑھی اور مقدس چہرہ بایں لمبا کرتا اور بایں گول ٹوپی اور بایں حج و عمرہ اور بایں ماحول خانقاہ اس طرح سے کھل کر کیوں گناہوں میں غرق ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے صالحین کی وضع دی۔ جب میں نیک بندوں کے لباس میں آگیا تو گناہ کرکے نیک بندوں کی عظمت کو نقصان پہنچاتا، نیک بندوں کے لباس اور وضع کو بے عزت کرنا یہ تو گناہ در گناہ ہے۔ لہٰذا اے اللہ

میں صرف نادم ہی نہیں ہوں بلکہ غم کی آگ میرے سینہ میں بھری ہوئی ہے جس کا اثر میری مناجات میں اے اللہ آپ دیکھ لیجئے اور مجھے معاف فرمادیجئے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اگر تم سے گناہ ہوگئے اور تم اللہ سے دور ہوگئے ، تو بھی مایوس نہ ہو، اپنے گناہوں پر نادم ہوکر اللہ تعالیٰ کے حضور میں گڑگڑاۓ جاؤ اور خوب معافی مانگ کر پھر اللہ کی یاد میں لگ جاؤ۔ اگر کبھی خطا ہوجائے پھر رو رو کر ان کو منالو ۔ غرض ان کے دامن رحمت کو نہ چھوڑو۔ میرا شعر ہے ؎

ان کا دامن اگرچہ دور سہی
ہاتھ اپنا بھی تم دراز کرو

غرض اللہ کو یاد کئے جاؤ ایک دن ضرور ان کو پاجاؤ گے۔ فرماتے ہیں ؎

گرز چاہے می کنی ہر روز خاک
عاقبت اندر رسی در آب پاک

اگر کسی کنویں سے تم ہر روز مٹی نکالتے رہو گے تو ایک دن ضرور پاک پانی تک پہنچ جاؤ گے۔ جب میں معارف مثنوی لکھ رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے خواب میں اس شعر کی شرح مجھ کو عطا فرمائی۔ یہ ہے شاگردی شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ کہ ان کی

شاگردی میں میں نے مثنوی پڑھی اور حضرت نے پڑھی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت حکیم الامت نے پڑھی حاجی امداداللہ صاحب سے۔ اس طرح سلسلہ ملا رہتا ہے، ڈبہ سے ڈبہ جڑا رہتا ہے تو انجن جہاں پہنچتا ہے چھوٹے ڈبے بھی وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ تو میں خواب میں اس شعر کی شرح بیان کر رہا تھا کہ مولانا نے سلوک کے منازل اس میں بیان کئے ہیں کہ جب انسان کنواں کھودتا ہے تو خشک مٹی نکلتی ہے، پانی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے لیکن ناامید نہ ہونا کیونکہ مستند روایات سے اور اپنے گرد و پیش کے حالات سے آدمی سمجھتا ہے کہ کنوئیں ایسے ہی کھودے جاتے ہیں، پہلے خشک مٹی ہی نکلتی ہے لہٰذا اگر ذکر میں شروع میں مزہ نہ آئے تو دل چھوٹا مت کرو کہ ہم اللہ تک نہیں پہنچیں گے جیسے کنواں کھودتے وقت شروع میں خشک مٹی دیکھ کر دل چھوٹا نہیں کرتے کیونکہ جانتے ہیں کہ خشک مٹی کے راستہ ہی سے سب پانی تک پہنچتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے نام ہی سے سب اللہ تک پہنچے ہیں خواہ شروع میں مزہ نہ آئے۔ یہ سلوک کی پہلی منزل ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے کہ آٹھ دس فٹ تک کنواں کھودنے کے بعد مٹی میں پانی کی ذرا سی نمی محسوس ہونے لگتی ہے، مٹی کی خشکی میں نمی آنے سے پانی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ اسی طرح ذکر کرتے کرتے جب ایک زمانہ گذر جائے گا تو ذاکر کو قلب میں اللہ تعالیٰ کے

انوار قرب اور آثار و تجلیات الٰہیہ کی تھوڑی سی نمی محسوس ہونے لگے گی اور اس کو خوشی محسوس ہوگی کہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہورہا ہے۔ یہ سلوک کی دوسری منزل آگئی۔ اس کے بعد جب کنواں اور گہرا ہوجاتا ہے تو پھر کیچڑ آنے لگتا ہے یعنی پچاس فیصد پانی اور پچاس فیصد مٹی اب اسے اور خوشی ہوجاتی ہے کہ پانی اب بہت زیادہ قریب آگیا، اس کے بعد اور زیادہ محنت سے پھر کیچڑ اور کم ہوجاتی ہے اور پانی کا غلبہ ہوجاتا ہے جس کو گدلا پانی کہتے ہیں یعنی نوے فیصد پانی اور دس فیصد مٹی اس وقت کنواں کھودنے والا مست ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جب گناہوں میں کمی اور التزام طاعت سے ذکر کے انوار قوی ہوجاتے ہیں تو سالک خوش ہوجاتا ہے اور بزبان حال کہتا ہے ؎

نکھرتا آرہا ہے رنگ گلشن
خس و خاشاک جلتے جارہے ہیں

اس مقام پر سالک سمجھتا ہے کہ وصول الی اللہ نصیب ہوگیا لیکن مولانا فرماتے ہیں ؎

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

جب یہ خاک ملا ہوا گھونٹ تجھے مست کررہا ہے تو جس دن

بالکل صاف پانی پئے گا اس دن میں نہیں کہہ سکتا کہ تیرا کیا حال ہوگا اور کس قدر خوشی پائے گا۔ اسی طرح ابھی قربِ الٰہی کا شفاف پانی کہاں ملا ہے ابھی تو سالک کچھ ذکر و عبادت کررہا ہے اور کچھ گناہ بھی کرلیتا ہے اگرچہ عبادت کا غلبہ ہوگیا مثلاً نوے فیصد عبادت گذار ہے اور دس فیصد گنہگار ہے کہ کبھی کبھی بدنظری کرکے حرام لذت بھی چکھ لیتا ہے۔ ابھی تو تیرا جرعۂ عشقِ الٰہی خاک آمیز ہے جو تجھے اتنا مست کررہا ہے تو جس دن تو سو فیصد فرماں بردار ہوجائے گا اور اللہ کی محبت کا صاف پانی ملے گا اس دن خالص انوارِ ذکر سے تیری مستی کا کیا حال ہوگا اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

ایں چنیں اندوہ کافر را مباد

دامنِ رحمت گرفتم داد داد

اپنے گناہوں کی وجہ سے جو غم اس وقت مجھے ہے ایسا غم اے خدا کسی کافر کو بھی نہ ملے۔ بس میں آپ کی رحمت کا دامن پکڑتا ہوں مجھ پر رحم کردیجئے، رحم کردیجئے۔ داد کے معنی یہاں داد و دہش کے ہیں یعنی ہمیں مغفرت و رحمت کی بخشش دے دیجئے، اپنا شاہی رحم ہم پر مبذول فرمادیجئے، اصول اور عدل سے ہم ناقابلِ معافی ہیں کیونکہ بارہا ہم توبہ توڑ چکے ہیں لہٰذا قانون اور ضابطے سے

ہم آپ کی رحمت کے قابل نہیں لہٰذا آپ کے مراحم خسروانہ سے رحم کی بھیک مانگتے ہیں جیسے سپریم کورٹ سے جب مجرم کو پھانسی کا فیصلہ ہوجاتا ہے تو پھر وہ شاہ سے رحم کی اپیل کرتا ہے کیونکہ رحم اصول اور ضابطے اور قانون کا پابند نہیں ہوتا لہٰذا اے خدا آپ تو سلطان السلاطین ہیں ہم آپ سے رحم کی درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمیں معاف فرمادیجئے۔

کاش کہ مادر نہ زادے مر مرا
یا مرا شیرے بخوردے در چرا

اے کاش میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا اور باپ سے میرا نطفہ ہی نہ قرار پاتا یا میں شکم مادر ہی میں مرجاتا یعنی نہ میرا وجود ہوتا نہ میں گناہوں سے روسیاہ ہوتا یا جنگل کی کسی چراگاہ میں کوئی شیر ہی مجھے کھا جاتا تاکہ مجھے یہ دن نہ دیکھنے پڑتے اور یہ گناہ مجھ سے سرزد نہ ہوتے جن سے میں نے اپنے خالق اور مالک اور پالنے والے کی نافرمانی کی۔ اس سے زیادہ اور کیا اظہار ندامت ہوگا۔ مولانا کا کمال بلاغت دیکھئے کہ کیا پیارا عنوان اختیار فرمایا اور کس درد کے ساتھ اظہار ندامت فرمایا ہے۔

اے خدا آں کن کہ از تو می سزد
کہ ز ہر سوراخ مارم می گزد

اے خدا آپ ہمارے ساتھ وہ معاملہ فرمائیے جو آپ کو لائق ہے، ہم تو نالائق تھے، نالائق سے تو نالائقی ہی ہوگی لیکن آپ تو لائق ہیں، کریم ہیں آپ وہ معاملہ فرمائیے جو آپ کی شان کرم کے لائق ہے یعنی ہم کو معاف فرمادیجئے کیونکہ نفس کو گناہوں کی غذا دے کر قوت پہنچانے سے میرے بال بال کے ہر سوراخ سے نفس کا سانپ مجھے ڈس رہا ہے یعنی میری شامت عمل کے سبب اور گناہوں کی کثرت سے نفس کی عادت اتنی خبیث ہوچکی ہے کہ میرے جسم کے ہر بن مو سے نفس کے بُرے بُرے تقاضے مجھے تنگ کررہے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گناہ کرکے تسلی ہوجائے گی نہایت احمق اور گدھے ہیں کیونکہ گناہ کرنے سے تقاضے اور شدید ہوجاتے ہیں۔ ابھی تو ایک ہی سانپ سے پالا پڑا ہے اگر گناہ نہ چھوڑا تو بدن میں جتنے بال ہیں ان کے ہر سوراخ سے نفس کا سانپ بُرے بُرے تقاضوں کی صورت میں ڈسے گا۔ اس لئے بزرگوں کی نصیحت مان لو کہ جلد سے جلد گناہ چھوڑدو اور دل سے توبہ کرلو ورنہ ہر گناہ کے ساتھ تقاضے بڑھتے چلے جائیں گے۔ جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان سے پوچھ لو کہ گناہ کے بعد تقاضے ہمیشہ کے لئے ختم ہوجاتے ہیں یا تھوڑی دیر کے لئے کم ہوتے ہیں اور بعد میں پھر ایسا شدید تقاضا ہوتا ہے کہ دماغ صحیح نہیں رہتا، پاگلوں کی طرح بے حس اور اندھا ہوجاتا ہے، اسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ

وہ کیا کر رہا ہے اور کوئی اسے دیکھ رہا ہے یا نہیں۔ یہ جو گناہوں میں پکڑے جاتے ہیں یہ پہلے گناہ پر تھوڑی پکڑے جاتے ہیں بلکہ اتنے مسلسل جرائم کرتے ہیں کہ نفسیاتی طور پر پاگل ہو جاتے ہیں جس کو جنون کہتے ہیں یہاں تک کہ برسرِ عام گناہ کرتے ہیں، پھر نہ اپنی عزت کا خیال رہتا ہے نہ اپنی جان کا اور جوتے، لات اور گھونسے اور جیل خانہ اور آخر میں پھانسی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ یہ عذاب ہے اللہ کو بھلا دینے کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ

ان کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا یعنی اللہ سے بے پروائی کی تو اس کے عذاب میں اللہ نے ان کو ان کی جانوں سے بے پروا کر دیا کہ انہیں اپنی بُرائی بھلائی کی تمیز نہیں رہی۔ مثال کے طور پر دیکھ لیجئے کہ ہیروئن پینے والوں کو کیا ہو رہا ہے، دیکھ رہا ہے کہ اگلا مر رہا ہے، ہیروئن کا انجام موت ہے مگر پئے چلے جا رہے ہیں یہاں تک کہ اپنا پیسہ ختم ہو گیا تو لوگوں کے ہاں چوریاں کر رہے ہیں، اپنی ماں کے زیور بیچ رہے ہیں، ابا کی گھڑی بیچ رہے ہیں اور ہیروئن خرید کر اپنے ہاتھوں سے موت خرید رہے ہیں۔ یہی ہے نافرمانی کا عذاب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی جانوں سے بے پروا کر دیا اور انہیں اپنے نفع و نقصان کی خبر نہیں رہی۔

جان سنگیں دارم و دل آہنیں
ورنہ خوں گشتے دریں دردو چنیں

اے خدا میری جان پتھر کی طرح اور دل لوہے کی طرح سخت ہے ورنہ ایسے شدید غم سے تو دل پگھل کر خون ہو جاتا لیکن چونکہ گناہ کرتے کرتے دل سخت ہوگیا ہے اس لئے گناہوں کی ذلت و رسوائی کا بھی مجھ پر کوئی اثر نہیں یہاں تک کہ ؎

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے میری چشم تر نہیں

یہ حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے کہ خدا بچائے جس وقت کوئی رسوا ہوتا ہے تو مخلوق اس پر روتی ہے کہ آہ یہ شخص اپنی بداعمالیوں کے سبب کس طرح رسوا ہو رہا ہے اور لات اور گھونسے کھا رہا ہے لیکن جو خود مبتلا ہے آہ اس پر کوئی اثر نہیں کیونکہ جس نے اللہ کو بھلا دیا اللہ نے اس کی جان کو اس سے بھلا دیا اور وہ اپنی جان کے نفع نقصان سے بے خبر ہوگیا۔ اس لئے کہتا ہوں کہ گناہوں کی عادت چھوڑ دو خصوصاً اس زمانہ میں بدنظری کو معمولی مت سمجھو کیونکہ یہ بدنظری ہی بے حیائی کی آخری منزل تک پہنچاتی ہے اور شرمگاہ محفوظ نہیں رہتی کیونکہ بدنظری سے حسن کا ناک نقشہ دل میں اُتر جاتا ہے پھر اسی کا خیال دل میں جم کر جنون

کی شکل اختیار کرلیتا ہے کہ یا تو پھر وہ اسے حاصل کرے گا یا اس کا بدل حاصل کرے گا اور بدل کیا ہے؟ جب نفس گرم ہو جاتا ہے تو بغیر منی کے اخراج کے اسے چین نہیں ملتا کیونکہ منی گرم ہو کر جب اپنے مستقر سے آگے بڑھ جاتی ہے تو پھر واپس نہیں جاتی یعنی بیک (BACK) نہیں ہوتی لہٰذا یا تو یہ اس حسین کو حاصل کرے گا یا کسی دوسرے سے منہ کالا کرے گا یا پھر جلق لگائے گا کیونکہ منی کا مزاج یہی ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ماء دافق یعنی کودتی ہوئی منی سے ہم نے انسان کو پیدا کیا۔ اس لئے اطباء لکھتے ہیں اگر منی پتلی ہو جائے تو نطفہ قرار نہیں پاتا۔ اس لئے جب انسان کودتی ہوئی منی سے پیدا ہوا تو اس کے اندر جو منی ہے اس کا مزاج بھی دافقانہ ہے لہٰذا اس کو گرم نہ ہونے دو۔ شریعت نے نظر کو حرام اس لئے کردیا کہ بدنظری سے منی کا مزاج دافقانہ گرم ہو جائے گا، پھر تم بچ نہیں سکو گے یا تو حرام سے منہ کالا کرو گے یا جلق سے اسے نکالو گے۔ یہ بہت تجربہ کی بات بتارہا ہوں اس کا تعلق صرف علم سے نہیں ہے، حکمت یونانی سے بھی ہے۔ اسی لئے ایک نوجوان نے مجھے بتایا کہ ٹیلی ویژن دیکھنے سے میرا مزاج اتنا گرم ہو جاتا تھا کہ میں ہاتھ سے گناہ کرلیتا تھا۔ یہ بھی حرام ہے، یہ ناکح الید یعنی ہاتھ سے نکاح کرنے والا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر لعنت ہے جو ہاتھ سے منی نکالتا ہے اس لئے بدنظری سے بچو۔ بس

سبق ختم ہو گیا اب اس کو یاد کرو اور تنہائی میں اللہ سے مانگو۔ یہ اشعار دل کو بہت نرم کر دیتے ہیں ان کو صرف علم کے لئے نہیں بلکہ عمل کے لئے پڑھو اور زبانی یاد نہ ہوں تو ایسے ہی پڑھو۔ اس سے ان شاء اللہ گناہ چھوڑنے کی توفیق بھی ہو گی کیونکہ اس میں ایسے مضامین ہیں کہ جس سے ندامت پیدا ہو گی، شرمندگی پیدا ہو گی اور نفس میں حیا آئے گی۔

وقت تنگ آمد مرا و یک نفس
بادشاہی کن مرا فریاد رس

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اب وقت تنگ ہو چکا ہے، زندگی کے لمحات ختم ہو رہے ہیں، اور میری روانگی قریب ہے، اللہ کی طرف جانے کا وقت آگیا ہے بس اے خدا آپ کے پاس آنا ہے اور میرا حال اتنا بُرا ہے لہٰذا اے فریاد سننے والے میری فریاد سن لیجئے کہ میری کسی ایک سانس پر آپ رحم فرما دیجئے تاکہ میرا کام بن جائے۔ اس زندگی ہی میں کرم کر دیجئے کیونکہ مرنے کے بعد تو پھر کچھ نہیں ہو سکتا، پھر تو دارالعمل ختم ہو جائے گا لہٰذا اب زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں کہ کس وقت بلاوا آجائے اس لئے اے فریاد کو سننے والے میری زندگی کی سانس پر آپ اپنا شاہی رحم فرما دیجئے، ایک نگاہ کرم ڈال دیجئے کیونکہ میں

انتہائی نالائق ہوں ، قانون عدل سے تو بخشے جانے کا مستحق نہیں آپ کے فضل سلطانی اور مراحم خسروانہ ہی سے میرا کام بن سکتا ہے لہٰذا آپ کے شاہی رحم کی بھیک مانگتا ہوں کیونکہ دنیا میں بھی جب کوئی مجرم عدالت عالیہ اور سپریم کورٹ سے بری نہیں ہوتا اور پھانسی کا حکم ہوجاتا ہے تو مجرم سلطان مملکت سے رحم کی درخواست کرتا ہے اور اخباروں میں یہ خبر منظر عام پر آجاتی ہے کہ عدلیہ سے مایوس ہوکر مجرم نے سلطان وقت سے رحم کی اپیل دائر کردی تو جب دنیا کے سلاطین عدلیہ سے بالاتر ہوکر مجرمین کو معاف کرنے کا اپنا حق محفوظ رکھتے ہیں تو اے اللہ آپ تو سلطان السلاطین ، احکم الحاکمین ، ارحم الراحمین ہیں آپ اپنے مجرموں اور گنہگاروں کو بخشنے اور معاف کرنے کا حق سلطانی محفوظ رکھنے کے بدرجہ اولیٰ اہل اور حق دار ہیں۔ لہٰذا ہم مجرموں کو آپ کے رحم سلطانی ہی کا سہارا ہے کہ میدان محشر میں ہمیں اپنے مراحم خسروانہ سے معاف فرمادیجئے کیونکہ عدل و انصاف کے تحت ہمارے اعمال ہماری مغفرت کے قابل نہیں ہیں۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں اور تفسیر موضح القرآن کے مصنف ہیں اور چودہ سال میں یہ تفسیر لکھی اور جس پتھر پر کہنی رکھ کر لکھتے تھے اس پتھر پر نشان پڑگیا تھا ، اکثر روزے رکھتے تھے ، وہ اپنی اس تفسیر

میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش اعظم کے سامنے لکھوایا ہے سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ میری رحمت اور میرے غضب کی دوڑ میں میری رحمت آگے بڑھ گئی اور اس کی وجہ تحریر فرمائی کہ اللہ نے عرش کے سامنے جو یہ جملہ لکھوایا ہے تو یہ از قبیل مراحم خسروانہ ہے یعنی شاہی رحم کے طور پر لکھوایا ہے کہ میرا شاہی رحم محفوظ ہے۔ اگر میرا بندہ قانون سے نہیں معاف ہوا تو میں اپنے شاہی رحم سے اس کو معاف کردوں گا۔

گر مرا ایں بار ستاری کنی
توبہ کردم من ز ہر ناکردنی

ارشاد فرمایا کہ یہ شعر مثنوی کے ایک قصہ کا ہے جس میں ایک بادشاہ کے ہاں ایک مرد خادمہ بنا ہوا بادشاہ کی بیگمات کو نہلاتا دھلاتا تھا۔ تھا مرد لیکن شکل و صورت عورتوں کی سی تھی اس لئے عورت سمجھ کر اس کو بیگمات کی خدمت پر مامور کردیا گیا لہٰذا وہ بیگمات کے جسم پر تیل کی مالش کرتا اور اندر اندر اس کا نفس خوب مزے لیتا لیکن دل میں وہ اس گناہ کی عادت پر بہت نادم تھا۔ اس عادت کو چھوڑنا چاہتا تھا لیکن نہیں چھوڑ پاتا تھا۔ اور دعا بھی کرتا کہ اے اللہ مجھے اس بلاء سے نجات عطا فرما۔ ایک دن ایک جنگل میں جہاں وہ دعا کر رہا تھا کہ ایک اللہ والے اس کو مل گئے۔ ان سے اس نے رو رو کر اپنا سب حال کہا اور دعا کرائی۔ اس اللہ

والے کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ لہٰذا محل میں ایک دن بادشاہ کی ایک بیگم کا ہار گم ہوگیا اور پھر سب کی تلاشی شروع ہوگئی یہ بھی قطار میں کھڑا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ابھی جب میری باری آئے گی اور بادشاہ پر میرا مرد ہونا ظاہر ہوگا تو وہ کتوں سے میری بوٹیاں نچوادے گا۔ اس وقت اس بے چینی اور اضطراب میں اس نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ؎

گر مرا ایں بار ستاری کنی

اے اللہ اگر اس مرتبہ آپ میرا عیب چھپادیں یعنی میرا گناہ ظاہر نہ ہونے دیں تو ؎

توبہ کردم من زہرنا کردنی

میں اپنی ہر نالائقی سے توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی یہ نالائقی نہیں کروں گا، بس اس دفعہ میرا عیب چھپالیجئے، آئندہ میں کبھی آپ کو ناراض نہیں کروں گا۔

مولانا فرماتے ہیں کہ جب اس کی باری قریب آگئی اور صرف ایک دو خادمائیں رہ گئیں تو یہ بے ہوش ہوگیا۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت اور دوزخ دکھادی اور جب اس کو ہوش آیا تو ہار مل چکا تھا۔ تمام بیگمات نے اس سے معافی مانگی کہ ہماری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی لیکن اس نے اب ان کی خدمت سے معذوری

ظاہر کی کہ یہ کام اب میرے بس کا نہیں کیونکہ اس کے منہ کو اللہ کی محبت کا مزہ لگ چکا تھا اور دل میں اللہ کا وہ خوف حاصل ہو چکا تھا جو بندہ کے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے گویا اس وقت بزبان حال وہ اس شعر کا مصداق تھا ؎

چسکا لگا ہے جام کا شغل ہے صبح و شام کا
اب میں تمہارے کام کا ہم نفسو رہا نہیں

❀❀❀

توبہ ام بپذیر ایں بار دگر
تابہ بندم بہر توبہ صد کمر

اے اللہ آپ میری توبہ کو دوسری بار پھر قبول فرمالیجئے یعنی شکست توبہ کا جو میں نے جرم کیا اس کو ایک بار پھر معاف فرمادیجئے تاکہ اس توبہ پر استقامت کے لئے میں خوب مضبوطی سے کمر باندھ لوں یعنی بہت مضبوط عزم کرلوں اور نہایت ہمت سے نفس کو پٹکنے کے لئے اور گناہ کے تقاضوں کے مقابلہ کے لئے اور آپ کو خوش کرنے کی خاطر گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے کے لئے ایک کمر نہیں سو کمر باندھ کر تیار رہوں۔ یہ مبالغہ ہے اور محاورہ بھی ہے جیسے کہتے ہیں کہ میں سوجان سے آپ پر فدا ہوں حالانکہ پاس تو ایک ہی جان ہے لیکن اس سے مراد مبالغہ ہے کہ اگر سو جان ہو تو فدا

کردوں۔ اسی طرح مولانا اللہ تعالیٰ کے حضور میں انتہائی خوشامد و لجاجت سے عرض کررہے ہیں کہ اے اللہ اس بار پھر مجھے معاف کردیجئے میں سوکمر باندھ کر توبہ پر قائم رہوں گا اور دوبارہ شکست توبہ کا جرم نہیں کروں گا۔

عشق کا کفن

میں نے جن کو سجن بنایا تھا
جن کو میں نے بھجن سنایا تھا
میرا اُن کے سفید بالوں نے
عشق کا میرے کفن بنایا تھا

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

درس مناجات رومی

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ بعد
نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

یَا اِلٰھِیْ سُکِّرَتْ اَبْصَارُنَا
فَاعْفُ عَنَّا اَثْقَلَتْ اَوْزَارُنَا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی بارگاہ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ میری آنکھوں پر سکرات کا نشہ آگیا یعنی موت بہت قریب ہے، کسی وقت بھی روح نکل جائے گی پس آپ جلدی سے مجھے معاف کردیجئے کیونکہ گناہوں کا بوجھ بہت زیادہ ہے۔ اوزار جمع ہے وزر کی اور وزر کے معنیٰ ہیں گناہ۔ یعنی میرے گناہ بہت زیادہ ہیں اور موت قریب ہے اگر آپ نے مجھے معاف کرنے میں جلدی نہ کی تو میں خائب و خاسر ہو جاؤں گا۔

یَا خَفِیًّا قَدْ مَلَأْتَ الْخَافِقَیْنِ
قَدْ عَلَوْتَ فَوْقَ نُوْرِ الْمَشْرِقَیْنِ

اے وہ ذات جو مخفی ہے مگر مشرق سے مغرب تک جس کے انوار پھیلے ہوئے ہیں یعنی اے اللہ آپ تو پوشیدہ ہیں مگر آپ نے

مشرق سے مغرب تک اپنی نشانیاں پھیلا دیں اور اپنی آیات و انوار و تجلیات سے مشرق و مغرب کو بھر دیا۔ خافقین کہتے ہیں مشرق و مغرب کو اور دونوں مشرق پر یعنی مشرق کے دونوں حصوں پر جہاں سے موسم گرما اور موسم سرما میں سورج طلوع ہوتا ہے آپ کا نور فائق اور غالب ہے یعنی سورج کی روشنی آپ کے نور کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ پورے اُفق پر آپ کا نور بلند اور آپ کی تجلیات غالب آگئیں کیونکہ سورج آپ کے سامنے کیا حقیقت رکھتا ہے کہ وہ مخلوق ہے آپ خالق ہیں، آپ قدیم ہیں وہ حادث ہے، آپ باقی ہیں وہ فانی ہے ۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

پس اے وہ ذات جو نگاہوں سے مخفی ہے آپ نے خافقین (مشرق و مغرب) کو اپنی آیات و نشانیوں سے بھر دیا اور سورج اور چاند اور ان گنت عظیم القامت سیارے اور دوسری بے شمار نشانیاں سارے عالم میں بکھیر دیں اور آپ کی تجلیات نور مشرقین پر غالب آگئیں یعنی سورج کی روشنی آپ کے سامنے بے حقیقت اور کالعدم ہے۔

اَنْتَ سِرٌّ کَاشِفُ اَسْرَارِنَا

اَنْتَ فَجْرٌ مُفْجِرُ اَنْھَارِنَا

اے اللہ آپ خود راز ہیں مگر ہمارے رازوں کو ظاہر کرنے والے ہیں اور آپ مثل صبح کی روشنی کے عیاں ہیں اور سارے عالم کے دریاؤں کو جاری و رواں کرنے والے ہیں۔

یَا خَفِیَّ الذَّاتِ مَحۡسُوۡسَ الۡعَطَا
اَنۡتَ کَالۡمَاءِ وَ نَحۡنُ کَالرَّحَا

آپ کی ذات تو مخفی ہے مگر آپ کی عطا و الطاف و انعامات ظاہر و محسوس ہیں یعنی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ سورج اور چاند ، زمین و آسمان سمندر اور پہاڑ وغیرہ ہماری پرورش میں لگے ہوئے ہیں لیکن خود آپ پوشیدہ ہیں۔

آپ مثل پانی کے ہیں اور ہم مثل پن چکی یا رہٹ کے ہیں کہ جن کے چلنے کا سبب پانی ہے لیکن پانی نظر نہیں آتا اور چکی اور رہٹ دکھائی بھی دیتا ہے اور اس کی آواز بھی سنائی دیتی ہے یعنی سبب مخفی اور مُسبّب ظاہر ہے۔ اسی طرح اے اللہ آپ مخفی ہیں اور آپ کی مخلوقات اور مخلوق پر آپ کی عطا و انعامات ظاہر ہیں جو آپ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔

اَنۡتَ کَالرِّیۡحِ وَ نَحۡنُ کَالۡغُبَارِ
یُخۡتَفَی الرِّیۡحُ وَ غَبۡرَاہُ جَھَارُ

اے خدا آپ مثل ہوا کے ہیں اور ہم مثل گرد و غبار ہیں کہ ہوا تو مخفی ہے اور اس کا غبار ظاہر ہے یعنی گرد و غبار تو اُڑتا ہوا نظر آتا ہے لیکن جو ہوا اس کو اُڑا رہی ہے وہ نظر نہیں آتی اسی طرح ہماری ہستی ناچیز حق تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

ناچیز ہیں پھر بھی ہیں بڑی چیز مگر ہم
دیتے ہیں کسی ہستی مطلق کی خبر ہم

اور اکبر الٰہ آبادی کا شعر ہے ؎

مری ہستی ہے خود شاہد وجود ذات باری کی
دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی

تو بہاری ما چو باغ سبز و خوش
او نہاں و آشکارا بخشش

اے خدا آپ مثل موسم بہار کے ہیں اور ہم مثل ہرے بھرے باغ کے ہیں کہ بہار تو نظر سے اوجھل ہے لیکن اس کی بخشش و عطا باغ پر بصورت سبزی و شادابی ظاہر ہے۔ اسی طرح اے خدا آپ نگاہوں سے مخفی ہیں لیکن آپ کی عطا و بخشش اور الطاف و عنایات ہم پر اور جملہ مخلوقات پر ہر وقت ظاہر ہیں جو آپ کے وجود پر دلالت کرنے والے ہیں۔

تو جو جانی ما مثال دست و پا
قبض و بسط دست از جاں شد روا

اے اللہ آپ مثل روح کے ہیں اور ہم مثل ہاتھ پاؤں کے ہیں اور ہاتھ پاؤں کا قبض و بسط (پھیلنا اور سکوڑنا) سب روح کی برکت ہی سے ہے۔ اگر روح نہ ہو تو جسم حرکت نہیں کر سکتا لیکن جس طرح ہمارا جسم اور ہاتھ پاؤں حرکت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر روح جس کی بدولت یہ ہاتھ پاؤں متحرک ہیں نظر نہیں آتی، اسی طرح اے اللہ آپ نگاہوں سے مخفی ہیں لیکن آپ ہی سے ہماری جان قائم ہے۔ اسی کو مولانا رومی مثنوی میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

تن بجاں جنبد نمی بینی تو جاں
لیک از جنبیدن تن جاں بداں

یعنی جسم میں حرکت جان کے سبب سے ہے اور جان تمہیں نظر نہیں آتی لیکن جسم کی حرکت سے تم جان کے وجود پر دلیل قائم کرتے ہو اسی طرح ؎

جان ہا پیدا و پنہاں جان جاں

جسم زندہ ہے جان سے اور جان زندہ ہے اے اللہ آپ سے ،

پس آپ ہماری جان کی بھی جان ہیں ، روح الارواح ہیں۔ پس ہماری ارواح کا ظاہری وجود آپ کے مخفی وجود پر دلالت کرتا ہے لیکن یہ قیل و قال اور ہمارے براہین و دلائل و تمثیلات آپ کی شان کو بیان کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ ہم محدود آپ غیر محدود ، ہم فانی و حادث آپ باقی و قدیم ، ہم سراپا عیب و ناپاک اور آپ کی ذات پاک اور ہر عیب سے منزہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ تَعَالَی اللّٰہُ عُلُوًّا کَبِیْرًا ۔

اے بلند از وہم و قال و قیلِ من
خاک بر فرق من و تمثیل من

اے اللہ آپ بلند ہیں ہمارے وہم و گمان سے ، ہمارے قیل و قال سے ، ہمارے دلیل و برہان سے کیونکہ آپ کی شان بیان کرنے کے لئے کوئی تمثیل اور کوئی تشبیہ کائنات میں موجود نہیں۔ پس خاک پڑے میرے سر پر اور میرے اس قیل و قال اور تمثیلات پر۔

تو چو عقلی ما مثال ایں زباں
ایں زباں از عقل می یابد بیاں

آپ مثل عقل کے ہیں اور ہماری مثال زبان کی سی ہے یعنی عقل پوشیدہ اور زبان ظاہر ہے لیکن عقل ہی کی برکت سے زبان

بیان کرتی ہے ورنہ اگر کوئی پاگل ہوجائے تو صحیح کلام پر قادر نہیں ہوسکتا۔ معلوم ہوا کہ ہر وجود ظاہری کے آثار و حرکات میں ایک باطنی وجود موجود ہے جو موثر اور محرک ہے ان آثار و حرکات کا اسی طرح موجودات کے تمام آثار و حرکات کے پس پردہ اے اللہ آپ ہی موثر اور محرک ہیں کیونکہ ہر حرکت کرنے والی شے کا کوئی حرکت دینے والا ہے اور ہر اثر کا کوئی موثر ہے جس طرح زبان کے وجود ظاہر کی صحیح کلامی عقل کے باطنی وجود پر دلالت کرتی ہے اسی طرح کائنات کا تمام ظاہری وجود ، شمس و قمر ، زمین و آسمان ، سیارے و نجوم ، سمندر اور پہاڑ وغیرہ اور ان کے آثار و حرکات میں موثر و محرک حقیقی تعالیٰ شانہ کی ذات کار فرما ہے جس کے دلائل عقلیہ نا قابلِ رد ہیں۔

تو مثال شادی و ماخندہ ایم
کہ نتیجہ شادی و فرخندہ ایم

اے اللہ جس طرح خوشی دل میں مخفی ہوتی ہے اور ہنسی لبوں پر عیاں ہوتی ہے، ہنسی تو نتیجہ ہے اس کا سبب خوشی ہے لیکن خوشی نظر نہیں آتی اور ہنسی دکھائی دیتی ہے اسی طرح اے اللہ ہمارا ظاہر آپ کے وجود مخفی کی دلالت کرتا ہے۔

ھا اَعِذْنِیْ خَالِقِیْ مِنْ شَرِّہٖ
لَا تُحَرِّمْنِیْ اَنِلْ مِنْ بَرِّہٖ

اے اللہ مجھے پناہ نصیب فرما اپنے اس بندے کے شر سے یعنی میرے ہی شر سے مجھے بچالے کہ آپ میرے خالق ہیں اور مجھے محروم نہ فرما اس خیر سے جو آپ نے میرے اندر رکھی ہے۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا۔ ہر بندہ کے اندر مادّۂ فجور اور مادّۂ تقویٰ یعنی خیر و شر کا مادّہ اللہ نے رکھا ہے۔ ہمارے اندر جو خیر ہے عطا کردے اور جو شر ہے اس سے ہمیں بچالے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنِ اشْکُرْ مَا اَرٰی
لَا تُعَقِّبْ حَسْرَۃً لِّیْ اِنْ مَّضٰی

اے رب مجھے توفیق عطا فرما کہ میں شکر کروں ان نعمتوں کا جو میں دیکھ رہا ہوں اور جو چیزیں گذر گئیں یا جو نعمتیں ہاتھ سے نکل گئیں، دنیاوی نقصانات ہوگئے تو ان کی حسرت سے بھی بچا، اپنی مرضی پر فدا رہنے کی توفیق عطا فرما۔ احقر کا شعر ہے ؎

تیری مرضی پہ ہر آرزو ہو فدا
اور دل میں بھی اس کی نہ حسرت رہے

اسی مضمون کی تشریح احقر کے ان اشعار میں بھی ہے ؎

ساری دنیا ہی سے مجھ کو نفرت رہے
بس ترے نام کی دل میں لذت رہے
میرے دل میں ترا دردِ الفت رہے
میری دنیائے الفت سلامت رہے
بس مرے دل میں تیری محبت رہے
زندگی میری پابندِ سنت رہے

❁❁❁

راہ دہ آلودگاں را العجل
در فراتِ عفو و عینِ مغتسل

اے خدا ہم لوگوں کو جو گناہوں میں آلودہ ہوچکے جلدی سے اپنے دریائے عفو اور معافی کے عینِ مُغتسل کی راہ دکھا دیجئے تاکہ اس میں نہا کر ہم سب لوگ پاک ہوجائیں جس طرح قیامت کے دن جہنم سے نکالے ہوئے لوگ نہرِ حیات میں ڈال دیے جائیں گے اور ان کے جسم سے جہنم کی سزا و عقوبت کے سب آثار ختم ہوجائیں گے اسی طرح اے خدا ہم لوگوں کو جو گناہوں کی آگ میں جل رہے ہیں اپنے چشمۂ رحمت میں غسل کا موقع دے دیجئے اور دریائے توبہ میں غرق کردیجئے تاکہ ہمارے اوپر گناہوں کی ظلمت اور بدنظری وغیرہ کی لعنت کے آثار نہ رہیں یعنی ہم گنہگاروں کو

توفیق توبہ دے دیجئے تاکہ آپ کے عفو و مغفرت کی بدولت ہم لوگ پاک صاف ہوجائیں اور ہمارے گناہوں کے آثارِ ظلمت انوار تقوئی سے مبدل ہوجائیں۔

اور جس طرح حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے آپ نے پانی کا چشمہ پیدا فرمایا تھا جس میں غسل کرنے سے ان کو صحت جسمانی حاصل ہوئی تھی اسی طرح ہمارے باطن کے غسل صحت کا سامان فرمادیجئے یعنی استغفار و توبہ اور گریہ و زاری کی توفیق عطا فرما کر اپنے غیر محدود دریائے عفو اور معافی کے عینِ مُغتسل میں غرق فرمادیجئے تاکہ ہم لوگ گناہوں سے پاک ہوجائیں۔

تاکہ غسل آرند زاں جرم دراز

در صف پاکاں روند اندر نماز

اے خدا آپ توفیق توبہ عطا فرمادیں تاکہ آپ کے مجرم اور گنہگار بندے جو ایک عمر دراز سے گناہوں میں مبتلا ہیں آپ کے دریائے عفو میں نہا دھو کر پاک صاف ہوجائیں اور پاک بندوں کی صف میں نماز میں شامل ہوجائیں۔ نماز سے مراد پنج وقتہ نماز بھی ہے کہ جو نیک ہوجائے گا وہ نماز تو پڑھے گا ہی لیکن دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ دوام حضور اور قربِ خاص نصیب ہوجائے جو اولیاء صدیقین کو عطا ہوتا ہے۔ مولانا دوسری جگہ فرماتے ہیں ،

مولانا ہی کے شعر سے ان کے شعر کی شرح ہورہی ہے کہ ؎

پنجگاں آمد نماز رہ نموں

عاشقاں راہم صلوٰۃ دائموں

پنج وقتہ نماز عام امت کے لئے ہے لیکن جو اللہ کے عاشق بندے ہیں وہ ہر وقت نماز میں ہیں یعنی ان کو ہر وقت حضور حق حاصل ہے۔ وہ کسی وقت بھی اللہ سے غافل نہیں ہوتے۔ جتنا وہ نماز میں مقرب ہوتے ہیں اتنا ہی خارج نماز میں بھی مقرب ہوتے ہیں، جتنا وہ مسجد میں باخدا ہوتے ہیں اتنا ہی بازاروں میں بھی باخدا ہوتے ہیں۔ان کو ہر وقت دوام حضور مع الحق حاصل ہوتا ہے۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ہمیں یقین اولیاء صدیقین عطا فرمادے کہ ہم ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کو نہ بھولیں اور ہمارا ایمانِ عقلی موروثی استدلالی ایمانِ ذوقی حالی وجدانی سے تبدیل ہوجائے۔

اندریں صف ہا ز اندازہ بروں

غرق کان نور نحن الصادقوں

اے اللہ آپ کے خاص بندوں کی وہ صف جو اولیاء صدیقین کی ہے اندازے سے اور تعداد سے باہر ہے۔یعنی لا تعداد گروہ اولیاء اللہ

آپ نے پیدا فرمایا ہے جو نور صدق و صفا میں غرق ہیں، ہمیں بھی اسی نور میں غرق کردیجئے یعنی ان اولیاء صدیقین میں ہم کو بھی شامل کردیجئے۔ مراد یہ ہے کہ ہمیں بھی کونوا مع الصادقین کا شرف عطا فرمائیے کیونکہ صادقین ہی متقین ہیں اور متقین ہی اولیاء اللہ ہیں لقولہ تعالیٰ اِنْ اَوْلِیَآءُ ہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ مفسرین اور ہمارے اکابر کونوا مع الصادقین کا ترجمہ کونوا مع المتقین کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ قرآن پاک کی ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت کرتی ہے

اُولٰئک الذین صدقوا و اُولٰئک ھم المتقون

معلوم ہوا کہ صادقون اور متقون کلیان متساویان ہیں ہر صادق متقی اور ہر متقی صادق ہے۔ دونوں میں نسبت تساوی ہے۔ پس اے اللہ اولیاء صدیقین کا گروہ لاتعداد بے اندازہ اور ان گنت آپ نے پیدا فرمایا ہے ان کے نور صدق و تقویٰ میں ہم کو بھی غرق کردیجئے اور ہم کو بھی اہل صدق و صفا بنادیجئے یعنی جو صدق و صفا میں آپ کے ساتھ باوفا ہیں ان اولیاء کی صف میں ہم کو بھی شامل فرمادیجئے۔

اور اہل صدق اس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان میں صادق الوعد اور صادق العہد ہو یہاں تک کہ جان دے دے مگر اللہ کو ناراض نہ کرے اور جو اللہ کی راہ میں جان دینے سے گریز کرتا ہے، گناہ کی لذت کو چھوڑنے کا غم نہیں اُٹھاتا، اپنے کو مجاہدہ کے غم

سے بچانے کے لئے گناہ کرتا ہے کہ جہاں تقاضا ہوا نفس کی بات مان لی تو یہ شخص صادق نہیں ہے ، اللہ کے ساتھ باوفا نہیں ہے بلکہ عملاً منافق ہے یعنی منافقوں جیسے کام کرتا ہے اگرچہ مومن ہے لیکن اس کے ایمان کا چراغ انتہائی ضعیف اور ٹمٹماتا ہوا ہے کہ گویا صرف زبان پر ایمان ہے۔ اگر قلب میں ایمان کامل ہوتا تو لاکھوں تقاضوں کے باوجود یہ گناہ نہ کرتا۔ جس کو ہر وقت یہ استحضار ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں وہ کیسے گناہ کرسکتا ہے ، وہ گناہوں کو اوڑھنا بچھونا نہیں بناسکتا ، اس کو چین نہیں آئے گا جب تک توبہ و گریہ و زاری سے اللہ کو راضی نہ کرلے۔

لیکن اے ہمارے رب ہمارا کیا حال ہے کہ گناہ کرکے ہم ڈکار بھی نہیں لیتے اور ہمارے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی کہ ہم کتنے بڑے مالک کو ناراض کررہے ہیں۔ ہمارا ایمان ایسا ہے جیسا گکروندے کا درخت کہ ایک جھٹکا مارو اور جڑ سمیت اُکھاڑ لو۔ ذرا سی کوئی حسین شکل سامنے آئی اور گناہ کا ذرا سا تقاضا ہوا اور ہم اپنا ایمان فروخت کردیتے ہیں ، اللہ کو چھوڑ کر ان مرنے والوں پر مرنے لگتے ہیں حالانکہ مرنے والے کو چاہئے کہ نہ مرنے والے پر مرے ، اس ذات پر مرے جو حی و قیوم ہے ، ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

اور اپنی خستہ حالی اور بے حیائی پر ہمیں شرم بھی نہیں آتی۔

ایک کتے کو شرم آگئی تھی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ ایک کالا کتا ایک بزرگ کی مجلس کے پاس بیٹھا رہتا تھا۔ کچھ دن کے لئے غائب ہوگیا تو شیخ نے کہا کہ بھئی آج کل وہ کلوا کتا نہیں آرہا ہے۔ مریدوں کا بھی عجیب مزاج ہوتا ہے کہ اپنے شیخ کو خوش کرنے کے لئے بے قرار و مجنوں ہوجاتے ہیں۔ وہ سب تلاش میں لگ گئے۔ معلوم ہوا کہ آج کل وہ کسی کتیا کے پیچھے پھر رہا ہے۔ مریدین اس کو پکڑ کر لے آئے اور شیخ کو بتایا کہ آج کل یہ ایک کتیا کے چکر میں ہے۔ شیخ نے کہا کہ نالائق تو ہماری مجلس میں بھی آتا ہے، رات دن اللہ کا تذکرہ سنتا ہے، تجھے شرم نہیں آئی کہ ایک کتیا کے چکر میں آکر تو نے میری مجلس چھوڑ دی۔ بس وہ کتا فوراً اُٹھا اور ایک نالی میں منہ ڈال کر مر گیا۔ اہل اللہ کی صحبت کا اثر جانوروں پر بھی پڑتا ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ آہ ایک کتے کو شرم آگئی مگر آج ہم انسانوں کو حیا نہیں کہ کس بے شرمی اور ڈھٹائی سے اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نعمت حیا عطا فرمائے کیونکہ حیا کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ ہر گناہ کے لئے بے حیائی لازم ہے۔ اسی لئے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ اجسام پرستی، حسن پرستی، غیر اللہ پرستی میں مبتلا ہیں یہ انتہائی دناءت و پستی اور بے حیائی کا شکار ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں ہے

لوگ کہتے ہیں کہ بے پردگی و فحاشی کے سبب حسینوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تم ان کی دُم میں ناک کیوں لگاتے ہو۔اگر تقویٰ سے رہو، نظر کی حفاظت کرو تو لاکھوں حسین شہر میں پھر رہے ہوں تو پھرا کریں کبھی تمہارا ناک میں دم نہیں ہوگا۔ بلکہ حسینوں سے نظر بچانے میں جتنا مجاہدہ شدید ہوگا اتنا ہی مشاہدہ بھی تو قوی ہوگا۔ اس کے بال بال اور رواں رواں میں حلاوتِ ایمانی کے دریا رواں ہوجائیں گے کیونکہ نظر کی حفاظت پر حلاوتِ ایمانی موعود ہے۔

اس لئے مرنے والوں کو چاہئے کہ نہ مرنے والے پر مریں، اور نہ مرنے والا صرف اللہ ہے، جو زندہ حقیقی ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور اگر مرنے والا مرنے والے پر مرا تو مردہ مثبت مردہ، میزان میں ڈبل مردہ ہوجائے گا اور جیتے جی مرجائے گا کیونکہ ان مرنے والوں سے جدائی لازمی ہے، وصل دوام ناممکن ہے، اس لئے ان سے دل لگانے کا انجام جنون اور پاگل پن ہے کیونکہ وہ فانی محبوب اگر نہ ملا تو اس کے فراق میں پاگل ہوگا یا اگر مرگیا تو موت کے غم میں پاگل ہوجائے گا۔ مجنوں جو پاگل ہوا لیلیٰ کی جدائی سے پاگل ہوا۔ اللہ کے عاشق اس لئے پاگل نہیں ہوتے کہ مولیٰ سے

کبھی جدائی نہیں ہے اور یہ طاقت خدائی مخلوق کے پاس نہیں ہے کہ ہر وقت ساتھ رہے۔ اللہ تعالیٰ سے کبھی جدائی نہیں ہوتی لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عاشقین غمِ فراق میں مبتلا نہیں ہوتے۔ اپنے گناہوں سے ہم خود اللہ سے دور ہو کر غمِ فراق میں مبتلا ہو جاتے ہیں، نافرمانی سے اللہ سے دوری ہوتی ہے لیکن استغفار و توبہ سے پھر وہ اپنے مولیٰ کو حاصل کر لیتے ہیں، ان کی دوری حضوری میں تبدیل ہو جاتی ہے جیسے دریا خشک ہو جائے اور پھر پانی آ جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ

تم جہاں کہیں بھی ہو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تمہیں دنیا میں بھیج رہے ہیں لیکن تمہیں تنہا نہیں بھیج رہے ہیں۔ ہم ہر وقت ہر جگہ زماناً و مکاناً تمہارے ساتھ ہوں گے۔ دنیا میں کوئی ابا ایسا نہیں ہے جو ہر وقت اپنے بچے کے ساتھ رہے، اسکول بھی اس کے ساتھ جائے، اس کے ساتھ کھیل کود میں بھی شامل رہے یا اپنے بیٹے کو تعلیم کے لئے دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں بھیجے تو خود بھی اس کے ساتھ جائے لیکن اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنے بندوں کے ساتھ ہیں، زمین کے اوپر بھی ساتھ ہیں، زمین کے نیچے قبر میں بھی ساتھ ہیں، برزخ میں بھی، میدانِ حشر میں بھی اور جنت میں بھی ساتھ

ہوں گے۔ لہٰذا سوائے خدا کے کوئی ہر وقت ساتھ نہیں رہ سکتا کیونکہ ان کا کوئی مثل نہیں ،ان کی رحمت کے سامنے ابا کی رحمت کیا چیز ہے ، ہمارا ایک ہی ربا ہے اور لا مثل لہٗ ہے باقی سب مرنے والے ہیں لہٰذا مرنے والے کو چاہئے کہ اس حی و قیوم پر فدا ہو تاکہ وہ زندہ حقیقی ہم مرنے والوں کو ، حادث و فانی کو سنبھالے رہے۔ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی جتنے مراحل ہیں اللہ کا ساتھ ہی ہمارا بیڑہ پار کرے گا ۔ وہ زندگی میں بیڑا پار کرنے والا ہے ، خاتمہ کے وقت ایمان پر موت دینے والا وہی ہے ، قبر کے عذاب سے بچانے والا وہی ہے، عالم برزخ میں بھی ساتھ دینے والا وہی ہے ، میدان محشر میں بخشنے والا بھی وہی ہے اور جنت میں اپنا دیدار کرانے والا بھی وہی ہے کہ اس کے دیدار کے وقت جنتی جنت کو اور جنت کی نعمتوں کو بھول جائیں گے۔ ہمارے مالک نے کہاں ہمارا ساتھ چھوڑا ہے ، کوئی مرحلہ اور کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے کہا ہو کہ یہاں ہم تمہارے ساتھ نہیں رہیں گے۔ لہٰذا محبت کے قابل صرف ہمارا مولیٰ ہے۔ پھر ایسے مولیٰ کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔

لہٰذا مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے سینے تو اس قابل نہیں ہیں لیکن ہماری نظر اپنے سینوں پر نہیں ہے آپ کے کرم ، آپ کی رحمت اور آپ کی عطا پر ہے ، بدون استحقاق ، بدون

صلاحیت محض اپنے کرم سے ہمیں صفِ اولیاء صدیقین میں شامل فرمالیجئے تاکہ زندگی میں بھی ہمیں آپ کی معیت خاصہ حاصل ہو اور گناہ کرکے ہم کبھی آپ سے دور نہ ہوں، اور مرنے کے بعد بھی آپ کے کرم سے مشرف ہوں جو آپ کے اولیاء کا نصیبہ ہے۔

فریبِ مجاز

نہ وہ سوز ہے نہ وہ ساز ہے یہ عجب فریبِ مجاز ہے
سرِ نازِ حُسن بھی خم ہُوا نہ اب عشق وقفِ نیاز ہے
گیا حُسن یُوں بُتِ ناز کا کہ نشاں بھی باقی نہیں رہا
پڑھو دوستو مرے عشق پر کہ جنازہ کی یہ نماز ہے

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

درس مناجات رومی

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۱ء بروز منگل بعد
نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

من زدستان و زمکر دل چناں
مات گشتم کہ نماندم از نشاں

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ میں نیکی و بدی کے دونوں اختیارات سے اپنے نفس کے مکر و فریب کے ہاتھوں مات کھا گیا یعنی میرے نفس نے مجھے اس طرح مار ڈالا کہ میرے اندر دین کا نام و نشان باقی نہیں رہا ؎

ہیں کہ از تقطیع ما یک تار ماند
مصر بودیم و یکے دیوار ماند

اپنے لباس دین کو گناہوں کی قینچی سے ہم نے اس بُری طرح کاٹا ہے کہ اب صرف ایک تار باقی رہ گیا ہے اور ہم دین کا ایک شہر تھے، گناہ کی تباہ کاریوں سے اب صرف ایک دیوار رہ گئے ہیں۔

اور آہ اب تو وہ ایک دیوار بھی نہیں رہی اور وہ ایک تار بھی نہیں رہا تھی کہ ہمارے ظاہر و باطن پر دین کے آثار بھی نظر نہیں

آتے۔ ہم کو دیکھ کر کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا کہ یہ مسلمان ہیں۔

من کہ باشم چرخ باصد کاروبار
زیں کمیں فریاد کرد از اختیار

میری کیا حقیقت ہے جبکہ آسمان اتنا عظیم الخلقت اور عظیم الشان ہونے کے باوجود کہ سینکڑوں نظام شمسی و قمری اور بے شمار سیارات و کواکب و نجوم کا حامل ہے اس امتحانِ اختیار سے ڈر کر آپ سے فریاد کرچکا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

وَ إِذْ عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا
وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

جب آسمان اور زمین پر ہم نے بار شریعت کو پیش کیا تو بوجہ ضعف و عجز اور خوف عدم تحمل سے اس کو اٹھانے سے انکار کیا یعنی مارے ڈر کے پناہ مانگی کہ اے اللہ ہم شریعت کا بار نہیں اٹھا سکتے کیونکہ نیکی اور بدی دونوں کے اختیار سے یہ خطرہ ہے کہ نیکی کے اختیار کو ہم استعمال نہ کریں اور بدی کے اختیار کو استعمال کر کے زیرِ عتاب آجائیں تو یہ دنیا پھر ہمارے لئے کمیں گاہ اور جائے انتقام ہوجائے گی لیکن حضرت انسان نے اس بار کو اٹھالیا اور یہ بار اٹھانا بوجہ اس

فطرت محبت کے تھا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے خمیر میں الست بربکم فرما کر ودیعت فرمادی تھی۔ میرا شعر ہے ؎

ارض و سما سے غم جو اٹھایا نہ جا سکا
وہ غم تمہارا دل ہے ہمارا لئے ہوئے

اور خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

کہیں کون و مکاں میں جو نہ رکھی جا سکی اے دل
غضب دیکھا وہ چنگاری مری مٹی میں شامل کی

زمین و آسمان جو بار شریعت اٹھانے سے ڈر گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان میں عشق نہ تھا اور انسان میں چونکہ مادۂ عشق پنہاں تھا اس لئے اس نے یہ بوجھ اٹھالیا کیونکہ جو عاشق ہوتا ہے اس کو تو محبوب کا اشارہ چاہئے کہ محبوب کیا چاہتا ہے۔ اس لئے اپنی طاقت سے زیادہ بار اٹھالیتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ ایک آدمی غلاف کعبہ پکڑ کر کہہ رہا تھا کہ اے اللہ آپ کا بار امانت اٹھانے پر بطور دشنام محبت کے آپ نے میرا لقب ظلوماً جھولاً رکھا ہے کہ انسان بڑا ظالم اور جاہل تھا تو اے اللہ میرے پاس ظلم اور جہل کے علاوہ کچھ نہیں ہے لہٰذا میں گناہوں کے ظلم اور معرفت سے جہل کی گٹھری لایا ہوں بس آپ مجھے معاف فرمادیجئے۔

آہ عشق کی عجیب شان ہے کہ محبوب کی رضا کے لئے اپنی طاقت کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور اس کے حکم پر لبیک کہہ کر فوراً پابجولاں دوڑ پڑتا ہے لیکن جب خطا ہوتی ہے تو اقرار خطا کر کے معافی مانگتا ہے اور خطا نہ بھی ہو تو بھی عاشق کو محبوب سے معافی مانگنے میں مزہ آتا ہے۔ جیسے قصہ مشہور ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے ایک عاشق خادم کو حکم دیا کہ دریا میں کود جا لیکن لباس گیلا نہ ہو، خادم فوراً کود پڑا اور جب واپس آیا تو بادشاہ نے ڈانٹا کہ نالائق لباس کیوں گیلا کیا۔ خادم نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ حضور خطا ہوگئی۔ آہ! اس سے اللہ کی راہ کا ادب سیکھو کہ اللہ کی محبت سکھانے والے کا کتنا ادب کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ جو ہمارا خالق و مالک ہے ان کا ہم پر کیا حق ہے۔ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ خطا تو درکنار عاشق تو صورت خطا بلکہ عدم خطا پر بھی معافی کا طلبگار ہوتا ہے اور خود کو مستحق سزا سمجھتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ممنون سزا ہوں مری ناکردہ خطائیں

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ عشق میں وہ جوش اور وہ کرامت ہے کہ ؎

عشق ساید کوہ را مانند ریگ
عشق جوشد بحر را مانند دیگ

عشق بڑے بڑے پہاڑوں کو پیس کر ریت بنادیتا ہے اور عشق

جوش دے کر سمندر کو دیگ کی طرح اُبال دیتا ہے۔ یہی جوش عشق تھا کہ محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ کا ایما دیکھ کر انسان نے اپنی طاقت کو بھی نہ دیکھا اور آسمان و زمین کو بھی نظر انداز کر دیا کہ یہ آسمان و زمین کیا چیز ہیں، یہ کیا جانیں محبت کا مزہ ؎

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر چھیڑا نہیں جاتا

اور یہ کیا جانیں آپ کے نام کی لذت کا مزہ ؎

از لب یارم شکر را چہ خبر
وز رخش شمس و قمر را چہ خبر

یہ بھی مولانا ہی کا کلام ہے کہ میرے اللہ کے نام کی لذت اور مٹھاس کو یہ شکر کیا جانے اور میرے اللہ کے انوار و تجلیات کو یہ چاند اور سورج کیا جانیں اور میرے اللہ کی عظمت شان کے سامنے لعل و جواہر کیا چیز ہیں ؎

لعل و مروارید سنگش را مرید

کعبہ کی چوکھٹ میں جو پتھر لگا ہوا ہے ساری دنیا کے لعل و جواہر اور کروڑوں کروڑوں روپے کے موتی سب اس پتھر کے غلام ہیں۔

کاے خداوند کریم بردبار
دہ امانم زیں دوشاخہ اختیار

مولانا فرماتے ہیں کہ ہم کیا ہیں جب کہ آسمان جیسی عظیم القامت مخلوق نے فریاد کی کہ اے خدا آپ کریم ہیں، نااہلوں پر رحم کرنے والے ہیں، حلیم ہیں ہم کو شریعت کے ان دوطرفہ اختیارات سے امان دیجئے کہ چاہیں تو ہم فرماں برداری کریں اور چاہیں تو نافرمانی کریں۔

جذب یک راہہ صراط مستقیم
بہ ز دوراہہ تردّد اے کریم

اے خدا اگر اپنے جذب سے آپ ہمیں صراط مستقیم پر جمادیں یعنی اپنی فرماں برداری والے راستہ پر ہمیں جذب فرمالیں تو آپ کے کھینچے ہوئے کو کون ظالم کھینچ سکتا ہے لہٰذا آپ کا صراط مستقیم کی طرف جذب کرلینا بہتر ہے ہمارے دو طرفہ راستوں کے اختیار سے کیونکہ نفس اپنی فطرت امارہ بالسوء کے سبب اختیار خیر و شر میں شر کی طرف جلد مائل ہوجاتا ہے اور ہم ضعف ہمت اور ضعف ارادہ کے سبب اختیار بین الطریقین میں تردّد اور غم میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ نفس سے مغلوب ہوگئے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی

سے ذلت و رسوائی کا سخت اندیشہ ہے لہٰذا اے کریم اس تردّد بین الطریقین سے ہمیں نجات عطا فرمائیے اور صراط مستقیم پر جذب فرمالیجئے کیونکہ جس کو آپ جذب فرمالیں وہ کبھی مردود نہیں ہوتا اور سوءِ خاتمہ سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ اس لئے اے اللہ ہم آپ سے جذب کی بھیک مانگتے ہیں کیونکہ شیطان سالک محض تھا، مجذوب نہیں تھا ورنہ مردود نہ ہوتا کیونکہ جب سے دنیا قائم ہے آپ کا کھینچا ہوا کوئی شخص بھی مردود نہیں ہوا۔ جتنے لوگ مردود ہوئے ہیں وہ سب سالک تھے، آپ کے جذب سے محروم تھے۔ سالک کو بھی آخر میں جذب نصیب ہوتا ہے کیونکہ بغیر آپ کے جذب کے کوئی آپ کا غیر محدود راستہ طے نہیں کرسکتا۔ آپ خالق مقناطیس ہیں آپ کے جذب کئے ہوئے کو کون آپ سے چھین سکتا ہے۔ پس اے کریم صراط مستقیم کی طرف آپ کا ہمیں جذب کرلینا ہمارے تردّد بین الطریقین اور اختیار بین الامرین کے غم سے بہتر ہے ؎

ذرّۂ سایہ عنایت بہتر است
صد ہزاراں کوشش طاعت پرست

آپ کی عنایت کا ایک ذرہ ہماری ان ہزار کوششوں اور طاعات سے بہتر ہے جو آپ کے زیرِ سایۂ عنایت نہ ہوں۔

زیں دو رہ گرچہ ہمہ مقصد توئی
لیک خود جاں کندن آمد ایں دوئی

مولانا رومی بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ اگرچہ خیر و شر کے ان دونوں راستوں کا مقصد آپ ہی کی ذات ہے یعنی اگر خیر وشر کا اختیار نہ ہوتا تو ہم مجبور محض ہوتے تو مجاہدہ کیسے ہوتا کیونکہ مجاہدہ موقوف ہے اس بات پر کہ خیر پر عمل کرنے اور شر سے بچنے میں جو تکلیف ہو اس کو برداشت کرنا اور اے اللہ آپ کے قرب و رضا کا مدار انہیں اعمال اختیاریہ کے مجاہدات ہیں اسی لئے

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَ تَقْوَاهَا

آپ نے ہمارے اندر مادۂ فجور بھی رکھ دیا اور مادۂ تقویٰ بھی رکھ دیا اور آیت پاک میں فجور کو مقدم فرمایا کہ یہ تقویٰ کا موقوف علیہ ہے یعنی فجور اور نافرمانی کے تقاضوں کو روکنے ہی سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے جیسے موجودہ سائنس کی تحقیق ہے کہ مثبت اور منفی (**positive** اور **Negative**) ان دو تاروں سے بجلی پیدا ہوتی ہے اسی طرح اے اللہ آپ نے مادۂ فجور کا منفی تار اور تقویٰ کا مثبت تار ہمیں دے دیا تاکہ جب تمہارے اندر مادۂ فجور کا جوش ہو تو ہمارے خوف سے اس پر عمل نہ کرو، نافرمانی کے

تقاضے پر عمل نہ کرنا یہی منفی تار ہے جس سے نور تقویٰ پیدا ہوتا ہے ، لا الٰہ کی تکمیل سے الا اللہ نصیب ہوتا ہے، باطل خداؤں کو نکالنے سے اللہ دل میں متجلی ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مادۂ فجور اور مادۂ تقویٰ کی کشمکش سے آپ ہی مقصود ہیں اور ان دو تاروں سے آپ اپنی محبت کا چراغ ہمارے دلوں میں روشن کرنا چاہتے ہیں تاکہ آپ ہی ہمارے مقصود بن جائیں اور ہمیں ولی اللہ بنالیں۔

لیکن خیر و شر یعنی مادۂ فجور اور مادۂ تقویٰ کی کشمکش اور مجاہدۂ شاقہ سے ہماری جان نکلی جارہی ہے ، ہم بے دم ہوئے جارہے ہیں یعنی سخت فتنہ و آزمائش میں مبتلا ہیں لہٰذا اے رب اپنے جذب سے آپ ہمیں اپنی طرف کھینچ لیجئے تاکہ اختیار بین الطریقین کی کشمکش سے نجات حاصل ہو اور آپ کی راہ آسان ہوجائے ۔

زیں دو رہ گرچہ بجز تو عزم نیست
لیک ہرگز رزم ہم چوں بزم نیست

خیر و شر کے ان دونوں راستوں کے مجاہدات کا مقصد اگرچہ آپ ہی کی طرف عزم و ارادہ کرنا ہے کہ بندے ہمت سے کام لے کر اپنے قلب میں آپ ہی کو مراد بنالیں اور آپ کے ولی بن جائیں ، ان کا عزم اور ان کا ارادہ آپ ہی کی طرف ہو اور اس میں جو مشکلات پیش آئیں ان کا مقابلہ کریں لیکن جنگ کا میدان بزمِ قرب

کے برابر کہاں ہو سکتا ہے یعنی نفس سے جو ہماری جنگ چل رہی ہے اس کا مزہ آپ کی اس بزمِ قرب کے مثل کیسے ہو سکتا ہے جہاں آپ کی شرابِ محبت کے جام و مینا چل رہے ہوں۔ مراد یہ ہے کہ ابتداءِ سلوک میں نفس کو خیر و شر کے انجذاب سے سخت مجاہدہ و کشمکش پیش آتی ہے، شر اور فجور کی طرف کشش ہوتی ہے تو مجاہدہ کر کے نفس کو روکتا ہے اور بہ تکلف اس کو خیر کے راستہ پر ڈالتا ہے۔ تو مولانا دعا فرمارہے ہیں کہ اے اللہ اس مقامِ تلوین کو مقامِ تمکین و استقامت سے تبدیل فرمادیجئے تاکہ ہمیں آپ کا قربِ تام اور سرورِ دوام حاصل ہو۔

غالبی بر جاذباں اے مشتری
شاید ار درماندگاں را واخری

اے اللہ دنیا میں جتنے حسین ہمیں اپنی طرف کھینچ رہے ہیں آپ سب پر غالب ہیں کیونکہ آپ ہمارے خریدار ہیں آپ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

ان اللّٰہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم ....الخ

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ۲۱ ذوقعدہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۸ فروری ۲۰۰۰ء کو حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے اس آیت پاک کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان فرمایا جو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو اللہ نے تمہارے اس نفس کو خرید لیا ہے جو امارہ بالسوء ہے ، ہر وقت گناہوں کے تقاضے دل میں ڈالتا رہتا ہے۔ پس اگر تم اس کے تقاضوں پر عمل نہ کرو تو ہم تم سے جنت کا سودا کرتے ہیں۔ ہر چیز کی ایک قیمت اور ایک بدلہ ہوتا ہے۔ نفس امارہ کی بُری بُری خواہشات کے چھوڑنے کا ، خونِ آرزو کا اور بُرے تقاضوں پر عمل نہ کرنے کے غم اٹھانے کا صلہ یہ ہے کہ اس غم کے بدلہ میں ہم تم کو جنت دیں گے، اور جنت بھی کیسی ؟ تفسیر روح المعانی میں ہے التی لا عیب فیھا جس میں کوئی عیب اور نقص نہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو خرید لیا ہے اور ہم اس کریم مالک کے ہاتھوں بکے ہوئے لوگ ہیں اور جب سودا بک جاتا ہے تو بکا ہوا مال دوبارہ بیچنا بین الاقوامی اصولوں پر مجرمانہ فعل ہے۔لہٰذا ہم اس مالک کے ہاتھوں بکے ہوئے مال ہیں اور ہمارا معاوضہ جنت ہے تو پھر اگر کسی اور کے ہاتھ بکتے ہیں تو کتنے بڑے مجرم ہیں۔ جب ہم بک چکے تو پھر ہمیں کیا حق ہے کہ ٹیڈیوں کے ہاتھوں بک جائیں، سینما، وی سی آر اور ڈش انٹینا سے بک کر گندی گندی نافرمانیوں میں مبتلا ہوجائیں۔ نفس کی پرستش کرنا یہ گویا اپنے کو دوبارہ بیچنا ہے اور اپنے کو اللہ کا مجرم بنانا ہے لہٰذا جو اللہ ہمارا خریدار ہے اور خریدار بھی کیسا کہ جو ایک پھول کے بدلہ میں گلستاں دیتا ہے ایسے کریم

مالک کے ہاتھ جب ہم بک چکے تو اب اسی کی مرضی پر جینا اور اسی کی مرضی پر مرنا ہے۔ احقر کے دو شعر ؎

خوشی پر ان کی جینا اور مرنا ہی محبت ہے
نہ کچھ پروائے بدنامی نہ کچھ پروائے عالم ہے
ہے روح بندگی بس ان کی مرضی پر فدا ہونا
یہی مقصود ہستی ہے یہی منشائے عالم ہے

اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہم عاجزوں اور پسماندوں کو خرید لیجئے، اپنی طرف جذب فرمالیجئے پھر کون ہے جو ہمیں آپ سے چھین سکے۔

زیں تردد عاقبت ما خیر باد
اے خدا مرجان مارا کن تو شاد

ارشاد فرمایا کہ مولانا جلال الدین رومی خدائے تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ خیر و شر کے درمیان جو آپ نے ہم کو اختیار دیا ہے تو اس تردد بین الامرین یعنی نیکی اور گناہ کے تقاضوں کی کشمکش کا انجام ہمارے لئے بہتر کردیجئے یعنی ہماری روح چاہتی ہے کہ ہم نیک کام کرکے اللہ والے بن جائیں اور نفس گناہوں کا تقاضا کرتا ہے کہ وی سی آر سینما ٹیلیویژن اور تمام گندے کام کریں۔ ان دونوں میں ہمیشہ کشمکش رہتی ہے۔ پس اے اللہ آپ

نے ہمارا دو پرچوں میں امتحان رکھا ہے ، ایک پرچہ ہے نیک کام کرنے کا اور دوسرا پرچہ ہے گناہ سے بچنا یعنی ایک مثبت عبادت ہے اور دوسری منفی عبادت ہے۔ نماز روزہ حج و عمرہ ذکر و تلاوت یہ مثبت عبادت ہے اور جب گناہ کا تقاضا ہو مثلاً کوئی نامحرم عورت سامنے آجائے اس وقت نظر نیچی کرلینا یہ منفی عبادت ہے اور اللہ کا ولی وہی ہوتا ہے جو دونوں قسم کی عبادت کرتا ہے۔ اکثر لوگ وظیفہ و تسبیح و نوافل تو پڑھتے ہیں لیکن گناہ سے نہیں بچتے اور روح و نفس کی کشمکش میں نفس ان پر غالب آجاتا ہے۔ اسی لئے مولانا رومی عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ اس جنگ میں جو نفس سے جیت گیا اور آپ کی نافرمانی چھوڑ دی وہی اللہ والا ہوجاتا ہے اور جو ہار گیا وہ فاسق ہوجاتا ہے لہٰذا خیر و شر کی کشمکش کے اس امتحان میں ہمیں پاس کردیجئے کہ ہم نیکی پر قائم رہیں اور گناہ سے بچتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم نیکی تو کرلیں اور گناہ نہ چھوڑیں یعنی آپ کو راضی کرنے کی فکر تو کریں اور آپ کی ناراضگی سے نہ بچیں تو بھی ہم ناکام ہوجائیں گے لہٰذا اس تردد اور خیر و شر کی جنگ میں ہمارا انجام بخیر کردیجئے اور ہمیں نفس کے مقابلہ میں جتا دیجئے یعنی اپنی مرضی پر جما کے رکھئے اور اپنی ناراضگی سے بچا کے رکھئے اور گناہوں کے شدید تقاضوں پر غالب کرکے اے خدا آپ ہماری جان کو خوش کردیجئے کیونکہ جان کو خوشی آپ کی عبادت اور فرماں برداری سے ملتی ہے

اور آپ کی نافرمانی سے روح کبھی خوش نہیں ہوتی۔ گناہ کرتے وقت جو مزہ آتا ہے وہ نفس دشمن کو آتا ہے، روح اس وقت بے چین ہوتی ہے۔ اسی لئے مومن کو گناہ کا پورا مزہ نہیں آتا، اس کا دل کانپتا رہتا ہے کہ میں یہ کیا کررہا ہوں، خدا دیکھ رہا ہے اور نفس کا مزہ ایسا ہے جیسے کسی کو نشہ پلا کر پٹائی کردی جائے تو نشہ میں پٹائی کا احساس نہیں ہوتا لیکن جب نشہ اترتا ہے اس وقت بے چینی کا ادراک ہوتا ہے کہ ہائے میں نے اللہ کو ناراض کردیا۔ اس بے چینی اور عذاب کا لغت و الفاظ احاطہ نہیں کرسکتے۔ نفس کے نشہ سے اللہ پناہ میں رکھے۔ لہٰذا اے اللہ ہماری عاقبت کو خیر کردیجئے اور خاتمہ ایمان پر فرمادیجئے تاکہ آپ ہم سے خوش ہوجائیں اور ہماری جان کو خوش کردیجئے اور جان کب خوش ہوتی ہے؟ جب نفس کی لڑائی میں غالب آجاتی ہے جیسے پہلوان اس وقت خوش ہوتا ہے جب دشمن کو پچھاڑ دیتا ہے۔ پس نفس دشمن پر ہماری روح کو غالب کردیجئے۔

یہاں میں ایک بات کہتا ہوں کہ مثنوی کو صرف لغت سے نہیں سمجھ سکتے، مثنوی کو بغیر درد بھرے دل کے کوئی پڑھا بھی نہیں سکتا۔ مثنوی وہی پڑھا سکتا ہے جس نے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائی ہوں، اللہ کے راستہ میں چلا ہو، سینہ میں درد بھرا دل رکھتا ہو کیونکہ مولانا رومی نے مثنوی میں سلوک بیان کیا ہے۔ پس جس نے نفس سے جنگ نہیں لڑی اور نفس کا غلام ہے وہ کیا جانے مثنوی کو۔

درس مناجات رومی

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء بروز بدھ بعد
نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

اے کریم ذوالجلال مہرباں
دائم المعروف دارائے جہاں

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا آپ کریم ہیں، ذوالجلال ہیں مہربان ہیں اور کریم کے تین معنی ہیں:

الذی یتفضل علینا بدون الاستحقاق والمنة جو ہم پر بغیر اہلیت کے، باوجود ہماری نالائقی کے مہربانی کردے جیسے ایک بادشاہ نے اپنے خادم سے کہا کہ رمضانی مگساں می آیند رمضانی میرے پاس مکھیاں آرہی ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ حضور ناکساں پیش کساں می آیند حضور نالائق لائق کے پاس آرہی ہیں۔ پس کریم حقیقی تو ہمارا اللہ ہے کہ بُرے اعمال سے ہمارا ظاہر بھی گندا اور ہمارا باطن بھی گندا کہ اندر پیشاب پاخانہ بھرا ہوا ہے لیکن ہم جیسے نالائقوں کو بھی اپنے پاس آنے سے منع نہیں کرتے بلکہ حکم دے دیا کہ وضو کرلو اور میرے حضور میں آجاؤ۔ اسی طرح باوجود ہماری باطنی گندگی یعنی

گناہوں میں ملوث ہونے کے ہر سانس اور ہر لمحہ ہم پر انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔ اور کریم کے دوسرے معنیٰ ہیں :

الذی یتفضل علینا فوق ما نتمنّی بہٖ یعنی ہماری تمناؤں سے زیادہ ہم پر رحم کرنے والا کہ اگر ہم ایک بوتل شہد مانگیں تو وہ ڈھائی من کا مشک دے دے ؎

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہادئے ہیں دُر بے بہا دئے ہیں

اور کریم کی تیسری تعریف ہے :

الذی لا یخاف نفاذ ما عندہ ایسا مہربانی کرنے والا جس کو اپنے خزانوں کے ختم ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

اور ذوالجلال کے معنیٰ ہیں صاحب الاستغناء المطلق یعنی سارے عالم سے بے نیاز اور والاکرام کے معنیٰ صاحب الفیض العام جس کا فیض سارے عالم پر عام ہے۔ دنیا کے لوگ مستغنی تو ہوتے ہیں لیکن کسی کے دکھ درد میں کام نہیں آتے بس اپنے ہی حلوے مانڈے میں مست ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ذوالجلال کے بعد والاکرام کا اسم نازل کردیا کہ اگرچہ میں سارے عالم سے مستغنی ہوں لیکن میں صاحب فیض العام بھی ہوں کہ سارے عالم پر میرا فیض عام ہے۔ میرے استغناء کی شان یہ ہے کہ

المستغنی عن کل احد والمحتاج الیہ کل احد

کہ میں سارے عالم سے مستغنی ہوں اور سارا عالم میرا محتاج ہے لیکن اس کے باوجود میں اپنے بندوں سے غافل نہیں سارے عالم پر میری رحمت عام ہے۔

مولانا رومی اس کو فرماتے ہیں کہ اے اللہ باوجود ذوالجلال ہونے کے آپ دائم المعروف ہیں ، اتنے بڑے مہربان ہیں کہ اپنی مخلوق پر ہمیشہ احسان کرنے والے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم سے ناراض ہوکر آپ نے سورج کو روک لیا ہو کہ ہم پر طلوع نہ ہو یا چاند کو روک لیا ہو کہ ہمیں اوقات نہ بتائے ، آپ کا نظام کرم ہمیشہ مخلوق پر دائم ہے اور آپ ساری کائنات کے مالک ہیں ، ساری کائنات کے نظام کو قائم کئے ہوئے ہیں ، سارے عالم کو سنبھالے ہوئے ہیں ۔

یا کریم العفو حی لم یزل
یا کثیر الخیر شاہ بے بدل

اے اللہ آپ کریم العفو ہیں یعنی معاف کرنے میں نہایت کریم ہیں۔ آپ کے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ بشارت دی کہ

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِالَّیْلِ لِیَتُوْبَ
مُسِیْءُ النَّھَارِ وَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ

مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا

(مسلم۔ کتاب التوبۃ)

اللہ تعالیٰ کی رحمت رات بھر اپنے ہاتھ پھیلائے رہتی ہے کہ دن کا خطاکار رات کو توبہ کرلے اور دن بھر ہاتھ پھیلائے رہتی ہے کہ رات کا خطاکار دن میں توبہ کرلے۔ سبحان اللہ! کیا رحمت ہے آپ کی بندوں پر کہ ایک کروڑ گناہ بھی اگر کوئی کرلے لیکن ندامت کا ایک آنسو کبھی نکل آیا، دل میں ندامت پیدا ہوگئی کہ آہ میں نے کیا کیا تو اسی وقت تمام گناہوں کو آپ معاف فرمادیتے ہیں، سو برس کا کافر جو رات دن کفر کررہا تھا، اگر کلمہ پڑھ لے تو اسی وقت ولی اللہ ہوجاتا ہے۔

میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنایا تھا کہ ایک ہندو نوے برس تک اپنے بت کو صنم صنم پکار رہا تھا کہ ایک دن غلطی سے اس کے منہ سے صمد نکل گیا تو آواز آئی لبیک یا عبدی میرے بندے میں حاضر ہوں تو اس کافر نے ڈنڈا اٹھایا اور سب بتوں کو توڑ دیا کہ نوے سال تک میں نے تمہیں پکارا اور تم نے کوئی جواب نہیں دیا اور آج غلطی سے مسلمانوں کے خدا کا نام نکل گیا تو فوراً جواب آگیا لبیک میرے بندے میں موجود ہوں۔ سبحان اللہ! تو عفو کرنے میں آپ بے حد کریم ہیں کہ نوے برس کے کافر کو بھی نہیں بھولتے اور ایک لمحہ میں معاف فرما کر اپنا پیارا

بنا لیتے ہیں۔

اور آپ حی لم یزل ہیں یعنی زندہ حقیقی ہیں کہ ہمیشہ سے زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور آپ کی حیات میں کبھی زوال نہیں آسکتا بلکہ ہر وقت آپ کی ایک نئی شان ہے

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ

علامہ آلوسی روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں یوم سے مراد وقت ہے، دن مراد نہیں ہے

ای فی کل وقت من الاوقات و فی کل لحظة

من اللحظات و فی کل لمحة من اللمحات

یعنی ہر وقت، ہر لحظہ، ہر لمحہ آپ کی ایک نئی شان ہے۔ پس چونکہ آپ زندہ حقیقی ہیں اس لئے آپ ہی محبوب حقیقی ہیں۔ آپ کے علاوہ کوئی اس قابل نہیں کہ اس کو محبوب بنایا جائے کیونکہ اگر آپ کے علاوہ کسی اور کو دل دیا تو ایک دن معلوم ہوا وہ مر گیا اور اس کا جنازہ دفن ہورہا ہے اب کہاں جاؤ گے اور کس کو دل کا سہارا بناؤ گے کیونکہ جس کو سہارا بنایا تھا وہ تو مر گیا۔ اب کیا اس کی لاش سے چمٹو گے اور اگر چمٹو گے تو تین دن کے بعد لاش سڑ جائے گی اور مردہ جسم پھول کر پھٹ جائے گا، پھر سب سے پہلے تم ہی اسے دفن کرو گے اور بدبو سے ناک بند کر کے وہاں سے بھاگو گے۔ لہٰذا کہاں

مرنے والوں پر مر رہے ہو ؎

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوق نظر نہیں ہے

میرا قطعہ ہے ؎

ان کے سر پر سفید بالوں کا
ایک دن تم تماشہ دیکھو گے
میر اس دن جنازہ الفت کا
اپنے ہاتھوں سے دفن کردو گے

تم بھی مرنے والے یہ دنیوی معشوق بھی مرنے والے لہٰذا مرنے والے کو چاہئے کہ نہ مرنے والے پر مرے ؎

عشق با مردہ نباشد پائیدار
عشق را با حی و با قیوم دار

مرنے والوں سے عشق نہ کرو کہ یہ پائیدار نہیں ہوتا عشق اس زندہ حقیقی سے کرو جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، جس کو کبھی موت نہیں آئے گی، جو موت و زوال و فنا سے پاک ہے اس سے محبت کرو تو تم بھی زندہ جاوید ہو جاؤ گے۔ جنت میں وہ تمہیں حیات جاودانی عطا کرے گا۔ وہ ایسا زندہ حقیقی ہے جو ازل سے ہے

اور ابد تک رہے گا اور حیاۃ کل شی بہ موبدأ ہر شے کی حیات اسی سے قائم ہے اور وہ قیوم بھی ہے یعنی قائم بذاتہ و بقوم غیرہ بقدرتہ القاھرہ اپنی ذات سے قائم ہے اور اپنی قدرت قاہرہ سے دوسروں کو قائم کئے ہوئے ہے اور کیونکہ اس کی ہر وقت ایک نئی شان ہے لہٰذا اس کے عاشق بھی ہر وقت ایک نئی شان میں رہتے ہیں، ہر لمحہ ان کو ایک نئی حیات عطا ہوتی ہے جس کا دنیوی عشاق تصور بھی نہیں کرسکتے کیونکہ مرنے والوں پر مرتے ہیں اور ان کے معاشیق و محابیب ہر وقت علیٰ معرض الزوال اور علیٰ معرض الفناء ہیں لہٰذا ان کے عاشقوں کا عشق بھی ہر وقت علیٰ معرض الزوال ہے، ہر وقت ان کا تبسم افسردگی سے تبدیل ہورہا ہے، میرا شعر ہے ؎

حسن فانی ہے عشق بھی فانی
پھول مرجھاگئے ذرا کھل کے

لہٰذا دنیاوی عاشقوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر نحوست کے آثار نظر آتے ہیں اور ہر لمحہ ان کی پریشانی بڑھتی جاتی ہے کیونکہ ؎

بھوڑے دل پہ ہیں مغز دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشق مجازی کے مزے کیا لوٹے

اگلے مصرع میں مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ آپ

کثیرالخیر ہیں ، کثیر الفضل ہیں کما قال تعالیٰ واللّٰہ واسعٌ علیمٌ واسع کی تفسیر روح المعانی میں یہ ہے ای کثیر الفضل لا یخاف نفاد ما عندہ جو بہت زبردست فضل والا ہے ، جس کو اپنے خزانوں کے ختم ہونے کا اندیشہ نہیں۔ اگر سارے عالم کو آپ ولی اللہ، قطب الاقطاب، غوث الاعظم بنادیں تو آپ کی رحمت میں ایک ذرہ کمی نہیں ہوگی کیونکہ آپ شاہ بے بدل ہیں یعنی ایسے شاہ ہیں جس کا کوئی بدل نہیں ۔ سبحان اللہ ! مولانا کیا لفظ لائے ہیں جو ترجمہ ہے ولم یکن لہٗ کفوا احد کا۔ نکرہ تحت النفی ہے جو فائدہ عموم کو دیتا ہے کہ اس کا کوئی بدل اور مثل اور ہمسر نہیں ہے۔

اولم ایں جزر و مد از تو رسید
ورنہ ساکن بود ایں بحر اے مجید

مولانا رومی بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ جب آپ نے ہم کو جسم دے کر اس دنیا میں بھیجا تو ہمارے نفس کے اندر مادۂ فجور بھی رکھ دیا اور مادۂ تقویٰ بھی رکھ دیا فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَ تَقۡوٰهَا یعنی مادۂ شر اور مادۂ خیر دونوں رکھ دئے لہٰذا ہمارے قلب کے سمندر میں خواہشات کا جو مدو جزر یعنی جوار بھاٹا ہے وہ آپ کی طرف سے ہمارے امتحان کے لئے ہے ورنہ جب ہم عالم ارواح میں تھے تو چونکہ وہاں جسم نہیں تھا لہٰذا مادۂ فجور و تقویٰ کا الہام بھی

ہمارے نفوس میں نہیں ہوا تھا اس لئے خواہشات کا سمندر بھی ساکن تھا۔ اس عالم میں خیر و شر کے مادّوں میں جو مد و جزر اور طغیانی و تلاطم ہے یہ ہمارا امتحان ہورہا ہے اور آیت پاک میں فجور کو تقویٰ پر مقدم فرما کر آپ نے یہ بتا دیا کہ تقویٰ کا تحقق مادہ فجور پر موقوف ہے بس شرط یہ ہے کہ تقاضائے فجور پر عمل نہ کرو یعنی بُرے بُرے تقاضے ایندھن ہیں ان کو جلادو تو حمام تقویٰ روشن ہوجائے گا۔ اگر یہ بُرے تقاضے نہ ہوتے تو تقویٰ کا ظہور کیسے ہوتا اور کیسے پتہ چلتا کہ یہ شخص متقی ہے کیونکہ تقویٰ کی تعریف ہی یہ ہے کہ کف النفس عن الھویٰ جب دل میں نافرمانی اور گناہ کا تقاضا پیدا ہو تو اللہ کے خوف سے اس پر عمل نہ کرنا۔ اگر گناہ کے بُرے تقاضے ہی نہ ہوتے تو مجاہدہ بھی نہ ہوتا اور مجاہدہ نہ ہوتا تو تقویٰ کا وجود ہی نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے اور گناہوں کے تقاضے آخرت کے امتحان کے پرچے ہیں۔ پس اگر یہ تقاضے نہ ہوتے تو کس پرچہ میں امتحان ہوتا اور جزا و سزا کس بات پر ہوتی۔

ہم ازاں جا کایں تردد دادیم
بے تردد کن مرا ہم از کرم

جس مقام سے آپ نے ہم کو اس کشمکش میں رکھا ہے یعنی آپ کی مشیت اور آپ کی قدرت نے ہم کو عالم امتحان میں بھیجا ہے اور

ہمارا فجور اور تقویٰ کے دو طرفہ اختیارات میں امتحان ہو رہا ہے ، ہم کو دونوں اختیار ہیں کہ چاہیں تو ہم سینما خانہ چلے جائیں اور چاہیں تو بیت اللہ اور مسجد چلے جائیں ، بندوں کو اختیار دے دیا کہ چاہے نیک کام کرلو چاہے بُرا کام کرلو۔ اس تردد میں امتحان ہو رہا ہے اور اپنے نفس کی خواہشات کی وجہ سے ہم تردد اور شک و شبہ میں مبتلا ہیں۔ پس اے خدا آپ اس تردد سے ہم کو نجات عطا فرمائیے اور نفس پر ہم کو غالب کردیجئے ، اپنے کرم سے بلا استحقاق ہم کو اس کشمکش کی زندگی سے نجات دے کر ہمارے نفس امارہ کو نفس مطمئنہ کردیجئے یعنی سوائے آپ کی یاد کے ہمارا کہیں دل ہی نہ لگے جیسے کہ مولانا رومی نے دعا کی ہے ؎

جز بذکر خویش مشغولم مکن
از کرم از عشق معزولم مکن

اے خدا اپنی مہربانی اور اپنے کرم سے سوائے اپنی یاد کے کہیں ہمارا دل نہ لگنے دیجئے۔اپنے کرم کے صدقے میں اپنی محبت کے کاروبار سے یعنی اپنی عبادات و مناجات سے آپ ہم کو الگ نہ کیجئے۔ ہمارا دل ایسا بنا دیجئے کہ آپ کے علاوہ اگر ہم کہیں دل لگانا بھی چاہیں تو نہ لگے۔اپنی ذات پاک کے ساتھ ہمارے قلب و جان کو چپکا دیجئے کہ ساری دنیا اگر ہمیں آپ سے الگ کرنا چاہے تو ہم الگ

نہ ہوں۔ یہ ہے بے تردد کرنا۔ اپنے جذب سے ایسا بنالیجئے کہ اس کشمکش کی زندگی سے نجات عطا فرمادیجئے ، ہمارا دل ایک طرف کھینچ لیجئے یعنی مقام جذب عطا فرمائیے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس سالک کو مقام جذب نصیب نہیں ہوا یعنی اگر اللہ نے اس کو نہیں کھینچا تو وہ ہر وقت خطرہ میں ہے ، کسی وقت بھی وہ مردود ہوسکتا ہے۔ شیطان سالک تھا ، مجذوب نہ تھا ، ہزاروں برس عبادت کی تھی لیکن چونکہ اللہ نے اسے جذب نہیں کیا تھا لہٰذا وہ مردود ہوگیا۔ اسی لئے حکیم الامت نے فرمایا کہ اے سالکو ! اگر چاہتے ہو کہ تم اللہ کے راستہ میں استقامت سے رہو اور تمہارا خاتمہ ایمان پر ہو تو خدائے تعالیٰ سے جذب کی صفت مانگو کہ اے اللہ مجھے جذب کرکے اپنا بنالیجئے۔ مجذوب کبھی مردود نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ اسی کو جذب کرتا ہے ، اسی کو اپنا مقبول بناتا ہے جو ہمیشہ باوفا ہوتا ہے۔ ہم لوگ دوست بنانے میں غلطی کرجاتے ہیں کیونکہ ہمیں مستقبل کا علم نہیں ہے ۔ اس لئے ہم کسی کو دوست بنالیتے ہیں اور بعد میں وہ غداری کرجاتا ہے ، بے وفا ہوجاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسی کو اپنا محبوب اور مقبول بناتا ہے جو مرتے دم تک باوفا ہوتا ہے۔

ایک بار حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ حضرت دعا کردیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو رضاء دائمی عطا فرمائے تو حضرت نے فرمایا کہ رضاء دائمی مانگنے کی

ضرورت نہیں ہے کیونکہ جس سے خدا ایک دفعہ راضی ہوتا ہے پھر کبھی ناراض نہیں ہوتا۔ اگر اس سے کبھی گناہ ہوجائے تو توفیق توبہ دیتا ہے ، توفیق توبہ خود علامت رضا ومہربانی ہے۔ وہ راضی ہی اس سے ہوتا ہے جو اس کے علم میں ہمیشہ باوفا ہوتا ہے۔ شیطان جب عبادت کرتا تھا اس وقت بھی مقبول نہ تھا ، جذب نصیب نہیں ہوا تھا اس لئے مردود ہوگیا۔ اس لئے مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ مولانا اشرف علی یہ کہو کہ اے خدا ہم کو رضاء کامل عطا کردے دائمی کی قید مت لگاؤ۔

ابتلایم می کنی آہ الغیاث
اے ذکور از ابتلایت چوں اناث

اے خدا آپ مجاہدات میں میرا امتحان لے رہے ہیں۔ آہ آپ سے فریاد ہے کہ ہم آپ کے امتحان کے قابل نہیں ، ہم نہایت کمزور ، نہایت نالائق ہیں ، آپ کے امتحان میں ہمیں اپنے پاس ہونے کی اُمید نہیں کیونکہ بڑے بڑے مردانِ طریق اور مدعیانِ دین و تقویٰ اور تصنیف و تالیف و تقریر و تحریر میں کمال رکھنے والے جو اپنے کو کوہ ہمت و استقامت سمجھتے تھے جب امتحان کا وقت آیا تو مونث ثابت ہوئے یعنی گناہ میں مبتلا ہوگئے اور ان کا کوہ تقویٰ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اس لئے اے خدا ہم کمزور ہیں ، ہمارا امتحان نہ

لیجئے۔ ہم اس بلی کے مانند ہیں جو چوہا خوری سے توبہ کر کے ایک لاکھ حج کر آئے لیکن جب چوہا اس کے سامنے آئے گا تو اس کا سارا حج اور تقویٰ ختم ہو جائے گا۔ ہمارے نفس کی دیا سلائی پر مادۂ فجور اور گناہ کے تقاضوں کا مسالہ لگا ہوا ہے، بس رگڑ کی دیر ہے، اے اللہ آپ کا کرم ہے کہ اس میں رگڑ نہیں لگ رہی ہے یعنی اسباب معصیت سے آپ نے دور رکھا ہے ورنہ اگر ذرا رگڑ لگی تو ایک دم آگ لگ جائے گی لہٰذا اے خدا گناہوں کا آتش فشاں جو ہمارے اندر ہے اس کو اسباب معصیت کے قرب سے بچا ورنہ ہمارے دین و ایمان کی خیر نہیں ہے۔ اے خدا ہم نہایت کمزور، نہایت نالائق ہیں۔ آپ سے فریاد ہے کہ ہم امتحان کے قابل نہیں ہیں، ہمارا امتحان نہ لیجئے اور اپنی رحمت سے ہم کو عافیت کے ساتھ دین پر قائم رکھئے۔

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اپنے نفس پر بھروسہ نہ کرو اور اسباب معصیت کے قریب نہ رہو چاہے کہیں بھی ہو چاہے خانقاہ ہو یا مدرسہ ہو، یہ نہ سوچو کہ ان مقدس جگہوں میں ہم نفس و شیطان سے محفوظ ہوگئے۔ جنہوں نے احتیاط نہ کی وہ خانقاہ کیا بیت اللہ میں بھی گناہ میں ملوث ہوگئے پھر ایسے ملکوں میں جیسے ری یونین، فرانس، برطانیہ وغیرہ جہاں بے پردگی عام ہے اور ہر وقت مرد و عورت کا اختلاط رہتا ہے کتنی احتیاط کی ضرورت ہے اس لئے کبھی کسی حسین

کے ساتھ تنہائی نہ ہونے دو، خواہ لڑکا ہو یا لڑکی کیونکہ جہاں تنہائی ہوئی تو تیسرا وہاں شیطان موجود ہوا اور شیطان کا دعویٰ ہے جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اگر ایک کمرہ میں خواجہ حسن بصری جیسا ولی اور رابعہ بصریہ جیسی ولیہ بھی تنہا ہوں تو دونوں کا منہ کالا کرادوں گا۔ اس لئے اللہ کے ابتلاء اور امتحان سے پناہ مانگو، بہادر نہ ہو ورنہ سارا تقویٰ خاک میں مل جائے گا۔

تا بہ کے ایں ابتلاء یارب مکن
مذہبے ام بخش وہ مذہب مکن

اے اللہ کب تک اس آزمائش میں مبتلا رہوں گا، جلدی کردیجئے اور اپنے جذب سے مجھے اپنا بنا لیجئے۔ اے میرے رب امتحان نہ لیجئے میرے اوپر رحم کردیجئے اور اولیاء اللہ کو جو نسبت آپ دیتے ہیں وہ عطا کردیجئے اور جذب کرکے ہمیں اپنی ذات پاک کے ساتھ چپکا لیجئے۔ دیکھو اگر ماں اپنے چھوٹے بچے کو اختیار دے دے کہ جہاں چاہے چلا جا تو وہ اغوا کرلیا جائے گا اور اگر ماں تگڑی ہے اور اس کو اپنے سینہ سے چپکائے ہوئے ہے اور اغوا کرنے والے کمزور ہیں تو بچہ اغوا نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون طاقت والا ہے۔ اگر حق تعالیٰ ہماری حفاظت فرمالیں تو ساری دنیا کی گمراہ کن ایجنسیاں اور سارے دنیا کے حسین اور حسینائیں ہمارے تقویٰ کا

ایک بال بھی نہیں اُکھاڑ سکتے لہٰذا اے اللہ آپ ہمیں جذب کر کے صراط مستقیم پر ڈال دیجئے اور دس مذہب اختیار کرنے سے بچالیجئے یعنی ہمیں ایک مذہب تقویٰ والوں کا دے دیجئے، دس مذہب نہیں کہ کبھی مسجد میں بیٹھے ہیں اور کبھی عورتوں کو سڑکوں پر دیکھ رہے ہیں، کبھی تلاوت کررہے ہیں اور کبھی گانا سن رہے ہیں، یعنی ہماری تلوین و بے استقامتی کو تمکین و استقامت سے بدل دیجئے اور اللہ والوں کا تقویٰ، اپنے اولیاء کا طریقہ دے دیجئے کہ ہم آپ پر جان فدا کرتے رہیں اور ہر وقت تقویٰ سے رہیں، جب جی گھبرائے تو آپ کو یاد کرلیں ؂

ہر لمحۂ حیات گذرا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

لوگ کہتے ہیں کہ ٹی وی دیکھنے سے ٹائم پاس ہوتا ہے۔ ارے ظالمو! ٹائم پاس نہیں ہوتا ٹائم فیل ہوتا ہے۔ اگر دل بہلانا ہے تو اللہ سے دل بہلاؤ۔ جب کبھی دل گھبرائے وضو کرو، دو رکعات پڑھو، تسبیح لے کر درد بھرے دل سے ایک دفعہ اللہ کہو۔ دونوں جہان کی لذت اس کے نام پاک میں موجود ہے۔ کہاں جاتے ہو لیلیٰ کا نمک تلاش کرنے، ملاحت حسن لیلیٰ کا خالق اللہ ہے جس نے لیلیٰ کو بھیک دی تھی وہ اللہ جب دل میں متجلی ہوگا تو کروڑہا لیلاؤں سے تم بے نیاز

ہو جاؤ گے۔ وہ لیلیٰ تو سڑنے گلنے والی تھی۔ وہ خالق ملاحت لیلیٰ اور خالق عشق مجنوں جب دل میں متجلی ہوتا ہے تو پاکیزہ ملاحت کے کتنے غیر فانی سمندر ساتھ لاتا ہے اور عشق و محبت کے لامحدود طوفان و تلاطم ساتھ لاتا ہے، اس لطف کو دنیا والے کیا جانیں، اس مزہ کو لیلیٰ مجنون کیا جانیں۔

اشترے ام لاغر و ہم پشت ریش
ز اختیار ہم چو پالاں شکل خویش

ہم ایک لاغر کمزور اونٹ کی طرح ہیں جس کی پیٹھ زخمی ہوچکی ہے اختیار کے پالان کی وجہ سے۔ گھوڑے اور اونٹ پر نمدہ بچھا کر ایک گدڑی ڈال دیتے ہیں اس کو پالان کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اختیار خیر و شر کی کشمکش سے ہماری جان مجاہدہ کیوجہ سے مثل اونٹ کی پیٹھ کے زخمی و پریشان ہوچکی ہے۔

ایں کژاوہ گہ شود ایں سو گراں
آں کژاوہ گہہ شود آں سو کشاں

ہمارے نفس کے اونٹ کا کجاوہ جس میں دو طرف مال ہوتا ہے کبھی ایک طرف کو گرتا ہے اور کبھی دوسری طرف کو جھک جاتا ہے یعنی کبھی خیر کا پلہ بھاری ہوجاتا ہے کبھی شر کا۔ اس لئے ہمارے

نفس کا حال یہ ہے کہ گھڑی میں اولیاء گھڑی میں بھوت ، کبھی ایک دم پکے ولی اللہ بن گئے اور کبھی ایک دم شیطان۔

بفکن از من حمل نا ہموار را
تا بہ بینم روضۂ انوار را

اے خدا ہم پر خیر و شر کا بوجھ ناہموار ہو رہا ہے ، کبھی خیر کا غلبہ ہوتا ہے تو کبھی شر غالب ہو جاتا ہے لہٰذا اس ناہموار اور غیر متوازن بوجھ سے ہم کو نجات دے دیجئے یعنی استقامت ، توازن اور اعتدال عطا فرمایئے تاکہ اس استقامت اور آپ کے دین پر قائم رہنے کی برکت سے ہمیں انوار قربِ الٰہیہ کے باغ ہی باغ نظر آئیں جیسا کہ مولانا رومی نے ایک دوسرے شعر میں فرمایا ہے ؎

گرز صورت بگذری اے دوستاں
گلستاں ست گلستاں ست گلستاں

اے دوستو ! اگر صورت پرستی سے تم باز آجاؤ تو تم کو اللہ کے قرب کے باغ ہی باغ نظر آئیں گے۔

درس مناجات رومی

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲ نومبر ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ بعد
نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

اے دہندہ عقلہا فریاد رس
تانخواہی تو نخواہد ہیچ کس

ارشاد فرمایا کہ مولانا جلال الدین رومی اللہ تعالیٰ سے فریاد کررہے ہیں کہ اے عقل دینے والے اور بندوں کی فریاد کو پہنچنے والے! جب تک آپ نہیں چاہیں گے کوئی شخص کچھ نہیں چاہ سکتا۔ ہمارا چاہنا آپ کے چاہنے پر موقوف ہے

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

جب تک آپ کی مشیت نہیں ہوگی ہم آپ کو کیسے چاہ سکتے ہیں۔ اس لئے آپ نے قرآن پاک میں اپنی محبت کو مقدم فرمایا اپنے بندوں کی محبت پر۔ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ دلیل ہے کہ پہلے آپ بندوں سے محبت فرماتے ہیں پھر آپ کی محبت کے فیضان سے بندے آپ سے محبت کرتے ہیں۔ **ان اللہ قدم محبتہ علی محبۃ عبادہٖ لیعلموا انھم یحبون ربھم بفیضان محبۃ ربھم** اس لئے اے اللہ ہم آپ سے آپ کی محبت مانگتے ہیں کہ جب آپ ہم سے محبت کریں گے تو

آپ کی محبت کے فیضان سے ہم لامحالہ آپ سے محبت کریں گے لہٰذا جب تک آپ کا کرم شامل نہ ہو کوئی شخص کسی نیکی اور خیر کو چاہ بھی نہیں سکتا۔ اس لئے خیر اور بھلائی اور نیکی کے ارادے، عزائم رشد و تقویٰ اور گناہوں سے بچنے کے خیالات سب آپ کے فضل و کرم کے تابع ہیں۔ آپ کے ارادہ پر مراد کا تخلف محال ہے یعنی آپ کوئی ارادہ فرمائیں اور وہ مراد تک نہ پہنچے اور وہ کام نہ ہو یہ محال اور ناممکن ہے اور آپ نہ چاہیں اور وہ کام ہوجائے یہ بھی ناممکن اور محال ہے کیونکہ آپ کے ارادہ پر مراد کا ترتب لازمی ہے لہٰذا اے اللہ اگر آپ ہمارے نیک بننے کا ارادہ فرمالیں تو ہمارا نیک اور متقی بن جانا لازم ہے اور اس کے خلاف ہونا محال ہے۔ اگر نفس و شیطان اور دنیا بھر کی تمام گمراہ کن ایجنسیاں مل کر کسی کو بہکائیں اور گناہوں میں مبتلا کرکے برباد کرنا چاہیں تو اس شخص کو ہرگز برباد نہیں کرسکتے جس پر اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا تالا لگ جائے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اگر تھانہ والے صرف موم بتی لگا کر کسی تالہ کو سربمہر کردیں جو اتنی کمزور ہوتی ہے کہ ایک جھٹکا مارو تو کھل جائے لیکن تھانہ کی مہر دیکھ کر بڑے بڑے ڈاکو کانپتے ہیں تو اے اللہ جس پر آپ کی حفاظت کا تالا ہو تو نفس و شیطان کی کیا مجال ہے کہ اس سے گناہ کراسکیں۔ نفس بھی سمجھ جاتا ہے کہ اب میں گناہ نہیں کرسکتا کیونکہ آپ کی قدرت قاہرہ کا ڈنڈا اسے اپنے سر پر نظر آتا

ہے۔ اگر گناہ کرنا بھی چاہے تو دل کو اس قدر بے چین کر دیتے ہیں کہ گناہ کرنے کے خیال سے وہ لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ اے اللہ جس کو آپ اپنا بناتے ہیں اس کو گناہ سے مانوس نہیں ہونے دیتے، اس کے قلب کو گناہوں سے بیزار کر دیتے ہیں اور وہ بھی سمجھ جاتا ہے کہ ؎

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

اے اللہ جس کو آپ اپنا بنائیں اور جس کی حفاظت کا ارادہ فرمالیں وہ خود چاہے بھی تو اپنے کو ضائع نہیں کر سکتا، گناہوں سے اپنا منہ کالا نہیں کر سکتا کیونکہ آپ نے اس کا منہ اجالا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس لئے اے اللہ ہم آپ سے آپ کا جذب مانگتے ہیں کہ آج تک کوئی مجذوب مرتد اور مردود نہیں ہوا کیونکہ اللہ نے جس کو کھینچ لیا وہ اللہ سے کیسے بھاگ سکتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے دائرۂ جذب اور احاطۂ جذب سے نعوذ باللہ فرار لازم آتا ہے اور اللہ کی قدرت کا عجز لازم آتا ہے جو محال اور ناممکن ہے۔ بس اے اللہ آپ ہمیں چاہ لیجئے کیونکہ اگر آپ نہ چاہیں تو کوئی کچھ نہیں چاہ سکتا۔ اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص مرتد ہونے بچنا چاہے یعنی جو شخص چاہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور میں مرتد نہ ہوں اور خدا کے دین سے

قرار اختیار نہ کروں اور ساری زندگی اللہ کی چوکھٹ پر قرار حاصل رہے اور نفس و شیطان کے چکر سے بچ جاؤں اور اگر غیر اللہ سے دل لگانا بھی چاہوں تو دل ایسا بے چین ہوجائے جیسے مچھلی پانی کے بغیر تڑپنے لگتی ہے ؎

درد فرقت سے مرا دل اس قدر بیتاب ہے
جیسے تپتی ریت میں اک ماہی بے تاب ہے

یعنی بارہ بجے دوپہر کا وقت ہو، چلچلاتی ہوئی دھوپ سے ریت گرم ہو اور ایک مچھلی کو نکال کر اس تپتی ہوئی ریت میں ڈال دو تو جو اس کی کیفیت ہوتی ہے وہ میری کیفیت ہوجائے کہ گناہوں کے ماحول میں اور غیر اللہ سے دل لگانے کے خیال سے ہی تڑپنا شروع کردوں اور میرے قلب کو اللہ تعالیٰ کے دریائے قرب سے اس درجہ انس پیدا ہوجائے کہ میں اللہ کو چھوڑ کر کسی غیر کے چکر میں نہ پڑوں۔

پس جو شخص چاہے کہ اللہ کی دین پر قائم رہے اور نفس و شیطان کے کبھی چکر میں نہ آئے تو اس کو اللہ سے محبت مانگنی چاہئے کیونکہ مرتد کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اہل محبت پیدا کریں گے جن سے ہم محبت کریں گے اور وہ ہم سے محبت کریں گے ؎

ہم یاد کریں گے وہ ہمیں یاد کریں گے
میرے دل برباد کو آباد کریں گے
برباد محبت کو نہ برباد کریں گے
میرے دل ناشاد کو وہ شاد کریں گے

اسی لئے مولانا اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہے ہیں کہ اے عقل عطا فرمانے والے اللہ اور ہماری فریاد اور دعاؤں کو سننے والے آپ سے فریاد ہے کہ آپ ہمیں چاہ لیں، ہمیں اپنا بنانے کا ارادہ فرمالیں تو پھر ہماری عقل بھی صحیح کام اور صحیح فیصلہ کرے گی۔ پھر ہم اپنی زندگی کا بہترین زمانہ، اپنا عالم شباب آپ کو پیش کریں گے تاکہ یہ جوانی ٹھکانے لگ جائے کیونکہ جو جوانی خدا پر فدا ہوئی وہ اپنے صحیح حق پر پہنچ گئی کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں جوانی اس پر فدا کر رہا ہوں جس نے مجھے جوانی دی ہے۔ جوانی تو دے اللہ اور فدا کروں اس کو غیروں پر جو خود محتاج ہیں، جو خود اپنے شباب کے مالک نہیں وہ دوسروں کو کیا دے سکتے ہیں۔ اس لئے میں اپنا زمانہ، عیش و نشاط اے خدا آپ پر فدا کرتا ہوں کیونکہ اگر آپ جوانی نہ دیتے اور بچپن ہی میں موت دے دیتے تو ہم قبرستان میں بغیر جوانی دیکھے ہوئے دفن ہوجاتے۔ تو آپ نے جب ہمیں جوانی عطا فرمائی تو آپ کی اس عطا کا حق یہ ہے کہ ہم اپنی جوانی کو باوفا بنا کر آپ پر فدا کردیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اے اللہ آپ جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے

یہاں تک کہ آپ کی مشیت سے ایسی چیزوں کا ظہور ہوجاتا ہے جو عادۃً محال ہیں جیسے گلاب کے پھول کی جڑ میں بدبودار کھاد ہوتا ہے جس کے اجزاء تحلیل ہوکر اجزائے خاکی کے ساتھ مل کر جڑ سے گلاب کے درخت کے اندر داخل ہوجاتے ہیں لیکن اوپر گلاب کا خوشبودار پھول پیدا ہوتا ہے۔ یہ اللہ کی عطا اور کرم ہے، کھاد کا کمال نہیں ہے۔ اگر کھاد کا کمال ہوتا تو پھولوں میں بدبو ہوتی۔ اللہ تعالیٰ دکھاتے ہیں کہ ہم ایسے قادر مطلق ہیں کہ حسی نجاست سے خوشبودار پھول پیدا کرسکتے ہیں لہٰذا اپنے نفس کے گندے تقاضوں سے گھبراؤ مت، بس ان تقاضوں کو دبادو جیسے کھاد کو مٹی کے نیچے دبا دیتے ہیں، اگر کھاد اوپر ہوگی تو درخت جل جائے گا۔ اسی طرح تم بھی اپنی بُری بُری خواہشات پر کف النفس عن الھوٰی کی مٹی ڈال دو، یعنی ان پر عمل نہ کرو تو اس سے ہم تمہارے دل میں تقویٰ کا گلاب پیدا کردیں گے اور کھاد جتنا بدبودار ہوتا ہے پھول اتنا ہی خوشبودار پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے کتنے ہی شدید اور خبیث تقاضے ہوں ان سے مت گھبراؤ، مجاہدۂ شدیدہ کی مٹی میں ان کو دبادو تقویٰ کا پھول اتنا ہی خوشبودار پیدا ہوگا۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو جتنا زیادہ قوی الشھوۃ ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ قوی النور ہوتا ہے کیونکہ شہوت کو روکنے میں اس کو مجاہدہ شدید ہوتا ہے تو اس کا مشاہدہ بھی اتنا ہی زیادہ قوی ہوتا ہے، اس کا تقویٰ بھی اتنا ہی عظیم الشان ہوتا

ہے۔ گندے تقاضوں کی بدبودار کھاد سے (بشرطیکہ اس کو دبادو) تقویٰ کا خوشبودار پھول پیدا کرنا یہ حق تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کا کمال ہے۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی
گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی

اے اللہ آپ کی قدرت قاہرہ دریائے خون کو دریائے نیل کرسکتی ہے۔ آپ کے پاس ایسی کیمیا ہے کہ ہمارے اخلاق رذیلہ کو آپ اخلاق حمیدہ میں تبدیل فرماسکتے ہیں، نجاست غلیظہ کو خوشبودار پھول بنا سکتے ہیں۔ اسی کو اصغر گونڈوی نے فرمایا تھا ؎

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہار چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

اللہ کے جمال کو بھلا یہ دنیاوی پھول چھپا سکتے ہیں جن کے برگ و پیرہن خود اللہ تعالیٰ کی خوشبو کے غماز ہیں۔ پھولوں میں یہ خوشبو کہاں سے آتی۔ یہ اللہ ہی کی تو دی ہوئی ہے۔

اور اگر پودے میں کھاد زیادہ ہوجائے تو پودے کے جلنے کا خطرہ ہوتا ہے کیونکہ کھاد میں گرمی زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس میں پانی زیادہ ڈالنا پڑتا ہے اور پانی بہتا ہوا ہو کہ کھاد کی گرمی کو بہا کر لے

جائے، وہیں جمع نہ ہو ورنہ جڑ سڑ جائے گی۔ پھر جہاں یہ کھاد والا پانی بہتا ہوا جائے گا وہاں بھی ہریالی آجائے گی اور دوسرے پودے بھی ہرے بھرے ہوجائیں گے اور کھاد کی گرمی سے یہ پودا بھی نہ جلے گا اور ہرا بھرا ہوجائے گا۔ پس جس کے دل میں شہوت کی کھاد زیادہ ہو وہ ذکراللہ کے ماحول میں اور اہل اللہ کی صحبتوں کے انوار میں زیادہ رہے تاکہ اللہ کے نور کا پانی شہوت کی کھاد سے گذرتا رہے اور اس کی حرارت ٹھنڈی ہوتی رہے جس سے ایمان کا درخت بھی ہرا بھرا ہوجائے گا اور جہاں جہاں وہ آبِ نور جائے گا ہریالی ہوجائے گی یعنی دوسروں کو بھی صاحبِ نسبت کرے گا ؎

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کررہا ہے
اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کررہا ہے

ہم طلب از تست وہم آں نیکوئی
ما کئیم اول توئی آخر توئی

یہ ہم جو آپ کو چاہتے ہیں یہ اصل میں آپ کے چاہنے کا عکس ہے ہم کیا چاہتے آپ کو، آپ ہی ہمیں چاہتے ہیں ؎

وہی چاہتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں
مری طلب بھی انہیں کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

ہم جو خدا کو ڈھونڈ رہے ہیں یہ ڈھونڈنا اس بات کی علامت ہے کہ اے خدا آپ ہم کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ جو بندہ خدائے تعالیٰ کو ڈھونڈتا ہے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ خدائے تعالیٰ اس کو تلاش فرمارہے ہیں، اسے اپنا بنانا چاہتے ہیں ؎

محبت دونوں عالم میں یہی جاکر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یاد یار آئی

میری طلب بھی آپ کا فیض ہے، آپ کا کرم ہے۔ دنیا میں جتنے خیر ہیں سب آپ کی عطا ہیں کیونکہ نص قطعی ہے۔

ما اصابك من حسنة فمن اللّٰه و
ما اصابك من سيئة فمن نفسك

یعنی تم کو جتنی نیکیاں مل رہی ہیں خواہ حج ہو یا عمرہ ہو یا نماز ہو یا تلاوت ہو یہ سب اللہ کی عطا ہے **وما اصابك من سيئة فمن نفسك** اور جتنے گناہ اور بُرائیاں کی ہیں یہ تمہارے نفس کی بدمعاشی اور شرارت ہے کیونکہ نفس اپنی ذات کے اعتبار سے امارہ بالسوء ہے اور الف لام السوء کا اسم جنس کا ہے یعنی وقت نزول قرآن سے لے کر گناہ کے جتنے انواع قیامت تک ایجاد ہوں گے سب اس السوء میں شامل ہیں کیونکہ جنس وہ کلی ہے جو انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہوتی ہے الا ما رحم ربی مگر جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا

سایہ عطا فرمائیں گے وہ نفس کے شر سے محفوظ ہو جائے گا۔ یہ ہمارا اور آپ کا استثنیٰ نہیں ہے، یہ مخلوق کا استثنیٰ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا استثنیٰ ہے اس لئے یہ بات یقینی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے سایۂ رحمت میں قبول فرمائے اس کو اس کا نفس بھی خراب نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے استثنیٰ کے سامنے نفس کی کیا حیثیت اور کیا حقیقت ہے۔ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الا ما رحم ربی میں جو ما ہے یہ مصدریہ ظرفیہ زمانیہ ہے لہٰذا ترجمہ ہوا ای فی وقت رحمۃ ربی یعنی جب تک تمہارے رب کی رحمت کا سایہ رہے گا تمہارا نفس بھی تم کو برباد نہیں کر سکتا۔

لہٰذا مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ہماری طلب اور نیکیوں کی توفیق اور نفس پر غلبہ سب آپ ہی کی طرف سے ہے، ہم کچھ بھی نہیں ہیں، آپ اول بھی ہیں آخر بھی ہیں یعنی ازل سے ابد تک آپ ہی کی ذات ہے، ہم تو پہلے نہیں تھے پھر آپ کے پیدا کرنے سے موجود ہوئے لہٰذا ہم کیا اور ہماری حقیقت کیا۔

ہم تو گوئی ہم تو بشنو ہم تو باش
ماہمہ لاشیم با چندیں تراش

یا اللہ آپ ہی کہتے ہیں اور آپ ہی سنتے ہیں آپ ہی سب کچھ ہیں یعنی آپ ہی متکلم ہیں، آپ ہی سمیع ہیں اور آپ ہی موجود

ہیں اور ہم سب لاشئیں ہیں۔ آپ نے مٹی کو تراش کر آنکھ ناک کان لگا کے ایک لاشے کو آپ نے شئی بنادیا، پہلے ہم لاشے تھے، پھر آپ کی تخلیق سے اب شئی ہیں لیکن ایک دن پھر لاشے ہوجائیں گے یعنی لاش ہوجائیں گے حقیقت میں سب کچھ اختیار آپ کا ہے۔ وجود آپ کا ہی ہے، ہمارا وجود فانی ہے اور اس قابل بھی نہیں کہ اس کو وجود کہا جائے جیسے سورج ستاروں سے کہہ سکتا ہے کہ تمہارا وجود ہے مگر مثل عدم کے ہے۔ ہماری ہستیاں حق تعالیٰ کی ہستی کے فیضان سے ہیں، ہماری ذات خود سے قائم نہیں بلکہ ہم حق تعالیٰ کے کرم سے اور ان کے فیضان صفت حی اور فیضان صفت قیوم سے قائم ہیں۔ جس دن صفت حی اور صفت قیوم کے ظہور کو اللہ تعالیٰ ہٹا دیں گے اس دن آسمان گر پڑے گا، سورج اور چاند گر پڑیں گے اور قیامت قائم ہوجائے گی۔ محدثین نے لکھا ہے کہ اللہ کے ان دو ناموں حی اور قیوم سے سارا عالم قائم ہے۔ تو مولانا کا اشارہ یہی ہے کہ ہمارا وجود کوئی حقیقت نہیں رکھتا، ہماری گویائی، بینائی، شنوائی سب آپ کی مدد سے ہے ورنہ حقیقتاً گویائی آپ کی گویائی ہے، شنوائی آپ کی شنوائی ہے، وجود آپ کا وجود ہے کہ ازل سے ابد تک ہے۔ آپ قدیم ہیں، غیر فانی ہیں، قادر مطلق ہیں، ہم حادث اور فانی ہیں، ضعیف ہیں لہٰذا ہمارا بولنا کوئی بولنا ہے، ہمارا سننا کوئی سننا ہے، ہمارا وجود کوئی وجود ہے کہ ابھی

ہم بول رہے ہیں ، سن رہے ہیں اور ابھی روح نکل جائے تو خاموشی ہے ، سماعت بند اور بینائی ختم۔ اسی فنا کی وجہ سے مولانا فرمارہے ہیں کہ چونکہ ہماری گویائی ، ہماری شنوائی اور ہمارا وجود فانی ہے اس لئے اپنے فانی وجود سے صرف نظر کر کے ہم آپ کی قدرت کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں ہیں ، آپ سب کچھ ہیں ۔

آپ آپ ہیں آپ سب کچھ ہیں
اور اور ہے اور کچھ بھی نہیں

ہم بالکل لاشے ہیں ، آپ کے تابع ہیں اور انتہائی بے کس ہیں۔

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کہ جب ہم بالکل بے کس ہیں تو جزا اور سزا کیوں ہے جیسے ایک شخص ایسا ہی ایک مضمون پڑھ کر ایک باغ میں گھس گیا اور انگور کھانے لگا اور جب باغ کا مالک آیا تو اس نے پوچھا کہ میرے درخت کے انگور کیوں کھاتا ہے ؟ اور یہ سیب کیوں کھالئے ؟ یہ سب میرے درخت کے ہیں تو اس نے کہا تم غلط کہتے ہو۔ زمین بھی خدا کی ، آسمان بھی خدا کا ، میں بھی خدا کا اور درخت بھی خدا کے ، انگور بھی خدا کے اور سیب بھی خدا کا۔ خبردار جو مجھے کھانے سے منع کیا تو مالک باغ نے کہا اچھی بات ہے۔ ابھی بتاتا ہوں اور ایک رسہ لے آیا اور اس سے اس کو خوب باندھ دیا اور ایک ڈنڈے سے اس کی پٹائی شروع کی تو وہ چلانے لگا کہ کیوں مارتا

ہے تو مالک باغ نے جواب دیا کہ میں بھی خدا کا، تو بھی خدا کا، رسہ بھی خدا کا، اور ڈنڈا بھی خدا کا خبردار جو چلایا تو اس وقت اس نے کہا اختیار است اختیار است اختیار میں توبہ کرتا ہوں، میں مجبور نہیں ہوں، مجھے اختیار ہے اختیار ہے اختیار ہے۔ ماہمہ لاشیم سے مولانا فرقہ، جبریہ کی تائید نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنی بے کسی اور عاجزی ظاہر کر کے حق تعالیٰ کی رحمت سے درخواست کر رہے ہیں۔ دونوں میں فرق ہے اور مندرجہ بالا واقعہ بھی مثنوی کا ہے جس میں فرقہ جبریہ کا رد ہے۔

زیں حوالت رغبت افزا در سجود
کاہلی و جبر و مفرست و خمود

اے خدا ہم مجبور نہیں ہیں۔ یہ جو ہم نے اپنے کو آپ کے حوالہ کیا ہے کہ ہم لاشئی ہیں اور آپ ہی سب کچھ ہیں، یہ آپ کی عظمتِ شان کا اعتراف اور اپنی حقارت و عاجزی و بے کسی پیش کی ہے تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھنے کی رغبت اور سجدوں کی لذت میں ترقی عطا فرمائیں۔ یہ دراصل لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ کا ترجمہ ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں حدیث نقل کی کہ ایک بار حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هل

تدری ما تفسیرھا یعنی اے عبداللہ ابن مسعود اس لاحول و لا قوۃ الا باللہ کے معنی سمجھتے ہو؟ عرض کیا اللّٰہ و رسولہ اعلم آپ ﷺ نے فرمایا لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ کا ترجمہ سن لو۔ سبحان اللہ! نبی کے الفاظ ہیں اور نبی کے الفاظ نبوت کی شرح الفاظ نبوت سے ہو رہی ہے۔ فرمایا کہ لاحول کے معنی ہیں لا حول عن معصیۃ اللّٰہ الا بعصمۃ اللّٰہ یعنی ہم اللہ کی معصیت سے نہیں بچ سکتے جب تک کہ خود اللہ حفاظت نہ فرمائے، اللہ کی حفاظت سے ہم گناہ سے بچ سکتے ہیں ولا قوۃ ای ولا طاقۃ علی طاعۃ اللّٰہ الا بعون اللّٰہ ہم اللہ کی عبادت نہیں کر سکتے جب تک اللہ مدد نہ فرمائے۔

اس شعر میں مولانا نے یہی نفی کی ہے جو اس حدیث میں منقول ہے کہ صرف آپ کی توفیق کا سہارا ہے۔ جب جلال الدین رومی نے اے خدا اپنے کو آپ کے سپرد کر دیا کہ ہم کچھ نہیں ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم مجبور ہیں بلکہ یہ اپنے ضعف و عجز کا اقرار ہے اور اللہ تعالیٰ سے رحم اور مدد کی درخواست ہے اور رحم کی درخواست جب ہی قبول ہوتی ہے جب اپنی طاقت سے صرف نظر ہو اور اپنی حقارت پیش نظر ہو۔ خدا زور سے نہیں زاری سے ملتا ہے۔ اسی لئے مولانا رومی نے فرمایا ؎

زور را بگذار زاری را بگیر
رحم سوئے زاری آید اے فقیر

زور چھوڑ دو اور آہ و زاری اختیار کرو۔ اللہ کا رحم آئے گا آہ و زاری سے، یہ زور سے نہیں آئے گا کہ میں بڑا متقی ہوں، مقدس ہوں، میں ایسا کروں گا ویسا کروں گا۔ اگر دعویٰ کروگے تو رحمت سے محروم ہو جاؤ گے۔ لہٰذا زور چھوڑو اور زاری اختیار کرو تاکہ اللہ کا الا ما رحم ربی مل جائے اور نفس کے شر سے خدا اپنی حفاظت میں قبول فرمائے۔

الا ما رحم ربی میں جو رحم ہے جس کے صدقہ میں نفوس انسانیہ حرکات نفسانیہ اور آثار شیطانیہ سے محفوظ رہتے ہیں وہ رحم اگر لینا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس آیت کی گویا تفسیر فرمائی اور اس رحم کو مانگنے کا جو مضمون عطا فرمایا وہ گویا حق تعالیٰ ہی نے عطا فرمایا ہے کیونکہ نبی اللہ تعالیٰ کا سفیر ہوتا ہے۔ اس کا ہر مضمون خدائے تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

ما اتاکم الرسول فخذوہ و ما نھکم عنہ فانتھوا

جو ہمارا نبی تم کو عطا فرمائے اس کو لے لو یعنی جو حکم دے اس کو سر آنکھوں پر رکھو اور جس بات سے روک دے اس سے رک جاؤ گویا اس آیت میں مذکورہ رحمت کو مانگنے کے لئے طریقہ اور مضمون اللہ تعالیٰ نے بزبان نبوت عطا فرمایا کہ اگر تم الا کے بعد ما رحم چاہتے ہو اور نفس کی بدمعاشیوں سے تحفظ چاہتے ہو تو یہ دعا مانگو:

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ
شَانِیْ کُلَّهٗ وَ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ

اے زندہ حقیقی اور اے سنبھالنے والے میں آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ اصلح لی شانی کلہ میری ہر حالت کو درست فرما دیجئے، میری زندگی کا کوئی شعبہ آپ کی نافرمانی میں مبتلا نہ ہو، نہ کان گانا سنے، نہ آنکھ حسینوں کو دیکھے، نہ ناک خوشبوئے حرام سونگھے، نہ زبان غیبت کرے، نہ ہونٹ حرام بوسے لیں، غرض سر سے پیر تک ہر جز آپ کا فرماں بردار ہو اور کلّہٗ تاکید ہے یعنی میری کوئی بھی حالت ایسی نہ رہنے پائے جو آپ کو پسند نہ ہو، میری ہر ناپسندیدہ حالت کو اپنی پسند کے مطابق ڈھال لیجئے، میری ہر ادائے بندگی کو وفائے بندگی سے مشرف فرمادیجئے کہ سر سے پیر تک کہیں بھی بے وفائی کا داغ میرے اوپر نہ لگنے پائے اور میں سراپا آپ کا ہو جاؤں ؎

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
انہیں کا انہیں کا ہوا جارہا ہوں

ولا تکلنی الی نفسی طرفة عین اور اے اللہ جس نفس کو آپ نے امارہ بالسوء فرمایا ہے مجھے پلک جھپکنے بھر کو اس دشمن کے سپرد نہ فرمایئے کیونکہ دنیا میں سب سے بڑا دشمن یہی نفس امارہ بالسوء ہے

کیونکہ کسی دشمن کو ہر لمحہ ہر وقت یہ استطاعت نہیں کہ پلک جھپکنے بھر میں ہمیشہ ہی وہ اپنے مقابل کو ہلاک کردے لیکن یہ نفس ایسا دشمن ہے کہ ہمیشہ اس میں یہ استطاعت ہے کہ پلک جھپکنے میں یہ انسان کو ہلاک کرسکتا ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طرفة عین اس کے حوالہ ہونے سے پناہ مانگی ہے کہ ایک پل میں یہ مومن کو کافر، ولی کو فاسق اور انسان کو جانور سے بھی زیادہ ذلیل بنا دیتا ہے۔ اگلے مصرع میں مولانا فرماتے ہیں ؎

کاہلی و جبر مفرست و خمود

مفرست نہی ہے فرستادن سے۔ مولانا رومی بارگاہ خداوندی میں فریاد کررہے ہیں کہ نعمت عجز و فنائیت کے ساتھ عبادت کے شوق و رغبت میں ترقی عطا فرمائیے اور توفیقات عطا فرمائیے کہ ہم خوب عبادت کرسکیں اور فرقہ جبریہ کا عقیدۂ جبر کہ انسان مجبور محض ہے جو موجب ہے کاہلی و جمود اور خمود کا یعنی بے عملی اور اعمال میں ٹھنڈا اور سست پڑجانے کا۔ اے خدا اس قسم کے جراثیم سے ہماری حفاظت فرمائیں، ایسی گمراہی کو ہمارے اندر نہ آنے دیجئے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اعمال میں بالکل سست اور ٹھنڈے ہوجائیں اور بے عملی اور گمراہی کا شکار ہو کر خسرالدنیا والآخرۃ ہوجائیں۔ یہ عقیدۂ جبر اتنا گمراہ کن ہے کہ انسان کو اعمال سے بیزار کردیتا ہے،

کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ ہم تو مجبور محض ہیں ، مسجد جب جائیں گے جب اللہ پاک بلائیں گے لیکن اس سے کہو کہ روزی کمانے کے لئے بازار کیوں جاتے ہو ، گھر پر پڑے رہو جب اللہ میاں بلائیں تب جانا۔ اور کھانا کیوں ٹھونستے ہو ، جب اللہ میاں کھلائیں کھا لینا۔ دین ہی کے کاموں میں مجبور ہو ، ذرا دنیا کے کاموں میں بھی مجبور ہو جاؤ۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ چھوڑو نماز روزہ اللہ بڑا غفور رحیم ہے لیکن اللہ تو رزاق بھی ہے پھر دوکان کیوں کھولتے ہو، سارا دن گھر میں پڑے رہو ، رزق خود آجائے گا۔ وہاں تو بڑے چست ہو ، یہ حیلہ بازیاں اور حیلہ سازیاں صرف دین ہی میں ہیں ، دنیا کے کاموں میں کیوں حیلہ بازی نہیں کرتے ؎

اے کہ تو دنیا میں کتنا چست ہے
دین میں لیکن تو کتنا ست ہے

درس مناجات رومی

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۳ نومبر ۱۹۹۱ء بروز اتوار بعد
نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

بے زجہدے آفریدی مر مرا
بے فن من روزیم دہ زیں سرا

اے اللہ بغیر ہماری طلب اور کوشش کے آپ نے محض اپنے لطف و کرم سے ہمیں وجود بخشا کیونکہ عالم ارواح میں ہمارے زبان نہ تھی کہ ہم عدم سے وجود میں آنے کے لئے آپ سے درخواست کرتے اور نہ دوسرے اعضاء جسم تھے کہ کسی قسم کی تدبیر اپنی آفرینش میں کرتے۔ ہم تو عدم تھے ، آپ کے کرم نے بدون ہماری طرف سے کسی طلب و کوشش و تدبیر کے ہمیں پیدا کیا لہٰذا اے خدا مجھے اس دنیا میں روزی بھی بغیر ہنر و تدبیر کے عطا فرمائیے کیونکہ میرا دل دنیا کے کسی کام میں نہیں لگتا۔

پنج گوہر دادیم در درج سر
پنج حسِ دیگرے ہم مستتر

اے خدا ہمارے دماغ کے اس چھوٹے سے ڈبہ میں آپ نے

پانچ قیمتی موتی رکھ دیئے ہیں جن کو حواس خمسہ ظاہرہ کہتے ہیں یعنی باصرہ ،سامعہ ، شامہ ، ذائقہ ، لامسہ (دیکھنے والی قوت ، سننے والی قوت ، سونگھنے والی قوت ، چکھنے والی قوت اور چھونے والی قوت) یہ پانچ قوتیں ہمارے اندر رکھ دی ہیں۔ اسی طرح ہمیں پانچ موتی حواس باطنہ کے آپ نے عطا فرمائے ہیں جن کو حافظہ ، واہمہ ، خیال ، حس مشترک اور متصرفہ کہا جاتا ہے اور آپ کی عطا فرمودہ یہ نعمتیں اتنی قیمتی ہیں کہ دنیا میں ان کا کوئی بدل نہیں۔

لا یُعَدّ ایں داد لا یحصٰی زتو

من کلیلم از بیانش شرم رو

اے اللہ آپ کی یہ عطائیں اور الطاف و انعامات اتنے بے حد و بے شمار ہیں کہ احاطہ تعداد و شمار میں نہیں آسکتے کیونکہ آپ نے خود فرمادیا:

و ان تعدوا نعمة اللّٰه لا تحصوها

اگر تم ہماری نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے اس لئے آپ کے ان بے شمار احسانات کے بیان سے قاصر ہونے کی وجہ سے میں مثل گونگے کے حیراں و شرمندہ ہوں۔

چونکہ در خلاقیم تنہا توئی

کار رزاقیم ہم کن مستوی۔

اے اللہ چونکہ ہماری تخلیق میں کوئی آپ کا شریک نہیں آپ ہمارے تنہا خالق ہیں، پس غیب سے ہماری روزی کا انتظام آپ تنہا درست فرمادیں اور ہمیں کسی کا محتاج نہ کیجئے کہ آپ ہی ہمارے خالق ہیں، آپ ہی ہمارے رازق ہیں۔

کردگارا توبہ کردم زیں شتاب
چوں تو دربستی تو کن ہم فتح باب

اے پروردگار میں جلدی سے توبہ کرتا ہوں کیونکہ میری شامت اعمال سے جب آپ نے دروازہ بند کیا ہے تو آپ ہی اپنی رحمت سے کھول بھی دیجئے کیونکہ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت نے غایت کرم سے تائبین کو متقین کے درجہ میں شامل فرمادیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

من لزم الاستغفار جعل اللّٰہ لہ من کل ضیق مخرجاً
و من کل ھم فرجاً و یرزقہ من حیث لا یحتسب

جو استغفار کو لازم کرلے اللہ تعالیٰ اس کو ہر تنگی سے مخرج یعنی نکلنے کا راستہ عطا فرماتے ہیں اور ہر غم سے نجات دیتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور یہ وہی انعامات ہیں جو اے پروردگار قرآن پاک میں آپ نے

اہل تقویٰ کے لئے بیان فرمائے ہیں ۔ اے اللہ میں نے تمام گناہوں سے توبہ کرلی ہے آپ اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے صدقہ میں میرے اوپر بھی رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔

در عدم ما مستحقاں کے بدیم
کہ بریں جان و بریں دانش زدیم

جب ہم پر عدم طاری تھا یعنی جب ہم موجود ہی نہ تھے تو کوئی ایسا عمل بھی نہیں کرسکتے تھے جس سے اے خدا آپ کی عطا کے مستحق ہوجاتے لیکن بدون استحقاق محض اپنے کرم سے آپ نے ہمیں اشرف المخلوقات کی روح عطا فرمائی اور ایسی عقل و دانش دی جو دین و ایمان سے مشرف ہے۔

مجھ پہ یہ لطف فراواں میں تو اس قابل نہ تھا

در عدم مارا چہ استحقاق بود
تا چنیں عقلے و جانے رو نمود

جب ہم معدوم تھے تو ہمارا کیا استحقاق تھا کہ عقل و جان کی نعمت ہمیں دی جاتی کیونکہ معدوم سے عمل کا صدور بھی ناممکن ہے یعنی جب ہم نہیں تھے تو ہمارا کوئی عمل بھی نہ تھا جو آپ کی رحمت کو متوجہ کرتا لہٰذا ہم آپ کی رحمت کے مستحق نہیں تھے بس اے

خدا محض اپنے کرم سے بدون استحقاق آپ نے ہم پر رحمتوں کی بارش فرمادی کہ ہمیں وہ روح دی جو اشرف المخلوقات کے پیکر میں ہے اور وہ عقل و فہم دی جو ایمان سے مشرف ہے۔

اے بکردہ یار ہر اغیار را
اے بدادہ خلعت گل خار را

اے وہ ذات پاک جو اغیار کو یار بناتی ہے یعنی کفار کو دولت ایمان عطا فرما کر اپنا دوست اور پیارا بناتی ہے گویا کانٹوں کو خلعت گل عطا کرتی ہے۔

خاک مارا ثانیاً پالیز کن
ہیچ نے را بار دیگر چیز کن

اے خدا ہماری مٹی حسن فانی اور دنیائے مردار پر مٹی ہو کر مٹی ہوگئی کیونکہ جو خاک کسی خاک پر فدا ہوتی ہے وہ خاک مثبت خاک مثبت خاک ہو کر میزان میں بے قیمت خاک ہی رہتی ہے اور جو خاک اے خدا آپ پر فدا ہوتی ہے تو آپ سے مثبت ہو کر وہ خاک رشک افلاک ، رشک کائنات بلکہ رشک دوجہاں ہو جاتی ہے۔ پس اے خدا ہماری مٹی کو اپنی ذات پاک پر فدا ہونے کی توفیق عطا فرما کر پھر سے سرسبز و شاداب کردے اوراس ناچیز کو اپنی محبت و

معرفت کی دولت سے قیمتی بنادے کہ ہم اس شعر کے مصداق ہوجائیں ؎

ناچیز ہیں پھر بھی ہیں بڑی چیز مگر ہم
دیتے ہیں کسی ہستی مطلق کی خبر ہم

ایں دعا تو امر کردی ز ابتدا
ورنہ خاکی را چہ زہرہ ایں ندا

اے اللہ آپ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ **ادعونی استجب لکم** مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا اور آپ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ

مَنْ لَمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ

جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ نے دعا کی صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ حکم فرمادیا کہ بندے آپ سے مانگیں۔ اگر آپ حکم نہ دیتے تو ہم خاکی پتلوں کی کیا مجال تھی کہ آپ کے سامنے لب کھول سکتے۔ یہ حکم بھی آپ کی رحمت اور کرم عظیم ہے جس طرح **اتقوا اللّٰہ** کا حکم بھی آپ کا احسان و کرم ہے کہ یہ حکم دے کر آپ نے دراصل اپنے بندوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے، آپ نے اپنے غلاموں کو دوستی کی پیشکش

کی ہے ورنہ منی اور حیض سے پیدا ہونے والے ناپاک بندے اتنے عظیم الشان مالک سے دوستی کا تصور کرنے کی بھی مجال نہیں کر سکتے تھے کیونکہ دوستی کے لئے کوئی تو قدر مشترک ہونی چاہئے اور آپ کا اے خدا کوئی مثل اور ہمسر نہیں۔ کہاں خالق کہاں مخلوق، کہاں آپ قدیم اور واجب الوجود اور کہاں ہم حادث و فانی ؎

چہ نسبت خاک را باعالم پاک

ہم تو آپ کی دوستی کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے لیکن آپ نے دوستی کی پیشکش فرما کر کرم کے دریا بہادئے اور نا امیدیوں کے اندھیروں میں امید کا آفتاب طلوع فرمادیا کہ بس تقویٰ کو شرط ولایت ٹھہرایا ان اولیاء ہ الا المتقون اسی لئے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ کا عاشقانہ ترجمہ دلالت التزامی سے یہی ہے کہ اے ایمان والو تم ہمارے دوست بن جاؤ لہٰذا تقویٰ کا حکم بھی آپ کی عظیم الشان رحمت ہے۔

چوں دعا ما امر کردی اے عجاب
ایں دعائے خویش را کن مستجاب

اے ہمارے بے مثل رب جب آپ نے خود ہم کو دعا مانگنے کا حکم فرمایا ہے تو یہ دلیل ہے کہ آپ ہماری دعاؤں کو قبول فرمانا

چاہتے ہیں کیونکہ شاہ جب کسی چیز کو مانگنے کا حکم دے تو یہ دلیل ہے کہ وہ عطا کرنا چاہتا ہے اور باپ جب بچہ سے کہتا ہے معافی مانگ تو یہ دلیل ہے کہ وہ معاف کرنا چاہتا ہے۔ پس حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری دعا آپ کو مطلوب ہے اور آپ کی رحمت واسعہ سے بعید ہے کہ اپنی مطلوب کو آپ رد فرمادیں۔ پس ہماری دعاؤں کو اے کریم قبول فرمالیجئے۔

دیوانِ زنجیرِ شریعت

جس قدر مسرور ہیں اللہ والے ذکر سے
کوئی بھی ان کے سوا دنیا میں خندیدہ نہیں
نام روشن کر گئے مر کر کے حق پر عارفیں
مر گئے جو مرنے والوں پر وہ حق دیدہ نہیں

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

درس مناجات رومی

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۴ نومبر ۱۹۹۱ء بروز دوشنبہ بعد
نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

ز آبِ دیدہ بندۂ بے دید را
سبزہ بخش و نباتے زیں چرا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ اے خدا میری آنکھوں کے آنسوؤں سے مجھ کور باطن کو نورِ بصیرت عطا کردے اور ان آنسوؤں سے میرے قلب کو سیراب کرکے سرسبز و شاداب کردے۔

ور نماند آب آبم دہ زعین
ہمچو عینین نبی ھطالتین

اور اگر ہمارے آنسو خشک ہوگئے تو ہماری آنکھوں کو رونے کے لئے آنسو عطا فرمائیے کیونکہ آپ کی محبت اور خوف و ندامت سے نکلے ہوئے آنسو اتنے قیمتی ہیں کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ یہ قلب کو شفا دینے والے ہیں تَشْفِیَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ (جامع صغیر) اور خشیت الٰہی سے نکلے ہوئے آنسو

کا ایک قطرہ خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر دوزخ کی آگ کے حرام ہونے کا ذریعہ ہے۔

مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَ اِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيْبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ

(ابن ماجہ صفحہ ۳۱۹)

یعنی کسی بندۂ مومن کی آنکھوں سے اگر ایک آنسو اللہ کی خشیت سے نکل آئے خواہ مکھی کے سر کے برابر ہو اور اس کے چہرہ پر لگ جائے تو اللہ اس کو دوزخ کی آگ پر حرام کردیتے ہیں۔

اور اپنی خطاؤں پر ندامت کے آنسو نجات کا ذریعہ ہیں

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۳)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھ اور تیرا گھر تیرے لئے وسیع ہو جائے اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔

اور ندامت سے رونے والے گنہگاروں کی آواز اللہ تعالیٰ کو تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے

لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ

(روح المعانی پ ۳۰)

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گنہگاروں کا گریۂ ندامت مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اے جلیل اشک گنہگار کے اک قطرہ کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

اور تنہائی میں اللہ کے لئے نکلے ہوئے آنسوؤں پر قیامت کے دن سایۂ عرش الٰہی کی بشارت ہے

رَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ (بخاری ج ا ص ۹۱)

وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں یعنی آنسو جاری ہوجائیں اس کو قیامت کے دن عرش کا سایہ ملے گا۔

اور اللہ کے نزدیک دو محبوب قطروں میں سے ایک محبوب قطرہ وہ آنسو ہے جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور دوسرا وہ قطرۂ خون ہے جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔

لَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَ اَثَرَيْنِ قَطْرَةِ دُمُوْعٍ مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ قَطْرَةِ دَمٍ يُهْرَاقُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ......الخ (مشکوٰۃ کتاب الجہاد)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ، ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور ایک خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستہ میں بہا ہو۔

مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

کہ برابر می کند شاہ مجید
اشک را در وزن با خون شہید

وہ اللہ اپنی محبت اور خوف سے نکلے ہوئے آنسو کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتا ہے۔ اور احقر کے اس مضمون پر دو شعر ہیں ؎

قطرۂ اشک ندامت در سجود
ہمسری خون شہادت می نمود

ندامت و خشیت سے نکلے ہوئے آنسو اللہ کے نزدیک محبوبیت میں شہیدوں کے خون کے برابر ہیں۔

ہر کجا گرید بہ سجدہ عاشقے
آں زمیں باشد حریم آں شبے

جس زمین پر کوئی اللہ کا عاشق اللہ کی یاد میں روتا ہے وہ زمین اللہ تعالیٰ کا حرم بن جاتی ہے۔

تو مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ اگر ہماری آنکھیں خشک ہوگئیں تو رونے کے لئے آنسو عطا فرمائیے جس طرح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے موسلا دھار برسنے والی بارش کی طرح رونے والی آنکھیں مانگی ہیں:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ تَشْفِیَانِ الْقَلْبَ
بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ مِنْ خَشْیَتِکَ قَبْلَ اَنْ تَکُوْنَ
الدُّمُوْعُ دَمًا وَ الْاَضْرَاسُ جَمْرًا (جامع صغیر ج ۱ ص ۵۹)

اے اللہ مجھے ایسی آنکھیں عطا فرما جو موسلا دھار ابر کی طرح برسنے والی ہوں تسقیان القلب جو آنسوؤں سے دل کو سیراب کردیں قبل اس کے کہ دوزخ میں آنسو خون اور ڈاڑھیں انگارے بن جائیں۔

مناجات مقبول میں جو روایت منقول ہے اس میں تشفیان القلب کے بجائے تسقیان القلب ہے۔

غَیْمٌ ھَاطِلٌ کے معنی موسلا دھار برسنے والا بادل یعنی موسلا دھار بارش اور ھطالۃ مبالغہ کا وزن ہے جو یہاں صفت ہے عینین کی اور عینین عربی قاعدہ سے مونث ہے اس لئے اس کی صفت ھطالہ بھی مونث استعمال فرمائی گئی۔ سرور عالم سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ حق میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ آپ مجھے ایسی آنکھیں عطا فرمائیے جو ھاطلہ نہیں ھطالۃ ہوں ھاطلہ میں بھی

موسلا دھار بارش جیسے گریہ کا مفہوم تھا لیکن نبوت کی جان عاشق نے اس پر قناعت نہ فرمائی بلکہ ایسی آنکھیں مانگیں جو **هطاله** ہوں یعنی موسلا دھار برسنے والے ابر سے بھی زیادہ رونے والی ہوں ؎

اب میں ہوں تری یاد ہے اور دیدۂ تر ہے

اسی کو مولانا رومی ایک اور شعر میں فرماتے ہیں ؎

اے دریغا اشک من دریا بدے
تا نثار دلبر زیبا شدے

اے کاش میرے آنسو دریا ہوجاتے تاکہ میں آنسوؤں کا دریا محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ پر قربان کردیتا۔

ہر کجا بینی تو خوں بر خاکہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشم ما

اے لوگو خاک پر جہاں کہیں خون پڑا ہوا دیکھنا تو یقین کرلینا کہ وہ میری ہی آنکھوں سے بہا ہوگا۔ آہ! کیا تمنا ہے کہ روئے زمین کا ہر ذرہ میرے آنسوؤں سے تر ہوجائے۔

تو **هطالتین عینین** کی صفت اولیٰ ہے یعنی اللہ والی آنکھوں کی پہلی صفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **هطالتین** فرمائی کہ وہ موسلا دھار بارش سے بھی زیادہ آنسو برسانے والی ہیں۔ اس کے بعد سرور

عالم صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں کی دوسری صفت اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں کہ تشفیان القلب بذروف الدموع یا تسقیان القلب بذروف الدمع وہ آنکھیں ایسی ہوں جو بہتے ہوئے آنسوؤں سے دل کو شفا دینے والی ہوں یا بہتے ہوئے آنسوؤں سے دل کو سیراب کردیں۔ صرف وہی آنسو دل کو سیراب کرتے ہیں جو اللہ کی محبت یا اللہ کے خوف سے بہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر رونے والی آنکھ دل کو سیراب نہیں کرتی ، جو آنسو غیر اللہ کے لئے نکلتے ہیں وہ دل کو سیراب نہیں کرتے بلکہ دل کا ستیاناس کردیتے ہیں۔

اسی کو مولانا رومی نے مثنوی میں دوسری جگہ فرمایا کہ جو آنکھیں غیر اللہ کے لئے روتی ہیں اس قابل ہیں کہ ان کو نکال کر پھینک دیا جائے۔ مراد یہ نہیں ہے کہ ان کو حقیقت میں نکال دیا جائے بلکہ یہ مراد ہے کہ ایسی آنکھیں کسی کام کی نہیں ہیں اور جیسا کسی عربی شاعر نے کہا ہے کہ جو آنکھیں آپ کے لئے بیدار نہ ہوں آپ کے غیروں کے لئے جاگ رہی ہوں وہ آنکھیں اور ان کی بیداری بے کار اور تضیع اوقات ہے اور جو آنسو آپ کی جدائی کے غم کے بجائے مرنے والوں کے لئے بہہ رہے ہوں وہ باطل ہیں۔

تو عینین کی صفت ثانیہ یعنی اللہ والی آنکھوں کی دوسری صفت تسقیان القلب بذروف الدمع فرماکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اخلاص کے آنسو مانگے ہیں کہ صرف وہی دل کو سیراب کرتے ہیں۔

اورعینین کی صفت ثالثہ یعنی آنکھوں کی تیسری صفت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مانگ رہے ہیں قبل ان تکون الدموع دما والاضراس جمرا کہ اے اللہ رونے کی یہ توفیق اسی حیاتِ دنیا میں عطا فرمادیجئے قبل اس کے کہ دوزخ میں یہ آنسو خون اور ڈاڑھیں انگارے بن جائیں کیونکہ دوزخ میں دوزخی خون کے آنسو روئے گا لیکن وہ آنسو کسی کام کے نہ ہوں گے کہ وہ تو عذاب کے آنسو ہوں گے۔ پس مبارک وہ آنسو ہیں جو اسی دنیا کی زندگی میں اللہ کیلئے بہہ جائیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیار کا اور عذاب جہنم سے حفاظت کا ذریعہ ہیں۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست
اے ہمایوں دل کہ آں بریانِ اوست

مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اس دنیا میں اللہ کے لئے رو رہی ہیں اور مبارک ہیں وہ دل جو اللہ کی محبت میں جل رہے ہیں۔

اور قبل ان تکون الدموع دما والاضراس جمراً ظرف ہے اور ہر ظرف مظروف کے لئے بمنزلہ قید ہوتا ہے اور قید بمنزلہ صفت ہوتی ہے پس یہ نحوی صفت تو نہیں ہے لیکن معنوی صفت

ہے۔ اس لئے اس کو عینین کی صفت ثالثہ قرار دنیا صحیح ہے۔

جب احقر معارف مثنوی لکھ رہا تھا یہ خاص شرح اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے عطا فرمائی۔ فالحمد للہ رب العالمین

منگر اندر زشتی و مکر وہیم
کہ زپُر زہرے چو مار کوہیم

اے خدا میری زشت خوئی، نالائقی اور اخلاق رذیلہ پر نظر نہ فرمایئے کہ مثل پہاڑی سانپ کے میرے اندر تقاضائے معصیت کے شدید زہریلے مادّے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر آپ کا فضل شامل حال نہ ہو تو میرا نفس کوئی گناہ نہ چھوڑے۔ پس اے اللہ میرے رذائل باطنیہ پر آپ نظر عفو و در گذر ڈالئے، نظر قہر و انتقام نہ ڈالئے۔

اے کہ من زشت وخصالم نیز زشت
چوں شوم گل چوں مرا او خار کشت

اے خدا میں اپنے نفس امارہ بالسوء کے سبب نہایت بدخصلت، بدخصال، زشت خو اور اپنی ذات ہی سے بُرا ہوں۔

میں بدی میں آپ ہوں اپنی مثال

بد عمل بد فہم بد خو بد خصال

پس میں پھول کیسے ہو سکتا ہوں جبکہ اپنی ذات کے اعتبار سے کانٹا ہوں۔

آں خارمی گریست کہ اے عیب پوش خلق

شد مستجاب دعوت او گلعذار شد

ایک کانٹا رورہا تھا کہ اے مخلوق کے عیب چھپانے والے میرے عیب کو کون چھپائے گا کیونکہ آپ نے تو مجھے کانٹا پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فریاد سن لی اور اس کے اوپر پھول پیدا کر دئے جن کے دامن میں اس کانٹے نے اپنا منہ چھپا لیا اور وہ خار گلعذار ہو گیا۔ اب مالی بھی اس کو باغ سے نہیں نکال سکتا۔ جو کانٹے پھولوں کے دامن میں ہیں مالی ان کو گلستاں سے نہیں نکالتا، جو خالص کانٹے ہوتے ہیں ان کو گلستاں سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ پس اگر تم خار ہو تو اللہ والوں کے دامن میں اپنا منہ چھپا لو، تم اللہ کے قرب کے باغ سے نہیں نکالے جاؤ گے اور دنیا کے کانٹے تو پھولوں کے دامن میں چھپ کر کانٹے ہی رہتے ہیں لیکن اللہ والوں کی صحبت میں وہ کرامت ہے کہ تمہاری خاریت خلعت گل سے تبدیل ہو جائے گی یعنی تم بھی ولی اللہ ہو جاؤ گے۔ اللہ والوں کی صحبت کانٹوں کو پھول بنا دیتی ہے یعنی کافر کو مومن اور فاسق کو ولی بنا دیتی ہے۔ احقر نے

اپنے شیخ حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم کی شان میں یہ شعر عرض کئے ہیں ؎

ہمیں معلوم ہے تیرے چمن میں خار ہے اختر
مگر خاروں کا پردہ دامن گل سے نہیں بہتر
چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گل تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

نو بہارا حسن گل دہ خار را
زینت طاؤس دہ ایں مار را

اے محبوب حقیقی! اے رشک بہار کائنات! اس کانٹے کو پھول کا سا حسن عطا فرمادیجئے اور اس سانپ کو طاؤس کی سی زینت دے دیجئے یعنی میرے اخلاق رذیلہ کو اخلاق حمیدہ سے تبدیل فرمادیجئے کیونکہ آپ کا فضل تبدیل ماہیت پر قادر ہے۔

در کمال زشتیم من منتہی
لطف تو در فضل و در فن منتہی

اے اللہ میں زشت خوئی، بدی، نالائقی اور کمینہ پن کی آخری سرحدوں کو پار کرچکا ہوں، یعنی برائیوں میں کمال کی انتہا کو پہنچا ہوا ہوں، منتہی فی الرذائل ہوں، منتہی فی السوء ہوں، بدی میں اپنی مثال

آپ ہوں اور آپ کا لطف و کرم ، عفو و درگذر اور مہربانی و فضل میں غیر متناہی کمال رکھتا ہے کیونکہ آپ کی ذات غیر متناہی ہے لہذا آپ کی ہر صفت غیر متناہی اور لا محدود ہے۔

حاجت ایں منتہی زاں منتہی
تو بر آر اے غیرت سرو سہی

میرے نفس منتہی فی السوء کی حاجت تزکیہ کو اے اللہ اپنے بے پایاں اور غیر متناہی کرم سے پورا کردیجئے یعنی اس منتہی فی الرذائل کی اصلاح اپنے غیر متناہی لطف و کرم سے فرمادیجئے کہ آپ غیرت سرو سہی ہیں اور سرو سہی تناسب قد و قامت اور حسن و دلکشی میں ضرب المثل ہیں پس اخلاق رذیلہ سے بد ہیئت اور بد شکل نفس امارہ کو اخلاق حمیدہ سے آراستہ کرکے رشک سرو سہی بنادیجئے۔

دست گیرم در چنیں بے چارگی
شاد گردانم دریں غم خوارگی

اے اللہ ! ایسی سخت بے کسی و بے چارگی میں کہ میں نفس کے تقاضوں سے پریشانی میں مبتلا ہوں آپ میری مدد فرمایئے اور آپ کی نافرمانی سے بچنے کا جو غم اٹھارہا ہوں اپنی حلاوت قرب سے میری غمخواری فرماکر میرے دل غمزدہ کو شاد و مسرور کردیجئے۔

درس مناجات رومی

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۵ نومبر ۱۹۹۱ء بروز منگل بعد
نماز عشا بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

روح را تاباں کن از انوار ماہ
زانکہ از آسیب ذنب شد دل سیاہ

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی دعا کررہے ہیں چونکہ میرا دل گناہوں کی ظلمت سے سیاہ ہوگیا ہے آپ مغفرت و رحمت کے انوار سے میرے قلب و جاں کو روشن کردیجئے۔

از خیال و وہم و ظن بازش رہاں
از چہ و جور رسن بازش رہاں

اے اللہ ! اوہام و خیالات فاسدہ اور تقاضائے نفسانیہ سے اس بندہ کو پھر رہائی عطا فرمادیجئے اور چاہ ظلمت اور نفس کے ظلم کی قید سے اپنے اس غلام کو پھر آزادی دلا دیجئے۔

تا ز دلداریِ خوبِ تو دلے
پر بر آرد بر پرد زآب و گلے

تاکہ آپ کی دلجوئی اور جذب خاص سے دل تعلقات ماسوی اللہ اور خواہشات نفسانیہ کے آب و گل سے نکلنے کے لئے پر نکالے اور غیر اللہ کے علاقوں سے نکل کر آپ کی طرف مائل پرواز ہو ۔

رنج تھا اسیروں کو بال و پر کے جانے سے
اُڑ چلے قفس لے کر فصل گل کے آنے سے

اور اے اللہ نفس کے بُرے تقاضوں کو چھوڑنا اور آب و گل کی فانی بہاروں سے صرف نظر کرنا آپ کے جذب کرم اور توفیق خاص کے بغیر ممکن نہیں ورنہ اس کون و مکاں کی ہر فانی بہار اس کو اپنی طرف کھینچتی ہے ۔

اس گلشن ہستی سے چھٹنا اے دوست نہیں آساں اتنا
ہر کانٹا دامن کھینچے ہے ہر پھول گریباں مانگے ہے

لیکن جس پر آپ کا کرم ہو ، جس کو آپ جذب فرمائیں وہ ان فانی بہاروں سے مستغنی ہو کر آپ کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے ۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوق عریانی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

سن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

زاں مثال برگ دے پژمردہ ام
کز بہشت وصل گندم خوردہ ام

اے خدا میں فصل خزاں کے پتوں کی طرح پژمردہ و افسردہ ہوں کیونکہ میری روح آپ کی جنت قرب اور معیت خاصہ کی بہاروں سے مشرف ہونے کے باوجود خطاؤں کی مرتکب ہوکر آپ سے دور ہوگئی پس آپ کی بہار قرب کی محرومی سے میں اس طرح مرجھا گیا ہوں جیسے خزاں کے موسم میں پھول پتے مرجھا جاتے ہیں ۔

جب فلک نے مجھ کو محروم گلستاں کردیا
اشکہائے خوں سے میں نے گل بداماں کردیا

چوں بدیدم لطف و اکرام ترا
واں سلام و سلم و پیغام ترا

لیکن اپنی نالائقیوں اور خطاؤں کے باوجود جب میں نے آپ کا لطف و اکرام اور سلام و پیام یعنی قبولیت توبہ کا اعلان اور دعوت الی دارالسلام کو دیکھا تو آپ سے رشتۂ محبت اور رابطۂ عبدیت استوار کرنے کا ہمت و حوصلہ ہوا ورنہ اپنی خطاؤں کا استحضار آپ سے حجاب بن گیا تھا جو آپ کے کرم عام اور رحمت واسعہ کے صدقہ میں اٹھ گیا ۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

من سپند چشم بد کردم پدید
در سپندم نیز چشم بد رسید

ارشاد فرمایا کہ اسپند ایک کالا دانہ ہے جو مثل رائی کے ہوتا ہے۔ اسپند جلانا ایک محاورہ ہے جو مولانا نے تشبیہ کے طور پر یہاں استعمال کیا ہے کہ پہلے لوگ نظر بد کا اثر دور کرنے کے لئے دانۂ اسپند جلایا کرتے تھے تو مولانا فرماتے ہیں کہ شیطان کی پُر فریب نظر یعنی کید و مکر سے بچنے کے لئے میں نے تدابیر کا اسپند جلایا لیکن میری ان تدابیر کو بھی اس نے نظر بد لگادی اور میں تلبیس ابلیس کے شکنجہ میں آگیا۔

دافعِ ہر چشم بد از پیش و پس
چشم ہائے پُر خمارِ تست و بس

اے اللہ اول و آخر ، دائیں بائیں ہر طرف سے ابلیس کی نظر بد یعنی اس کی تلبیس و اغوا اور کید و مکر سے ہماری حفاظت کرنے والی

صرف آپ کی چشم پُر خمار یعنی آپ کی عنایات محبوبانہ و الطاف کریمانہ ہیں۔ اگر آپ کی حفاظت ہو تب ہی ہم شیطان کے اغوا و تلبیس سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

چشم بد را چشم نیکویت شہا
مات و مستاصل کند نعم الدوا

ابلیس کی نظر بد کے اثر کو زائل کرنے کے لئے اور اس کے ضرر کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے، اے خدا صرف آپ کی نگاہ کرم ہی بہترین دوا ہے اور شیطان کے مکر سے بچنے کی کوشش و تدبیر کرنا مثلاً تقویٰ حاصل کرنے کے لئے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس کا حکم دیا گیا ہے کہ اس پر ہی فضل مرتب ہوتا ہے لیکن موثر حقیقی حق تعالیٰ کا فضل و رحمت ہے جس کے بغیر کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہوسکتی۔

بل زچشمت کیمیا ہا می رسد
چشم بد را چشم نیکو می کند

بلکہ اے خدا آپ کی نظر کرم چشم بد کی صرف دافع ہی نہیں، اس سے بڑھ کر ہے کہ آپ کی نگاہ سے ہزار کیمیا عطا ہوتی ہے جو ماہیت ہی کو تبدیل کر دیتی ہے اور بُری نظر کو اچھی نظر بنا دیتی ہے،

کرگس کو باز شاہی یعنی فاسق کو ولی اللہ بنا دیتی ہے۔ پھر اپنے اس ولی کی نظر اور توجہ میں آپ وہ خاصیت رکھتے ہیں کہ جس پر اس کی نظر پڑ جاتی ہے وہ بھی تلبیس ابلیس سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اصلاح حال کے لئے جہاں تقویٰ کا اہتمام ضروری ہے اللہ والوں کی صحبت و خدمت میں رہنا بھی ضروری ہے۔ ان کی نظر میں اللہ نے کیمیا کا اثر رکھا ہے جو پتھر کو سونا بنادیتی ہے یعنی غافل و نافرمان کو اولیاء کی صف میں شامل کر دیتی ہے۔

تنگی کے دو رخ

گئی وہ بھول جمالِ رُخِ مہ و انجم
مری نظر جو رُخِ آفتاب سے گذری
یہ کائنات اسے تنگ تھی جہاں وسعت
کوئی حیات جو اس کے عتاب سے گذری

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

درس مناجات رومی

۱۲ ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۹۳ء بروز منگل بعد مغرب
بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

اے کمینہ بخششت ملک جہاں
من چہ گویم چوں تو می دانی نہاں

ارشاد فرمایا کہ یہاں اے کا منادیٰ محذوف ہے یعنی اے خدا یہ ملکِ جہان آپ کی ادنیٰ بخشش ہے یعنی زمین و آسمان سورج اور چاند سمندر اور پہاڑ ستارے اور کہکشاں پوری کائنات آپ کا ایک معمولی سا انعام ہے، ہمارے لئے تو یہ عظیم تر ہے مگر آپ کے لئے حقیر تر ہے۔ یہ دو نسبتیں ہیں، جب نسبت اللہ کی طرف ہوگی تو ان کی عظمت شان کے مقابلہ میں یہ کائنات اللہ کی ایک معمولی سی عطا ہے کیونکہ وہ خالق ہے لیکن جب بندوں کی طرف نسبت ہوگی تو ہمارے لئے یہ عظیم تر ہے کیونکہ ہم کائنات کا ادنیٰ سے ادنیٰ جز مثلاً ایک ذرہ اور ایک پتہ تک پیدا نہیں کرسکتے لہٰذا اے خدا یہ پورا ملکِ جہان آپ کی عظمت شان کے مقابلہ میں ایک ادنیٰ سی بخشش ہے۔ یہ ترجمہ ملاء خشک نہیں کرسکتا

سوائے اہل اللہ کی جوتیاں اٹھانے والوں کے ۔ یہاں اگر عظمت شان کا مقابلہ نہیں کہیں گے تو اللہ کی صفتِ تخلیق کی تحقیر ہو جائے گی لہٰذا یہ جملہ میں اپنے بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ سمجھتا ہوں کہ اے خدا یہ پورا ملکِ جہان زمین و آسمان سورج اور چاند ساری کائنات آپ کی عظمت شان کے سامنے ایک حقیر مخلوق ہے ۔

من چہ گویم چوں تو می دانی نہاں

میں آپ سے کیا کہوں جب کہ آپ سب پوشیدہ باتوں کو بھی جانتے ہیں۔

حال ما و ایں خلائق سر بسر
پیشِ لطفِ عام تو باشد ھدر

ہمارا حال اور پوری مخلوق کا حال یعنی زمین و آسمان ، سمندر اور پہاڑ ، سورج اور چاند ، ستاروں اور سیاروں کا حال ، بے جان سے لے کر جاندار تک ، جانور سے لے کر انسان تک ، فساق و فجار سے لے کر انبیاء و اولیاء و اقطاب و ابدال تک سب کا حال آپ پر ظاہر ہے اور آپ کے لطف عام کے سامنے وہ ناقابل اعتناء ہے ،ناقابل التفات ہے یعنی اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اگر آپ چاہیں تو بڑے سے بڑے نافرمان کو ایک لمحہ میں ہدایت دے کر اس کی

نافرمانی کو در توبہ پر سربسجود کرادیں اور چیونٹی سے ہاتھی کو مروادیں، مچھر سے نمرود کو مروادیں اور بڑی طاقتوں کو چھوٹی چیز سے فنا کردیں۔ سو برس کے کافر کو سیکنڈوں میں فخر اولیاء بنادیں اور رات دن کے عابد کو کہہ دیں کہ مردود ہوجا جیسے شیطان مردود ہوا۔ کتنے لوگ خانقاہ سے نکالے گئے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خلیفہ اتنا زبردست عالم تھا کہ وہ حضرت کی اردو تقریر کو عربی میں لکھتا تھا اور ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ اس سے بڑا کوئی خلیفہ نہیں ہے اور جانشین یہی ہوگا لیکن وہی خانقاہ سے نکالا گیا۔ دنیاوی معاملہ میں تنخواہ کے اضافہ میں اسے وسوسہ آیا کہ اتنی فتوحات آتی ہیں، شیخ ہماری تنخواہ کیوں نہیں بڑھاتے۔ پھر ایسا دشمن ہوا کہ حضرت کے مسلک کے خلاف سیاسی تحریکات کی طرف ہوگیا۔ حضرت نے اس کے لئے موذی مرید کے نام سے ایک رسالہ اپنی زندگی ہی میں شائع فرمادیا۔ اور میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آخری دنوں میں اس کو کوڑھ ہوگیا اور بہت بری حالت میں موت آئی۔ اللہ والوں کی ایذارسانی سے اللہ بچائے۔

اے ہمیشہ حاجت ما را پناہ
بار دیگر ما غلط کردیم راہ

اے اللہ ہماری ہر حاجت کے لئے آپ ہی پناہ ہیں یعنی اے

خدا ہماری جو بھی حاجت ہوتی ہے ہم آپ ہی سے کہتے ہیں اور آپ ہی سے ہماری حاجتیں پوری ہوتی ہیں ۔ ہماری حاجت روائی کے لئے آپ کے علاوہ کوئی دوسری پناہ گاہ نہیں ہے جہاں ہم اپنی حاجتیں پیش کریں۔ آپ ہی ہماری حاجتوں کے لئے پناہ گاہ ہیں ۔

بار دیگر ما غلط کردیم راہ

بارِ دیگر یہاں لغوی معنی میں نہیں ہے اصطلاحی معنی میں ہے یعنی ہم سے صرف دوسری دفعہ نہیں بار بار خطا ہورہی ہے، مراد تکرار ہے۔ مثلاً ایک دن بدنظری کرلی پھر توبہ کی اور دوسرے دن پھر نظر خراب کرلی یعنی بار بار ہم نے آپ کی راہ کو بھلادیا، آپ کی رضا کے راستہ کو بھول کر بار بار ہم آپ کی ناراضگی کے راستہ پر پڑجاتے ہیں، بار بار توبہ کرتے ہیں لیکن جب گناہ کا تقاضا اور غلبہ ہوتا ہے اور شہوت کا بھوت سوار ہوتا ہے تو ہم آپ کو فراموش کردیتے ہیں اور نفس دشمن کی غلامی کرنے لگتے ہیں اور آپ کی عظمتوں سے ہمارا نفس صرفِ نظر کرادیتا ہے اور ہماری گول ٹوپیوں اور داڑھیوں اور لمبے کرتوں یعنی وضع صالحین کے ساتھ نہایت گندے کاموں میں نفس و شیطان مبتلا کردیتا ہے ۔ اگر آپ ستاری نہ فرماتے تو ساری دنیا ہم پر تھوکتی اور ہمیں جو لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضرت دعا کیجئے گا وہ یہ الفاظ واپس لے لیتے ۔

لیک گفتی گرچہ می دانم سرت
زود ہم پیدا کنش بر ظاہرت

لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر چہ میں تمہارا بھید جانتا ہوں اور تمہاری حاجتوں سے واقف ہوں لیکن پھر بھی اُدْعُونِیْ کا حکم دے رہا ہوں کہ مجھ سے مانگو استجب لکم میں تمہیں عطا کروں گا۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے اس کو ظاہر پر لاؤ یعنی جلدی سے اپنی زبان سے کہہ دو کہ اے اللہ ہم کو روٹی چاہئے، کپڑا چاہئے، مکان چاہئے، صحت چاہئے، حج و عمرہ کی زیارت چاہئے، گناہوں سے حفاظت چاہئے وغیرہ۔ اگرچہ میں تمہارے دل کے رازوں سے باخبر ہوں لیکن مانگنے کا حکم اس لئے دے رہا ہوں تاکہ تمہارا فقر اور احتیاج ظاہر ہو اور استغناء کی شان نہ معلوم ہو۔

گڑگڑا کے جو مانگتا ہے جام
ساقی دیتا ہے اس کو مے گلفام
ناز و نخرے کرے جو مے آشام
ساقی رکھتا ہے اس کو تشنہ کام

درس کے دوران ارشاد فرمایا کہ میں مناجات مولانا روم پہلے پڑھاتا ہوں اور علوم و معارف بعد میں تاکہ مانگنے کا طریقہ آجائے لہٰذا ان اشعار کو زبانی یاد کرلیجئے اور دعا میں مانگئے۔

درس مناجات رومی

۱۳ ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۹۳ء بروز بدھ بعد نماز مغرب بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

نالہ کردم کہ تو علام الغیوب
زیر سنگ مکر بد مارا مکوب

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی بارگاہ خداوندی میں دعا کررہے ہیں کہ اے اللہ میں اپنے گناہوں کی معافی کے لئے آپ سے نالہ و فریاد اور آہ و فغاں کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ علام الغیوب ہیں، پوشیدہ باتوں کو جاننے والے ہیں، غیب ہمارے لئے غیب ہے آپ کے لئے عالم غیب بھی عالم شہادت ہے، عالم برزخ، احوال قیامت اور جنت دوزخ ہمارے لئے غیب ہے لیکن آپ کے ہر وقت سامنے ہے۔ اسی طرح ہمارا ماضی حال اور مستقبل بھی ہمہ وقت آپ کے سامنے ہے، کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں۔ ہمارا حال مخلوق سے پوشیدہ ہوسکتا ہے، مخلوق سے ہم اپنے عیبوں کو چھپا سکتے ہیں لیکن کون ہے جو آپ سے اپنی حالت کو چھپا سکے۔ جس وقت میں گناہ کررہا تھا اس وقت بھی آپ کی قدرت قاہرہ مجھے دیکھ رہی تھی اگر آپ چاہتے تو اسی وقت مجھے

نیست و نابود کرسکتے تھے لیکن آپ کی رحمت واسعہ کے صدقہ میں مجھ پر عذاب نازل نہیں ہوا۔ پس چونکہ میرا سب حال آپ کو معلوم ہے اس لئے آپ سے گڑگڑانے، معافی مانگنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں، کیونکہ وَ مَنْ یَّغْفِرُالذُّنُوْبَ اِلَّااللّٰہ آپ کے علاوہ کون ہے جو گناہوں کو معاف کرسکتا ہے، آپ ہی ہمارا آخری سہارا ہیں، آپ ہی ہماری واحد پناہ گاہ ہیں، آپ کے علاوہ ہماری کوئی پناہ گاہ نہیں، کوئی سہارا، کوئی دروازہ نہیں۔ اگر آپ ہمیں معاف نہیں کریں گے تو پھر کون ہے جو ہمیں معاف کرے۔

و ان کان لا یرجوک الا محسن
فمن ذاالذی یدعوا و یرجوا المجرم

اگر نیک بندے ہی آپ سے اُمیدیں رکھ سکتے ہیں تو کون ہے وہ ذات جسے مجرم پکارے۔

نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو
کدھر جائے بندہ گنہگار تیرا

الٰہی عبدک العاصی اتاک
مقراً بالذنوب و قد دعاک
فان تغفر فانت لذاک اہل
و ان تطرد فمن یرحم سواک

ترجمہ: اے اللہ آپ کا گنہگار بندہ آپ کے پاس حاضر ہوگیا اس

حال میں کہ اپنے گناہوں کا اعتراف کررہا ہے اور آپ کو پکار رہا ہے پس اگر آپ اس کو بخش دیں تو آپ اس کے اہل ہیں ، آپ کا یہ کرم آپ کی شان کرم کے شایان شان ہے اور اگر آپ اس کو ٹھکرادیں تو آپ کے سوا کون ہے جو اس پر رحم کرسکے۔

باز آمد بندۂ بگریختہ
آبروئے خود ز عصیاں ریختہ

آپ سے بھاگا ہوا بندہ گناہوں سے اپنی آبرو کو تباہ کرکے پھر آپ کے پاس آگیا ہے۔

پس اے خدا جب آپ مرے تمام رازوں سے باخبر ہیں ، میرے تمام گناہوں کا آپ کو علم ہے تو ؎

روز محشر اے خدا رسوا نہ کرنا فضل سے
کہ ہمارا حال تجھ سے کوئی پوشیدہ نہیں

اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا تعلیم فرمائی میرے حق میں اس کو قبول فرمالیجئے اَللّٰھُمَّ لَاتُخْزِنِیْ فَاِنَّکَ بِیْ عَالِمٌ اے اللہ مجھے رسوا نہ کیجئے کیونکہ آپ مجھے خوب جانتے ہیں ، میری تمام نالائقیوں کا آپ کو علم ہے اس لئے مجھے رسوا کرنا آپ کو کچھ مشکل نہیں وَلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ اور مجھے عذاب نہ دیجئے کہ میں پوری طرح

آپ کی قدرت قاہرہ غالبہ کاملہ کے تحت ہوں ، جو پوری طرح قدرت میں ہو اس کو عذاب دینا قادر مطلق کو کیا مشکل ہے لیکن آپ کریم ہیں اپنے کرم کے صدقہ میں اس بندۂ عاجز اور مغلوب کو رسوا بھی نہ کیجئے اور عذاب بھی نہ دیجئے ۔ دوسرے مصرع میں مولانا اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں ۔

زیرِ سنگِ مکرِ بد مارا مکوب

اے خدا میرا نالہ و فریاد آپ سے اس لئے بھی ہے کہ گناہوں پر مسلسل اصرار اور نافرمانیوں میں ابتلاء کی نحوست سے گناہ کے تقاضوں میں شدت آگئی ہے لہٰذا اگر آپ مدد نہ فرمائیں گے تو نفس و شیطان اپنے مکر و فریب کے پتھر کے نیچے مجھے کوٹتے رہیں گے لہٰذا اے خدا میری مدد فرمائیے اور نفس و شیطان کی مکاریوں سے اور ان کی چالوں اور دھوکوں سے مجھے بچالیجئے کہ نفس و شیطان مجھے مغلوب نہ کرسکیں۔ اَللّٰھُمَّ وَاقِیَۃً کَوَاقِیَۃِ الْوَلِیْد اور میری ایسی حفاظت فرمائیے جیسے ماں اپنے چھوٹے سے بچہ کی حفاظت کرتی ہے کہ اس کے بچہ کو اگر مٹی کھانے کی عادت ہے تو گھر میں جھاڑو لگا کر گھر کو مٹی سے پاک کردیتی ہے ، اور اگر کوئی دوسرا بچہ چھپا کر مٹی لاتا ہے تو اس کا کسٹم کرتی ہے اور مٹی اس سے چھین کر پھینک دیتی ہے اور ایسے بچہ کو اپنے بچہ کے پاس بھی نہیں آنے دیتی اور

اگر بچہ کبھی چھپا کر مٹی منہ میں رکھ لیتا ہے تو اس کے منہ میں انگلی ڈال کر نکال لیتی ہے اور کبھی نگل لیتا ہے تو اس کو قے کرا دیتی ہے تاکہ کوئی مضر چیز میرے بچہ کو نقصان نہ پہنچادے۔ تو اے اللہ ماں کی رحمت تو آپ کی رحمت کی ادنیٰ بھیک ہے، ماؤں کو محبت کرنا تو آپ ہی نے سکھایا ہے۔ پس اے خالق رحمت مادراں! گناہوں سے میری بھی اسی طرح حفاظت فرمائیے کہ اگر میں گناہ کرنا بھی چاہوں تو آپ نہ کرنے دیجئے اور گناہ اور اسباب گناہ کو مجھ سے اس طرح دور کردیجئے جیسے ماں مضر چیزوں کو اپنے چھوٹے بچہ سے دور کردیتی ہے۔

یا کریم العفو ستار العیوب
انتقام از ما مکش اندر ذنوب

مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا ہم بہت نالائق ہیں، برائیوں میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں، آپ کی نافرمانی کرتے کرتے اس قابل ہوگئے کہ معافی کے قابل بھی نہیں رہے لیکن آپ کریم ہیں اور کریم وہ ہوتا ہے جو ناقابل معافی کو معاف کردے، نالائقوں پر رحم فرمادے، مستحق سزا و عذاب پر اپنی رحمت و مہربانی فرمادے اور ایسے نااہلوں کو بھی اپنے کرم سے محروم نہ کرے۔ پس اے کریم ہمارے گناہوں کو محض اپنے کرم سے معاف

فرمادیجئے بلکہ گناہوں کے آثار و نشانات کو بھی محو فرمادیجئے کیونکہ عفو کے معنی ہیں گناہوں کے نشانات اور شہادتوں کو مٹا دینا۔ اے اللہ آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ آپ سے معافی مانگتا ہے اور آپ جب اس کو معاف فرمادیتے ہیں تو آپ گناہ کے چاروں گواہوں کو ختم کردیتے ہیں، کراماً کاتبین سے اس کے گناہ کو بھلا دیتے ہیں اور اس کے اعمالنامہ سے اس گناہ کو خود مٹا دیتے ہیں اور جس زمین پر اس نے گناہ کیا تھا اس زمین سے بھی گناہ کے آثار کو مٹا دیتے ہیں اور اس کے اعضا جو قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دینے والے تھے ان اعضا کو بھی وہ گناہ بھلا دیتے ہیں حتّٰی یلقی اللّٰہَ و لیس علیہ شاھد من اللّٰہ بذنب یہاں تک وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے خلاف کوئی گواہ نہ ہوگا۔

پس اے اللہ میں آپ سے معافی مانگ رہا ہوں، اپنے جرائم پر نادم ہوکر توبہ کررہا ہوں آپ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کو میرے حق میں قبول فرمالیجئے اور مجھے معاف فرمادیجئے اے کریم۔

اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا بھی سکھائی اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ اور بعض احادیث میں لفظ کریم کا بھی اضافہ ہے کہ اے اللہ آپ بہت معاف کرنے والے، بڑے کریم ہیں، ناقابلِ معافی اور مستحقِ عذاب کو بھی بوجہ اپنے کرم کے معاف

فرمادیتے ہیں اور یہی نہیں کہ صرف معاف فرماتے ہیں بلکہ تُحِبُّ الْعَفْوَ معاف کرنے کو آپ محبوب رکھتے ہیں جس کی شرح محدثین نے یہ کی ہے کہ اَنْتَ تُحِبُّ ظُهُوْرَ صِفَةِ الْعَفْوِ عَلٰى عِبَادِكَ اپنے بندوں پر اپنی صفت عفو و مغفرت کا ظہور آپ کو خود محبوب ہے یعنی اپنے گنہگار بندوں کو معاف کرنا آپ کا محبوب عمل ہے۔ پس آپ کے اس محبوب عمل کے لئے ہم گنہگار اپنے گناہوں پر ندامت واستغفار و توبہ کی گٹھری لے کر حاضر ہوئے ہیں فَاعْفُ عَنِّیْ پس ہم کو معاف کردیجئے کہ آپ کا محبوب عمل ہوجائے گا اور ہمارا بیڑہ پار ہوجائے گا۔

آگے مولانا رومی عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ جس طرح آپ کریم العفو ہیں، اپنے گنہگاروں کو معاف کرنے میں آپ بے حد کریم ہیں اسی طرح آپ ستار العیوب بھی ہیں، واسع المغفرة ہیں، اپنے بندوں کی پردہ پوشی فرماتے ہیں، معافی مانگنے والوں کو رسوا نہیں فرماتے۔ ستاریت اور مغفرت ہم معنی ہیں، غفر یغفر کے معنیٰ ستر یستر کے ہیں۔ تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی نے آیت وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا کی تفسیر کے ذیل میں مغفرت کے معنی لکھے ہیں ستر القبیح و اظہار الجمیل یعنی اللہ تعالیٰ جس بندہ کی مغفرت فرماتے ہیں اس کے عیوب کو مخلوق کی نگاہوں سے چھپا دیتے ہیں اور اس کی خوبیوں کو لوگوں پر عیاں کردیتے ہیں۔

اسی لئے مولانا رومی بارگاہ خداوندی میں عرض کر رہے ہیں کہ اے خدا اپنے کریم ہونے کے صدقہ میں میرے گناہوں کو بھی معاف فرمادیجئے اور میرے عیوب کی پردہ پوشی بھی فرمایئے، مخلوق کی نظروں سے میرے گناہوں کو چھپادیجئے کیونکہ آپ کا پردۂ ستاریت غیر محدود ہے اور میرے گناہ خواہ کتنے ہی کثیر ہوں محدود ہیں لہٰذا غیر محدود کی نسبت کثیر محدود سے اتنی بھی نہیں جو سمندر کو ایک قطرہ سے ہے۔ پس میرے گناہوں کو چھپانا اے اللہ آپ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

اے اللہ ہم نے تو اپنے اوپر ظلم کر لیا، ہم سے تو نالائقیاں ہوگئیں اب آپ کے عفو و مغفرت کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں۔ اگر آپ توبہ و استغفار اور معافی مانگنے کا یہ راستہ نہ رکھتے تو آپ کے گنہگار بندے کہاں جاتے لیکن آپ کے کرم نے ہم گنہگاروں کے لئے توبہ کا ایک ایسا پیارا راستہ رکھ دیا کہ توبہ کرنے والوں کو آپ صرف معاف ہی نہیں کرتے اپنا محبوب بھی بنا لیتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ اور مضارع سے نازل فرمایا اور مضارع میں حال و استقبال دونوں زمانہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر حال میں تم سے خطا ہوگئی اور تم نے توبہ کرلی تو ہم تمہیں حال میں بھی معاف کردیں گے اور بالفرض اگر مستقبل میں بھی اپنے ضعف بشریت سے گناہ کر بیٹھوگے تو مستقبل میں بھی اپنے دائرۂ محبوبیت

سے ہم تمہارا خروج نہیں ہونے دیں گے لہٰذا گناہ پر جری تو نہ ہو، گناہ سے جان بچانے میں جان کی بازی لگادو لیکن اگر کبھی مغلوب ہوجاؤ اور مجھ سے بے وفائی یعنی گناہ کر بیٹھو تو نااُمید نہ ہو، پھر میری چوکھٹ پہ سر رکھ دو، توبہ کے راستہ سے پھر میرے پیارے ہوجاؤ، توبہ کرنے والوں سے ہم پیار کرتے ہیں۔ ملا علی قاری ایک حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ نُزِّلُوْا مَنْزِلَةَ الْمُتَّقِیْنَ

گناہوں سے توبہ کرنے والے بھی متقین کے درجہ میں کردئے جاتے ہیں۔ احقر کا شعر ہے ؎

یہی ہے راستہ اپنے گناہوں کی تلافی کا
تری سرکار میں بندوں کا ہر دم چشمِ تر رہنا

میرا ایک اور شعر ہے ؎

مایوس نہ ہوں اہلِ زمیں اپنی خطا سے
تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دعا سے

آگے مولانا رومی عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ میرے گناہوں کی وجہ سے مجھ سے انتقام نہ لیجئے کیونکہ آپ کے انتقام کا کون تحمل کرسکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **اَللّٰھُمَّ لَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ** اے اللہ مجھے عذاب نہ دیجئے کیونکہ میں تو پوری

طرح آپ کے قبضہ، قدرت میں ہوں، آپ سے بچ کر میں کہاں جاسکتا ہوں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عنوان ہے جالب رحمت حق کے لئے جیسے چھوٹا بچہ باپ سے کہتا ہے کہ ابا مجھے نہ ماریئے میں تو آپ کا چھوٹا سا بچہ ہوں، آپ کے قبضہ میں ہوں تو باپ کو اس کی بے بسی پر رحم آجاتا ہے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُمت کو سکھادیا کہ اپنے رب سے ایسے ہی کہو تاکہ ان کی رحمت کو جوش آجائے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے وہ ذات جس کو ہمارے گناہوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا، اگر وہ سارے عالم کو بخش دے تو اس کے خزانہ، مغفرت میں ایک ذرہ کمی واقع نہ ہو پس میرے ان گناہوں کو بخش دے جس سے اے اللہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور مجھے وہ مغفرت عطا فرمادے جس کی آپ کے یہاں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

ہمیں آپ کی مغفرت کا سہارا ہے کیونکہ جس کو آپ معاف فرمادیتے ہیں پھر اس سے انتقام نہیں لیتے۔

اے پناہ ما حریم کوئے تو
من بہ امیدے رمیدم سوئے تو

اے خدا میری آخری پناہ گاہ، میری بے کسی کا واحد سہارا اور

میری امیدوں کا آخری دروازہ آپ کی بارگاہ ہے، سارے عالم سے اپنی امیدوں کو منقطع کر کے میں بڑی امید لے کر آپ کے پاس دوڑ کر آیا ہوں، آپ مجھ پر رحم فرمائیے اور میری مدد فرمائیے اور مجھے اس غم سے نجات دیجئے جس میں میں مبتلا ہوں

يَا اَحَدَ مَنْ لَا اَحَدَ لَهٗ يَا سَنَدَ مَنْ لَا سَنَدَ لَهٗ
اِنْقَطَعَ الرَّجَاءُ اِلَّا مِنْكَ نَجِّنِيْ مِمَّا اَنَا فِيْهِ
وَ اَعِنِّيْ عَلٰى مَا اَنَا عَلَيْهِ مِمَّا نَزَلَ بِيْ بِجَاهِ
وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ عَلَيْكَ اٰمِيْنَ.

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں کہ اے وہ جو کس بے کسوں کا یعنی جو رفیق ہے اس کا جس کا کوئی نہیں اور جو سہارا ہے اس کا جس کا کوئی سہارا نہیں، آپ کے سوا ہر ایک سے میری امید منقطع ہوگئی، مجھے اس حال سے نجات دیجئے کہ میں جس میں مبتلا ہوں اور میری مدد کیجئے نازل شدہ بلا پر صدقہ میں اپنی ذات پاک کے اور بطفیل حق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو آپ پر ہے آمین۔

گر سگی کردیم اے شیر آفریں
شیر را مگمار بر ما زیں کمیں

اے شیر کے پیدا کرنے والے اللہ! اگرچہ فسق و فجور کر کے ہم

نے اپنے اعمال میں کتا پن کیا ہے ، اشرف المخلوقات ہو کر کتوں جیسے کمینے کام کئے ہیں اور کتے تو غیر مکلّف ہیں ، انہیں بھلے بُرے کی تمیز نہیں ، اس لئے ان پر کوئی مواخذہ نہیں لیکن ہمیں تو آپ نے انسان بنایا، عقل عطا فرمائی ، بھلے بُرے کی تمیز دی اس کے باوجود ہم نے کمینے اور ذلیل اعمال کر کے خود کو مستحق عذاب بنالیا، لہٰذا اے ہمارے رب ، اے خالقِ شیر! دنیا کی اس کمیں گاہ میں اپنے شیروں میں سے کوئی شیر ہم پر مسلط نہ فرما یعنی ہم پر کوئی عذاب نازل نہ فرمایئے جو ہمیں اس طرح ہلاک کردے جیسے شیر کتے کو ہلاک کردیتا ہے کہ اگر کتے کی پشت پر شیر اپنا پنجہ رکھ دے تو کتے کی زبان ایک ہاتھ باہر آجاتی ہے۔ پس اے اللہ ہمارے جرائم کو معاف فرمادیجئے اور اس مستحق عذاب پر اپنا عذاب نازل نہ فرمایئے۔

بے سرو سامانیٔ عشق

گرچہ میں بے گھر رہا بے در رہا
پر ترے ہی در پہ میرا سر رہا
ان کو ہر لحظہ حیاتِ نو ملی
زیرِ خنجر عاشقوں کا سر رہا

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

درس مناجات رومی

۱۴ ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۹۳ء بروز جمعرات بعد
نماز مغرب بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

آنچہ در کونین زاشیا آنچہ ہست
وانما جاں را بہر حالت کہ ہست

اے خدا دنیا میں جتنی چیزیں ہیں مجھے وہی دکھایئے جو اُن کی اصل حالت ہے یعنی اشیاء کی ماہیت مجھے دکھایئے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کچھ ہوں اور نظر کچھ اور آئیں جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

مولانا کی مراد یہ ہے کہ اے اللہ ہماری شامت اعمال سے ہمیں تقلیب ابصار میں مبتلا نہ کیجئے کہ حق باطل اور باطل حق نظر آنے لگے ، حسنات سیئات اور سیئات حسنات معلوم ہونے لگیں بلکہ اپنے کرم سے ہر چیز کو اس کی اصلی شکل میں دکھایئے تاکہ حق حق نظر آئے اور باطل باطل دکھائی دے اور اس طرح حق کی اتباع اور باطل سے اجتناب آسان ہوجائے۔

آب خوش را صورتِ آتش مده
اندر آتش صورت آبی منہ

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی اللہ تعالیٰ کے حضور میں تقلیب ابصار کے عذاب سے پناہ مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ پانی کو ہمیں آگ کی صورت میں نہ دکھایئے یعنی حسنات کو غیر حسنات اور حق کو باطل نہ دکھایئے اور آگ کو ہمیں پانی نہ دکھایئے یعنی ایسا نہ ہو کہ ہماری شامتِ عمل سے سیئات ہم کو حسنات اور باطل ہم کو حق نظر آنے لگے۔

تکبر و خود بینی اور گناہوں پر مسلسل اصرار کی نحوست کی وجہ سے قلب کی بصیرت فاسد ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے بصارت میں فساد آجاتا ہے اور ایسے شخص کو حق باطل اور باطل حق نظر آنے لگتا ہے اور فانی شکلیں اور گناہ کے مواقع اور دنیائے مردار کی فانی لذتیں اس کو نہایت مہتم بالشان معلوم ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا آتش انگیز راستہ اس کو پانی کی طرح ٹھنڈا اور لذیذ معلوم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ جو پانی کی طرح صاف و شفاف اور حیات بخش ہے اسے آگ کی طرح گرم اور کلفت انگیز معلوم ہوتا ہے۔

اس تقلیب ابصار سے حدیث پاک میں پناہ میں آئی ہے۔ حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ

وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ

اے اللہ مجھے حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع بھی نصیب فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے اجتناب کی توفیق بھی نصیب فرما۔

(احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس حدیث پاک کی مندرجہ ذیل تشریح حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے حال ہی میں ۱۴۲۰ھ میں بعض اکابر علماء کے سامنے بیان فرمائی جو مضمون کی مناسبت کی وجہ سے یہاں شامل کی جاتی ہے)

اس حدیث پاک کا پہلا جملہ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا یہ نعمت اولیٰ ہے کہ اے اللہ حق کا حق ہونا مجھ پر واضح فرمادیجئے لیکن بعض وقت حق واضح ہوگیا لیکن آدمی اسے قبول نہیں کرتا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے ایک جملہ اور بڑھا دیا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ کہ اے اللہ جب آپ مجھ پر حق واضح فرمائیں تو اس کی اتباع بھی مقدر فرمادیجئے ۔ یہ دوسرا جملہ نعمت اولیٰ کا مکمل ہے کیونکہ حق کا ظاہر ہونا نعمت ہے لیکن اگر اتباع کی توفیق نہ ہو تو نعمت کی تکمیل نہیں ہوئی اور جو مقصد ہے وہ حاصل نہ ہوا اور بلاغت کلام نبوت دیکھئے کہ وَفِّقْنَا نہیں فرمایا کہ ہمیں توفیق دے دیجئے بلکہ وَارْزُقْنَا فرمایا کہ

ہمیں اس کی اتباع کا رزق دے دیجئے کیونکہ رزق اپنے مرزوق کو تلاش کرتا ہے جیسا کہ دوسری حدیث پاک میں ارشاد ہے:

اِنَّ الرِّزْقَ لَیَطْلُبُ الْعَبْدَ کَمَا یَطْلُبُہٗ اَجَلُہٗ (مشکوٰۃ)

رزق بندہ کو اس طرح تلاش کرتا ہے جس طرح اس کی موت اس کو تلاش کرتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم جہاں بھی رہیں اتباعِ حق کے رزق کو ہماری روح میں داخل کردیجئے۔ جسمانی رزق پیٹ میں داخل ہوتا ہے اور توفیقِ اتباع کا رزق روح کے اندر داخل ہوتا ہے لیکن بلاغت کلام نبوت کا کمال ہے کہ توفیق کو رزق کے لفظ سے تعبیر فرمایا کہ اتباعِ حق کا رزق ہمیں دے دیجئے کیونکہ ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَہَا

کسی نفس کو ہرگز موت نہیں آسکتی جب تک وہ اپنا رزق مکمل نہ کرلے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وارزقنا فرماکر اُمت کے لئے یہ نعمت مانگ لی کہ اے اللہ ہمیں مرنے نہ دیجئے جب تک ہم پوری پوری اتباعِ حق نہ کرلیں۔ جس طرح استکمالِ رزقِ ظاہری کے بغیر موت نہیں آسکتی اسی طرح اے اللہ استکمالِ رزقِ باطنی یعنی اتباعِ حق کی تکمیل کے بغیر ہمیں موت نہ دے، جب تک اتباعِ حق میں ہم مکمل نہ ہوجائیں ہمیں موت نہ آئے۔

اور حدیث پاک کا دوسرا جز ہے وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً اور باطل کو ہمیں باطل دکھا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ اور اس سے اجتناب کی توفیق بصورتِ رزق دے ، اجتناب عن الباطل کا رزق روحانی ہمیں خود تلاش کرلے کہ جس باطل کے نرغہ میں جہاں کہیں ہم پھنسے ہوں اس سے بچنے کی توفیق ہمارے رزق کی طرح وہاں پہنچ جائے اور ہمیں اس باطل سے اجتناب کی توفیق نصیب ہوجائے اور جب تک باطل اور معصیت اور گناہوں کے اعمال سے ہم کو طہارت کاملہ ، حفاظت کاملہ نصیب نہ ہو اے خدا ہمیں موت نہ آئے حَتّٰی تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا یہاں تک میرا نفس آپ کے اس رزق روحانی کو مکمل حاصل نہ کرلے۔

اور حدیث پاک میں لَنْ تَمُوْتَ کا لفظ آیا ہے کہ ہرگز کوئی نہیں مرسکتا جب تک کہ وہ اپنا رزق مکمل نہ کرلے تو اتباعِ حق اور اجتنابِ باطل کی توفیق کو رزق سے تعبیر فرمانا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمت پر رحم ہے کہ بغیر مکمل حق پرستی اور بغیر مکمل اجتناب عن المعاصی کے میری اُمت کو موت ہی نہ آئے۔ حق پرستی کے رزق کا نام اتباعِ حق ہے اور باطل سے پرہیزگاری و بے زاری کے رزق کا نام اجتناب عن المعاصی ہے ۔ جب اس دعا کی برکت سے حق کی اتباع اور باطل سے اجتناب رزق کی طرح افرادِ اُمت کے لئے مقدر ہوجائے گا تو انہیں موت نہ آئے گی جب تک یہ روحانی رزق مکمل ان کو نہ پہنچ جائے اور اس طرح وہ پاک و صاف ہو کر

اور اللہ کے پیار کے قابل ہو کر اللہ کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ (احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جنوبی افریقہ کے ایک شیخ الحدیث جو حضرت والا کی خدمت میں قیام کے لئے آئے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا کہ یہ تشریح بالکل الہامی ہے، ذہن کی رسائی ان معانی تک نہیں ہوسکتی جو حضرت والا نے بیان فرمائے خصوصاً توفیق کی رزق سے تعبیر کی مدلل تقریر عجیب و غریب ہے جو نہ کسی کتاب میں دیکھی نہ کسی سے سنی۔ جامع)

حضرت والا نے فرمایا کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے جو علوم میری زبان سے بیان کرادیتے ہیں وہ علوم بتاتے ہیں کہ یہ زمینی مُخرجات نہیں ہیں آسمانی مُنَزَّلات ہیں ؎

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

الحمد للہ تعالیٰ مولانا کے اس شعر کی شرح مدلل بالحدیث ہوگئی۔ مولانا نے اس شعر میں تقلیب ابصار کے اس عذاب سے پناہ مانگی ہے جس میں آگ پانی اور پانی آگ نظر آنے لگتا ہے یعنی حق باطل اور باطل حق نظر آتا ہے جس کا سبب غلبۂ جاہ یا غلبۂ باہ سے اعراض عن الحق ہے مثلاً کسی پر حق واضح ہوگیا لیکن اپنی جاہ و کبر و خود بینی کے سبب کہتا ہے کہ میں کسی مولوی کی بات نہیں مانتا،

جانتا ہے مگر مانتا نہیں۔ خواجہ صاحب نے ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا کہ ؂

حق جانتے تو ہیں وہ مگر مانتے نہیں
ضد ہے جنابِ شیخ تقدس مآب میں

حق سے اعراض کا سبب یہاں غلبۂ جاہ ہے جس سے حق کو قبول نہیں کرتا اور باطل اس کو حق نظر آتا ہے۔ اسی طرح کسی حسین کو دیکھ کر نفس کا حرام خوشیوں اور بدمستیوں سے مغلوب ہوجانا اور فانی صورتیں اس کو نہایت مہتم بالشان اور حکومت و سلطنت اور تاج و تخت سے زیادہ عظیم الشان معلوم ہونا یہ تقلیب ابصار بوجہ غلبۂ باہ کے ہے۔ غرض ابتلاء خواہ جاہ کے سبب سے ہو یا باہ کے سبب سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہئے جیسا کہ مولانا رومی ایک اور شعر میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح فریاد کرتے ہیں ؂

الغیاث از ابتلایت الغیاث
شد ذکور از ابتلایت چوں اناث

اے خدا آپ سے فریاد ہے، آپ سے فریاد ہے کہ آپ کے امتحان و آزمائش سے جلال الدین پناہ چاہتا ہے۔ بڑے بڑے مردانِ راہِ خدا جب آپ کی آزمائش میں مبتلا ہوئے تو مونث ثابت ہوئے

یعنی امتحان میں فیل ہوگئے اور ان کو حق باطل اور باطل حق نظر آنے لگا العیاذ باللہ۔

اسی لئے مولانا بارگاہ حق میں کس عجیب عنوان سے درخواست کرتے ہیں۔ مولانا کے علوم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کتنا بڑا عارف باللہ تھا۔ فرماتے ہیں ؎

یا غیاث المستغیثین اھدنا
لا افتخار بالعلوم والغناء

اے فریاد خواہوں کے فریاد رس ہمیں اپنی مرضی کے راستہ پر چلائیے، ہم کو اپنے علم پر کوئی فخر نہیں کیونکہ اگر آپ کا فضل نہ ہو تو ہمارا علم ہمیں آپ کی نافرمانی کے راستوں سے نہیں بچاسکتا۔ اسی لئے مشاہدہ ہے کہ بعضوں کے علم و عمل میں کتنے فاصلے ہوتے ہیں لہٰذا ہم اپنے علم کی وجہ سے آپ کی رحمت سے مستغنی نہیں ہوسکتے۔ ہمارا ہر سانس اور ہر لحۂ حیات آپ کی رحمت کا، آپ کی نصرت و مدد کا، آپ کے فضل و کرم کا محتاج ہے۔ ہمارا علم ہماری ہدایت کے لئے کافی نہیں بلکہ ہماری ہدایت آپ کے فضل و رحمت پر موقوف ہے۔ پس اے فریاد کرنے والوں کی فریاد سننے والے ہماری ہدایت کا ارادہ فرمالیجئے اور اپنا وہ فضل و رحمت و مشیت ہمارے شامل حال کردیجئے جس پر آپ نے قرآن پاک میں تزکیۂ نفس کی

بنیاد رکھی ہے۔

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَتُہٗ مَا زَکٰی
مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی پاک نہیں ہو سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو پاک کر دیتا ہے۔

کلامِ معرفت

کس قدر مسرور ہیں اللہ والے ذکر سے
کوئی بھی ان کے سوا دنیا میں خندیدہ نہیں
نام روشن کر گئے مر کر کے حق پر عارفیں
مر گئے جو مرنے والوں پر وہ حق دیدہ نہیں

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

درس مناجات رومی

۱۶ ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۸ مئی ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

از شراب قہر چوں مستی دہی
نیست ہارا صورت ہستی دہی

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ مسلسل نافرمانی و سرکشی اور گناہوں کے سبب آپ جس سے انتقام لینا چاہتے ہیں اس کو اپنے قہر کی شراب پلا دیتے ہیں یعنی اس کی عقل پر عذاب نازل فرمادیتے ہیں جس کی علامت یہ ہے کہ گناہوں میں اس کو بہت نشہ اور مستی محسوس ہوتی ہے اور اس کو اپنے انجام کی بھی پروا نہیں رہتی کہ یہ مستی موجب عذاب ہے اور ایسا شخص اپنی جان کے نفع و نقصان سے بے خبر ہو کر فَاَنۡسٰهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ کا مصداق ہوتا ہے اور شراب قہر کی مستی کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دنیائے فانی اس کو نہایت حسین، مہتم بالشان اور پائیدار نظر آتی ہے اور فانی صورتیں، فانی لذتیں اور فانی مزے اس کو حاصل زندگی اور حاصل کائنات معلوم ہوتے ہیں جن پر اس کی مٹی مٹی ہو کر خسر الدنیا والآخرۃ ہوجاتی ہے۔

تو بزن یا ربنا آب طہور
تا شود ایں نار عالم جملہ نور

اے ہمارے رب اپنے آب رحمت کا ایک چھینٹا اس عالم پر ڈال دیجئے جو شہوات نفسانیہ کی آگ میں جل رہا ہے تاکہ شہوت کی یہ آگ نور میں تبدیل ہوجائے یعنی اسباب قرب سے مبدل ہوجائیں۔

گر تو خواہی آتش آب خوش شود
ورنہ خواہی آب ہم آتش شود

اے خدا اگر آپ چاہیں تو آگ ٹھنڈا پانی بن سکتی ہے اور آپ نہ چاہیں تو پانی بھی آپ کے حکم سے آگ بن سکتا ہے یعنی اگر آپ چاہیں تو شر کو خیر بنادیں اور نہ چاہیں تو اسباب خیر پر خیر مرتب نہ ہو اور خیر شر بن جائے۔

کوہ و دریا جملہ در فرمان تست
آب و آتش اے خداوند آن تست

اے خدا پہاڑ اور سمندر آپ کے تابع اور آپ کے زیر فرمان ہیں اور آگ اور پانی سب میں آپ کی مختلف شانوں کا ظہور ہے۔

در عدم کے بود مارا خود طلب
بے طلب کردی عطا ہائے عجب

اے اللہ عدم میں ہمارا وجود نہ تھا، ہمارے پاس زبان نہ تھی جس سے ہم مانگتے لیکن بغیر طلب کے اور بغیر مانگے ہوئے آپ نے اپنی عطاؤں کے خزانے ہم پر برسادیئے۔ عالم عدم میں جبکہ ہمارے جسم و جان ہی نہ تھے تو ہم آپ سے یہ سوال کیسے کرتے کہ ہمیں وجود عطا فرمایئے لیکن آپ کے کرم نے بغیر سوال ہمیں وجود عطا فرمایا اور بدون سوال ہمیں انسانی قالب عطا فرمایا۔ آپ اگر چاہتے تو ہمیں کتے سور اور گدھے کے قالب میں پیدا کرسکتے تھے لیکن آپ کے کرم نے بغیر سوال اور بغیر طلب کے اشرف المخلوقات کے قالب میں پیدا فرمایا یعنی انسان بنایا اور پھر اے اللہ آپ نے کرم بالائے کرم یہ فرمایا کہ ہمیں کسی کافر یا مشرک کے گھر نہیں پیدا فرمایا اور مسلمان گھرانے میں پیدا فرما کر ایمان جیسی عظیم الشان دولت مفت میں عطا فرمادی جس کے آگے زمین و آسمان کے تمام خزائن اور ساری دنیا کی مجموعی نعمتیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں، ایمان عطا فرما کر گویا جنت کا ٹکٹ آپ نے بے مانگے عطا فرما دیا۔ اے اللہ اگر آپ ہمیں ایمان نہ عطا فرماتے تو ہم کس قدر عظیم خسارہ میں پڑ جاتے کہ اگر ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی ہمیں مل جاتی لیکن کفر و شرک کے سبب کتے اور سور سے بھی ہم بدتر ہوتے اور

مرنے کے بعد دائمی عذاب میں مبتلا ہوجاتے۔ اور اے اللہ اگر آپ کی مدد نہ ہوتی تو ہم بُری صحبت میں پڑ کر مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود نہ جانے کس گمراہی میں پڑ جاتے۔ کتنے لوگ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے لیکن آپ کے فضل سے محروم ہونے کے سبب مرتد اور کافر ہوگئے۔ لہٰذا اے اللہ یہ آپ کی رحمت اور فضلِ عظیم ہے کہ آپ نے اللہ والوں سے تعلق کی توفیق بخشی اور دین پر عمل نصیب فرمایا اور صحت روحانی اور جسمانی دونوں عطا فرمائیں اور کتنے امراض اور بیماریوں سے محفوظ فرمایا اور صحتمند جسم عطا فرمایا، معذور و محتاج نہ بنایا۔ غرض آپ کی ان نعمتوں کا شمار و احاطہ بھی محال ہے جو بدون مانگے آپ نے اپنے بندوں پر مبذول فرمائیں ؎

ما نبودیم و تقاضا ما نبود
لطف تو ناگفتۂ ما می شنود

اے اللہ جب ہم نہیں تھے تو ہمارے پاس تقاضائے سوال اور زبانِ طلب نہیں تھی لیکن آپ کے کرم سے ہماری بے زبانی بھی خالی نہ گئی اور آپ کے کرم نے ہماری ان کہی باتوں کو سن لیا۔

جان و ناں دادی و عمر جاوداں
سائر نعمت کہ ناید در بیاں

اے اللہ بغیر مانگے آپ نے ہمیں جان بخشی اور جان کی بقاء کے لئے روٹی دی اور روٹی سے طاقت پا کر جان جب اے اللہ آپ کی عبادت میں مشغول ہوئی تو آپ نے اس کو عمر جاوداں عطا فرمائی۔ جنت میں آپ ایسی حیات جاوداں عطا فرمائیں گے جس کے بارے میں آپ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان نبوت سے اپنے بندوں کو بشارت دے دی کہ

مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَ لَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ

جنت میں ایسی نعمتیں ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا، نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے قلب پر ان کا خیال گذرا۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ یہ تمام نعمتیں اور نہ جانے کتنی بے شمار نعمتیں آپ نے عطا فرمائی ہیں جو بیان میں نہیں آسکتیں۔

بے طلب تو ایں طلب ماں دادۂ
گنج احساں بر ہمہ بکشادۂ

اے اللہ جب بغیر مانگے ہوئے آپ نے اپنی محبت کی تڑپ ہمیں بخشی اور ہم پر احسان کے خزانے برسادئے

بے شمار و عد عطا بنہادۂ
باب رحمت بر ہمہ بکشادۂ

اور آپ کے کرم نے جب اتنے بڑے بڑے انعامات بے مانگے عطا فرمادئے کہ آپ نے خود فرمایا کہ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اگر اللہ کی نعمتوں کو تم شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے پس ہم پر آپ نے اپنی رحمت کے بے شمار دروازے کھول دئے۔

باطلب چوں نہ دہی لے حی و ودود
کز تو آمد جملگی جود و وجود

جب بے مانگے آپ نے یہ لطف و کرم فرمائے ہیں تو اے زندہ حقیقی اور اے محبت کرنے والے اللہ مانگنے والوں کو بھلا آپ کیونکر محروم فرمائیں گے کہ آپ ہی نے ہمارے وجود میں جود کے خزانے رکھ دئے ہیں، قوت باصرہ، قوت سامعہ، قوت ذائقہ، قوت شامہ، قوت لامسہ یعنی آنکھوں میں بینائی کا خزانہ رکھ دیا، کانوں میں شنوائی کا خزانہ رکھ دیا، منہ میں ذائقہ اور گویائی کا خزانہ رکھ دیا، ناک میں سونگھنے کا خزانہ رکھ دیا اور ہاتھوں میں چھونے کا خزانہ رکھ دیا اور یہ تو ظاہر خزانوں کا حال ہے اور باطن میں جو خزانے ہیں وہ ہم کو نظر نہیں آتے۔ جسم کے اندر ایک پورا کارخانہ چل رہا ہے۔ لقمہ نگلنے کے بعد ہمیں کچھ نہیں کرنا پڑتا، اندر معدہ کی مشین خود چالو ہوجاتی ہے، ایک لقمہ سات قسم کے ہضموں سے گذرتا ہے، ہضم معدی ہضم معوی وغیرہ پھر جگر میں خون بنتا ہے اور جگر دل کو خون

سپلائی کرتا ہے اور قلب جسم کی تمام شریانوں کو سپلائی کرتا ہے۔ جسم کے اندر ایک کارخانہ چل رہا ہے اور ہمیں اس کی خبر نہیں۔ تو اے اللہ جب بغیر مانگے آپ کے یہ الطاف و عنایات ہیں تو مانگنے والوں کو بھلا آپ کیوں نہ عطا فرمائیں گے۔ پس اے اللہ میں آپ سے اپنے وجود کی تطہیر یعنی تزکیۂ نفس کا سوال کرتا ہوں تاکہ جب میں برائیوں سے پاک ہوجاؤں گا تو آپ کو پا جاؤں گا کیونکہ آپ پاک ہیں ناپاکوں کو نہیں ملتے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرالیا وہ فلاح پاگیا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

چوں شدی زیبا بداں زیبا رسی

جب تم زیبا یعنی اخلاق رذیلہ سے پاک ہوجاؤگے تو اس زیبا حقیقی تک پہنچ جاؤگے۔

ایں طلب در ماہم از ایجاد تست
رستن از بیداد یارب داد تست

ہمارے اندر جو اے اللہ آپ کی طلب ہے یعنی ہم جو آپ کو چاہتے ہیں یہ بھی آپ ہی کی عطا ہے ؎

مری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

اور بے وفائی اور ظلم یعنی گناہ سے رہائی اور خلاصی پاجانا یہ سب آپ کی توفیق اور عطا وکرم ہے ورنہ اگر آپ کا فضل نہ ہو تو کوئی گناہ نہیں چھوڑ سکتا۔ جس کو گناہ چھوڑنے کی توفیق ہوگئی سمجھ لو اس پر اللہ کی رحمت نازل ہوگئی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ

اے اللہ مجھ پر وہ رحمت نازل فرما جس کی برکت سے میں گناہ چھوڑدوں اور جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا یہ دلیل ہے کہ یہ اللہ کا طالب ہے۔

بے طلب ہم می دہی گنج نہاں
رائیگاں بخشیدۂ جان جہاں

اے اللہ بغیر مانگے ہوئے آپ خشیت و محبت و تقویٰ کی باطنی دولت عطا فرماتے ہیں اور مفت میں اہل جہان کو جان یعنی نسبت خاصہ مع اللہ اپنے کرم سے عطا فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اپنے مجاہدات کا ثمرہ نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اللہ کی عطا کا سبب اللہ کی عطا، ان کے کرم کا سبب ان کا کرم، ان کی رحمت کا سبب ان کی

رحمت ہے۔ اللہ کی عطا و کرم کی نسبت اپنے مجاہدات کی طرف کرنا اعراض عن الحق اور عین ناشکری ہے ۔ حضرت حکیم الامت بیان القرآن کے حاشیہ مسائل السلوک میں تحریر فرماتے ہیں ان بعض المغترین من الصوفیاء والسالکین ینسبون کمالاتھم الیٰ مجاھداتھم فھذا عین الکفران بعض صوفیاء و سالکین اپنے کمالات کی نسبت اپنے مجاہدات کی طرف کرتے ہیں یہ عین ناشکری ہے ۔

ھٰکذا انعم الیٰ دارالسلام
بالنبی المصطفیٰ خیر الانام

اے خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں یہ انعامات ہم پر مبذول فرماتے رہئے یہاں تک کہ ہم جنت میں پہنچ جائیں۔

اے خدا اے فضل تو حاجت روا
باتو یاد ہیچ کس نبود روا

اے خدا آپ کا فضل ہی حاجت روائی کرتا ہے ، آپ کی یاد کے ساتھ کسی اور کی یاد ناروا ہے یعنی حاجت روائی صرف آپ ہی کے لئے خاص ہے اس میں کسی اور کو شریک کرنا جائز نہیں کیونکہ آپ کے سوا کوئی بندوں کے کام نہیں بنا سکتا۔

ایں قدر ارشاد تو بخشیدۂ
تابدیں بس عیب ما پوشیدۂ

اے خدا جو ارشادات و ہدایات آپ نے اپنے دین کے ذریعہ ہمیں عطا فرمائیں یہاں تک کہ ان ہدایات پر عمل نہ کرنے کے ہمارے عیب کو بھی آپ کے کرم نے چھپایا، اور ہمیں رسوا نہ فرمایا۔

جمع ضدین خوشی و غم

رضائے دوست کی خاطر یہ حوصلے ان کے
دلوں پہ زخم ہیں پھر بھی یہ مسکراتے ہیں
عجیب مظہرِ اضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

درس مناجات رومی

۱۷ ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۹۳ء بروز اتوار بعد نماز مغرب بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

قطرۂ دانش کہ بخشیدی زپیش
متصل گرداں زدریاہائے خویش

اے اللہ علم کا وہ قطرہ جو آپ نے اپنی طرف سے مجھے بخشا ہے اس کا اتصال اپنے غیر محدود دریائے علم سے فرمادیجئے یعنی میرے محدود علم کو اپنے علم لا محدود سے ملا دیجئے تاکہ میرا وہ قطرۂ علم صرف کتب بینی تک محدود نہ رہے بلکہ قطب بینی سے مشرف ہوکر آپ کے غیر محدود دریائے علم سے متصل ہوجائے ۔ جو لوگ صرف کتب بینی سے علم کے حروف اور نقوش حاصل کرتے ہیں ان کے علم کی مثال حوض کی سی ہے جس کا پانی ایک دن ختم ہوجائے گا اور جو لوگ کتب بینی کے ساتھ قطب بینی بھی کرتے ہیں یعنی رسمی علوم ظاہرہ کی تحصیل کے ساتھ کسی صاحب نسبت کی صحبت میں رہ کر اللہ کی محبت حاصل کرتے ہیں ، اپنے نفس کی اصلاح کراتے ہیں ، گناہوں سے بچنے میں ہر مجاہدہ و مشقت کو ، ہر غم کو برداشت کرتے ہیں ان کے علم کی مثال ایسی ہے جیسے کنویں کی گہرائی میں زمین کے

اندر سے سوتہ پھوٹ جائے تو اب اس کا پانی کبھی ختم نہیں ہوگا ۔ پس جب کوئی عالم کسی اللہ والے کی صحبت کی برکت سے صاحب نسبت ہوجاتا ہے تو اس کے قطرۂ علم کا اتصال حق تعالیٰ کے غیر محدود دریائے علم سے ہوجاتا ہے اور اس کا علم کبھی ختم نہیں ہوتا۔ عالم غیب سے اس کے قلب پر ایسے علوم وارد ہوتے ہیں کہ کتب بینی والے حیرت میں رہ جاتے ہیں کہ یہ علوم اس کو کہاں سے آرہے ہیں جو ہم نے کتابوں میں نہیں پڑھے ۔ ان اہل ظاہر کو پتہ نہیں کہ اس کے علم کا خفیہ رابطہ کس غیر محدود دریائے علم سے ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

خم کہ از دریا در او راہے شود
پیش او جیحونہا زانو زند

جس مٹکے کا رابطہ خفیہ طور پر سمندر سے ہوجائے تو اس کے سامنے بڑے بڑے دریائے جیحون و فرات زانوئے ادب تہہ کرتے ہیں کیونکہ ان دریاؤں کا پانی خشک ہوسکتا ہے لیکن اس مٹکے کا پانی کبھی خشک نہیں ہوگا کیونکہ اس کے اندر مخفی راستہ سے سمندر کا پانی آرہا ہے ۔ پس جس کو کسی صاحب نسبت کی صحبت سے اللہ کی محبت حاصل ہوگئی اور اپنے علم پر عمل کی توفیق ہوگئی اس کو علم کی روح حاصل ہوگئی کیونکہ علم کی روح عمل ہے، علم اسی وقت علم ہوتا ہے

جب اس پر عمل کی توفیق ہو جائے ۔ ورنہ جس کو اپنے علم پر عمل کی توفیق نہیں وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں مثلاً غضِ بصر کا حکم معلوم ہوگیا لیکن عمل نہیں کرتا تو اس کو ابھی علم حاصل نہیں ہوا ، علم کے صرف نقوش حاصل ہوئے لیکن جب کوئی حسین شکل سامنے آئی اور غض بصر کے حکم کو اس نے اپنی آنکھوں پر نافذ کرلیا تو علم غضِ بصر اس کو اب حاصل ہوا۔ معلوم ہوا کہ جو علم مقرون بالعمل نہ ہو علم کہلانے کا مستحق نہیں صرف اضافہ معلومات اور ذہنی تعیش ہے ۔

علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

جو علم اللہ کا راستہ نہ دکھائے یعنی جس علم کے بعد اللہ کا راستہ طے کرنے کی توفیق نہ ہو وہ علم نہیں جہالت ہے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ۔

ایها القوم الذی فی المدرسة
کلما حصلتموهُ وسوسة

اے وہ قوم جو مدرسہ میں تحصیل علم میں مصروف ہے جب تک تمہارا علم مقرون بالعمل نہ ہوگا تو یہ تمہارا محض وہم و گمان ہے کہ تمہیں علم حاصل ہوگیا۔

علم نبود الا علم عاشقی
ما بقی تلبیس ابلیس شقی

علم سے مراد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا آجائے، اللہ کے راستہ پر چلنا آجائے ورنہ آدمی صرف عالم منزل ہوگا، بالغ منزل نہ ہوگا اور مقصد علم بالغ منزل مولیٰ ہونا ہے۔ اگر علم کسی کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ نہ ہوا تو یہ ابلیس شقی کی تلبیس ہے۔ مولانا کا یہ شعر دریا بکوزہ کا مصداق ہے۔ مولانا نے صرف یہ مانگ کر کہ اے اللہ میرے قطرۂ علم کو اپنے علم کے غیر محدود سمندر سے متصل کردیجئے اس اتصال کا طریقہ اور جملہ لوازمات سلوک سب مانگ لئے جس کی تفصیل مولانا ہی کی برکت سے الحمد للہ تعالیٰ بیان ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ اگلے شعر میں مولانا فرماتے ہیں۔

قطرۂ علم است اندر جان من
وارہانش از ہوا واز خاک تن

اے خدا علم کا جو قطرہ آپ نے میری جان کو بخشا ہے وہ میری خواہشات نفسانیہ کی خاک سے آلودہ ہے یعنی اس قطرۂ علم کا نور میرے رذائل نفسانیہ اور عناصر اربعہ کے تقاضائے خبیثہ کی ظلمتوں

میں چھپا ہوا ہے۔ پس آپ اپنے کرم سے اسے اجزائے خاکی اور ہوائے نفس کی قید سے رہائی دلا کر اپنے دریائے نور سے متصل کر دیجئے کیونکہ آپ کے نور کے سامنے نفس کی ظلمات نہیں ٹھہر سکتیں اور جب ان ظلمات سے میرا قطرۂ علم پاک ہو جائے گا تب ہی اس کا نور صاف میرے لئے مفید ہوگا۔ پس اے اللہ جلد از جلد اسے خواہشات نفس سے رہائی دلا دیجئے۔

پیش ازاں کیں خاکہا خسفش کند
پیش ازاں کیں بادہا نشفش کند

ارشاد فرمایا کہ خسف کے معنیٰ ہیں گہن اور نشف کے معنیٰ ہیں چوسنا، پونچھنا، صاف کرنا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ قبل اس کے کہ اس قطرۂ علم کو یہ خاک گہن لگادے۔ مولانا یہاں خاک کی جمع خاکہا کیوں لائے؟ اس لئے کہ جسم کی خاک مختلف انواع میں تقسیم ہے۔ آنکھوں کی خاک حرام نظارے چاہتی ہے، کانوں کی خاک گانے سننا چاہتی ہے، زبان کی خاک اجنبیہ عورت یا امرد سے باتیں کرنا چاہتی ہے، ہاتھوں کی خاک حسینوں کو چھونا چاہتی ہے، یہ خاک خاک پرستی چاہتی ہے، ایک مٹی دوسری مٹی کو پوجنا چاہتی ہے، مراد یہ ہے کہ خواہشات نفسانیہ کہیں میرے قطرۂ علم کو بالکل ہی ضائع نہ کردیں اور دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ قبل اس

کے کہ قبر کی مٹی اس قطرۂ علم کو فنا کردے اور قبل اس کے کہ ہوائیں اس کو چوس کر ختم کردیں اور خسرالدینا و الآخرۃ کا مصداق بنا دیں۔

گرچہ چوں نشفش کند تو قادری
کش از ایشاں و استانی وخری

لیکن اے اللہ خواہشات نفسانیہ اس قطرۂ علم کو اور نورِ تقویٰ کو بالکل فنا کردیں تو بھی آپ قادر ہیں کہ نفس کے چنگل سے اس کو واپس لے کر اس کے نور کو دوبارہ بحال کردیں اور غفلت سے حیات مردہ کو اپنی یاد سے دوبارہ زندہ کردیں۔

قطرۂ کو در ہوا شد یا کہ ریخت
از خزینہ قدرت تو کے گریخت

جو قطرہ ہواؤں میں بکھر کر فنا ہوگیا یا خاک میں گر کر ضائع ہوگیا یعنی ہمارا نورِ تقویٰ گناہوں کی ظلمتوں میں چھپ گیا لیکن اے خدا آپ کے خزانۂ قدرت سے نکل کر وہ کہاں بھاگ سکتا ہے، آپ ہمارے اس نورِ تقویٰ کو شیطان و نفس سے ہمیں دوبارہ واپس دلا سکتے ہیں یعنی توفیق توبہ دے کر ظلمات معاصی سے چھڑا کر ہمیں دوبارہ اپنی محبت و تقویٰ کا نور عطا فرماسکتے ہیں۔

گر در آید در عدم یا صد عدم
چو بخوانید او کند از سر قدم

اگر اس قطرۂ علم پر سینکڑوں عدم طاری ہو جائیں لیکن اگر آپ اس کو بلائیں گے تو وہ سر کے بل آئے گا ، عدم سے پھر وجود پا جائے گا۔

صد ہزاراں ضدّ ضد را می کشد
باز شاں فضل تو بیروں می کشد

لاکھوں ضدیں اپنے ضد کو کھینچ رہی ہیں ۔ تقویٰ کا ضد فجور ہے۔ تقویٰ کے نور کو ظلمات معاصی اپنے طرف کھینچ کر فنا کر رہے ہیں لیکن آپ کا فضل توبہ و استغفار کی توفیق سے اس کو پھر ظلمات سے باہر کھینچ لیتا ہے کما قال اللّٰہ تعالیٰ :

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ

اللہ اہل ایمان کا ولی ہے ، ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا رہتا ہے۔

از عدم ہا سوئے ہستی ہر زماں
ہست یارب کارواں در کارواں

عالم عدم سے عالم وجود میں اے رب ہزار ہا قافلے آپ لا رہے ہیں۔ جس طرح کائنات میں ہر لمحہ ہزاروں بچے پیدا ہو رہے ہیں، عدم سے وجود میں آ رہے ہیں اسی طرح ظلمات معاصی میں غرق ہزاروں انسانوں کو توفیقِ توبہ سے آپ حیاتِ ایمانی عطا فرما کر ظلمت سے نور اور عدم سے وجود عطا فرما رہے ہیں۔

خاصہ ہر شب جملہ افکار و عُقول
نیست گردد غرق در بحرِ نغول

اور ہر رات کو تمام افکار و عقول اور ہوش و حواس عدم کے بحرِ عمیق میں غرق ہو جاتے ہیں اور نیند سے ان کے وجود پر گویا عدم طاری ہو جاتا ہے۔ مولانا رومی ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

شب ز زنداں بے خبر زندانیاں
شب ز دولت بے خبر سلطانیاں

نیند قیدیوں کو قید خانے سے بے خبر کر دیتی ہے اور بادشاہوں کو اپنی سلطنت سے بے خبر کر دیتی ہے۔

تا زوقتِ صبح چوں الٰلہیاں
می زنند از بحر سر چوں ماہیاں

لیکن صبح کے وقت وہ افکار و عقول مثل اللہ والوں کے پھر بیدار ہو جاتے ہیں اور عدم کے بحر عمیق سے یعنی بے ہوشی کے سمندر سے مچھلیوں کی طرح پھر سر نکالتے ہیں۔

(درس مناجات مثنوی کے دوران حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے مثنوی کے چند اشعار کی شرح فرمائی جو اگرچہ مناجات کے نہیں ہیں لیکن نہایت نافع ہیں اس لئے وہ اشعار مع شرح یہاں تحریر کئے جاتے ہیں۔ جامع)

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

قوت جبریل از مطبخ نبود
بود از درگاہ خلاق ودود

حضرت جبرئیل علیہ السلام اور جملہ فرشتوں کے اندر جو طاقت ہے وہ ان کو روٹی سے نہیں ملی کیونکہ کوئی فرشتہ روٹی نہیں کھاتا۔ ان کی طاقت اللہ کی طرف سے ہے، عطاء حق ہے۔ فرشتے نور سے ہیں، وہ روٹی کے محتاج نہیں لیکن ان کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جن کے پانچ سو بازو ہیں انہوں نے اپنا صرف ایک بازو استعمال کیا تھا اور قوم لوط کی چھ لاکھ کی چھ بستیوں کو اٹھا کر آسمان تک لے گئے اور الٹ دیا

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (سورة الحجر پ ۱۴)

لہٰذا اللہ تعالیٰ ہم سب کو روحانی طاقت نصیب فرمائے۔ اس روحانی طاقت سے ہی انسان نفس اور شیطان کو پچھاڑ سکتا ہے۔ روٹی کھا کر تو شہوتِ نفس اور شیر بنے گی لہٰذا اللہ کے ذکر سے، گناہوں سے بچنے سے اور اللہ والوں کی صحبت سے روح میں طاقت آتی ہے اور انسان اس طاقت سے ہی نفس و شیطان کو شکست دے سکتا ہے۔ اگر روحانی طاقت نہ ہوگی تو نفس و شیطان اس کو پچھاڑ دیں گے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

دوست مارا زر دہد منت نہد
رازق ما رزق بے منت دہد

ہم کو ہمارے دوست احباب تھوڑا سا پیسہ قرضہ دے دیتے ہیں اور پھر منت اور احسان رکھتے ہیں کہ ہم نے اپنے دوست کی مدد کی تھی، اس کی شادی میں ہم نے دس ہزار روپیہ دیا تھا، زیور بنائے تھے وغیرہ اور ہمارا رزق دینے والا ہم کو بغیر احسان جتائے رزق دیتا ہے۔ کیا کبھی اللہ میاں نے احسان جتلایا کہ ہم نے سورج سے تمہارا غلہ پکایا اور پھر تم کو روٹی پہنچائی اور یہ روٹی ہم نے تم کو کس طرح پہنچائی کہ سورج، چاند بادل ہوا اور پانی کو تمہارا رزق تیار کرنے کی خدمت میں لگادیا۔ تمہارے ایک لقمہ میں ساری کائنات کی خدمات

شامل ہیں اور پھر تمہیں صحت دی کہ جس کی برکت سے تم رزق کھارہے ہو۔ تمہارے معدے میں جس سے تم آج کھارہے ہو السر اور کینسر نہیں پیدا ہونے دیا ورنہ اگر معدے میں کینسر اور السر ہوجاتا تو تم روٹی نہیں کھاسکتے تھے۔ ہمارا رازق کیسا کریم ہے، ہمیں رزق دیتا ہے اور ہم پر کوئی احسان نہیں جتاتا۔

عقل می گوید کہ بر اسباب پر
عشق می گوید مسبّب را نظر

عقل کہتی ہے کہ تم اسباب پر اڑو اور عشق کہتا ہے کہ سبب کے پیدا کرنے والے پر نظر رکھو۔ اسباب بھی اللہ تعالیٰ کے حکم اور مشیت کے تابع ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اسباب میں اثر پیدا کردیتے ہیں اور اسباب کے مطابق نتیجہ برآمد ہوجاتا ہے اور جب ان کی مشیت نہیں ہوتی تو اسباب کو بے اثر کردیتے ہیں اور باوجود اسباب کے مقصود حاصل نہیں ہوتا اور اس کی ایک مثال دیتا ہوں، بہت عجیب علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ روٹی سبب ہے پیٹ بھرنے کا اور پانی سبب ہے پیاس بجھانے کا لیکن اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں تو ان اسباب کو بے اثر کردیتے ہیں۔ ایک مرض ہے جس کا نام طب یونانی میں جوع البقر ہے جس میں یہ ہوتا ہے کہ چاہے کتنی ہی روٹیاں کھاتے چلے جاؤ لیکن بھوک ختم نہیں ہوتی اور ایسے ہی ایک

اور مرض ہے جس کا نام استسقاء ہے جس میں آدمی پانی پیتے پیتے مر جاتا ہے لیکن پیاس نہیں بجھتی چاہے ایک حوض پانی پی لے۔ اگر اسباب موثر بالذات ہوتے تو روٹیاں ہمیشہ بھوک کو سیر کر دیتیں اور پانی ہمیشہ پیاس کو بجھا دیتا۔ معلوم ہوا کہ اسباب اپنی تاثیر میں حق تعالیٰ کی قدرت قاہرہ سے مستغنی نہیں ہوسکتے۔ اسباب اپنی صفات کے مظہر ہیں لیکن ہر مظہر اپنی صفت مظہریت کے ظہور میں ہر وقت محتاج ہے مُظہِر کا یعنی اللہ تعالیٰ کا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی شان مُظہِریت اثر انداز نہ ہوگی تو اسباب کی مَظہریت موثر نہیں ہوسکتی۔ جیسے برف صفت برودت اور ٹھنڈک کا مظہر ہے اور آگ صفت حرارت کی مظہر ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے نارِ نمرود کو حکم دیا کہ یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ (پ۱۷ انبیاء) تو آگ نے اپنی صفت حرارت چھوڑ دی اور ٹھنڈی ہوگئی اور بجائے جلانے کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آرام پہنچانے لگی۔ معلوم ہوا تمام اسبابِ عالم مُسبّبِ حقیقی کے تابع ہیں اس لئے اسباب پاکر مُسبّب سے بے خبر اور مستغنی نہ ہو۔ اسباب تو اختیار کرو کیونکہ دنیا دارالاسباب ہے۔ ان اسباب کے پردہ ہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو چھپا لیا ورنہ نظام عالم درہم برہم ہوجاتا اور عالم غیب عالم غیب نہ رہتا۔ اب بظاہر اسباب سے نظام عالم چلتا ہوا نظر آتا ہے لیکن در حقیقت اسباب کے پردہ میں انہیں کا دست قدرت کارفرما ہے۔ اس

لئے حکم ہے کہ تدابیر و اسباب کو اختیار کرو لیکن ان کو موثر بالذات نہ سمجھو۔ اسباب کو اختیار کر کے اعتماد اللہ تعالیٰ پر کرو کہ اگر وہ چاہیں گے تو ان تدابیر و اسباب میں اثر ڈال دیں گے اور اگر نہ چاہیں گے تو یہ اسباب ہمارا کام نہیں بنا سکتے۔ اسی لئے ایک صحابی نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اللہ کے بھروسہ پر اونٹ کو کھلا چھوڑ دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ کو رسی سے باندھو، پھر رسی پر بھروسہ نہ کرو، اللہ پر بھروسہ کرو۔ اسی کو مولانا رومی نے فرمایا ؎

گفت پیغمبر بہ آواز بلند
بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

ترجمہ : پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بھروسہ پر اونٹ کو رسی سے باندھ دے لیکن رسی پر بھروسہ نہ کر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں توکل کی شرعی تعریف یہ ہے **ترکیب الاسباب دون الاعتماد والاعتماد علی اللہ** ۔ اسباب کو اختیار کرنا لیکن ان پر اعتماد نہ کرنا اور اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرنا۔

درس مناجات رومی

۱۸ ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۹۳ء بروز دوشنبہ بعد نماز مغرب بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

شد صفیر باز جاں در مرج دیں
نعرہ ہائے لا احب الآفلیں

ارشاد فرمایا کہ دین کی شکارگاہ میں باز شاہی یعنی جانباز الٰہی کی آواز مثل حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا احب الآفلین کے نعرے ہیں کہ میں فنا ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا اور سوا اللہ کے کسی اور کی طرف رخ نہیں کرتا اور بجز رضاء الٰہی کسی چیز کو محبوب نہیں رکھتا اور نعروں سے مراد محض زبانی نعرے نہیں بلکہ غیر اللہ سے عملی اعراض اور قول مقرون بالعمل ہے لہٰذا شہباز حق، جاں باز الٰہی اور عاشق حق سے یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ کو چھوڑ کر فانی شکلوں پر مرنے لگے اور مثل گدھ کے مردہ لاشوں کو کھانے لگے اور جس طرح باز شاہی مردہ جانوروں کی لاشوں سے صرف نظر کرتا ہوا صرف زندہ شیر کا شکار کرتا ہے اسی طرح عاشق حق دنیائے مردار اور حسن فانی کی طرف رخ کرنا اپنی توہین سمجھتا ہے اور صرف زندہ حقیقی حی و قیوم تعالیٰ

شانہ کی ذات پاک اس کا محبوب و مطلوب و مقصود ہے۔

باز دل را کز پئے تو می پرید
از عطائے بے حدت چشمے رسید

مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ باز قلب جو آپ کے لئے آپ کی طرف اڑ رہا تھا اور آپ کی رضا کے اعمال کے اختیار کرنے اور غیر رضا کے اعمال سے بچنے کے مجاہدات کر رہا تھا آپ کے کرم غیر محدود کے صدقہ میں اس کو چشم بینا عطا ہوگئی یعنی اہل اللہ کی مصاحبت ، ذکر اللہ پر مداومت ، گناہوں سے محافظت ، اسباب گناہ سے مباعدت اور سنت پر مواظبت کی برکت سے اس کی جان نسبت خاصہ مع اللہ کے نور سے مشرف ہوگئی۔

رَبِّ اَتْمِمْ نُوْرَنَا بِا لسَّاهِرَهْ
وَانْجِنَا مِنْ مُّفْضِحَاتِ الْقَاهِرَهْ

اے اللہ ہمارے نور کو روز محشر تام فرمادیجئے اور وہاں کی سخت رسوائیوں سے ہمیں نجات دیجئے۔

یار شب را روز مہجوری مدہ
جان قربت دیدہ را دوری مدہ

مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہے ہیں کہ اے اللہ آدھی رات کے بعد تہجد و مناجات و گریہ و زاری و اشکباری کی توفیق عطا فرما کر جس کو آپ نے اپنا دوست بنا لیا اس کو جدائی کا دن نہ دکھائیے اور جس جان نے آپ کے قرب کا مزہ چکھ لیا اس کو دوری کا عذاب نہ دیجئے یعنی گناہ اور نافرمانی کے ان اعمال سے حفاظت بھی مقدر فرمادیجئے جو آپ سے بُعد اور دوری کا سبب بن جاتے ہیں۔

بُعد تو مرگ ست بادرد و نکال

خاصہ بُعدے کاں بود بعد از وصال

اے اللہ آپ کا بُعد اور دوری تو خود ایک موت ہے اور یہ موت بھی ایسی ہے کہ جس کے بعد بھی چین نہیں ملتا بلکہ الم و عقوبت ساتھ ہوتا ہے ، خاص کر وہ دوری تو اور زیادہ تلخ اور الم انگیز ہوتی ہے جو لذت قرب ملنے کے بعد ہو۔ پس زندگی آپ کے تعلق و محبت کے بعد زندگی کہلانے کی مستحق ہے ورنہ وہ زندگی نہیں موت ہے جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

اَفَمَنْ كَانَ مَيْتاً فَاَحْيَيْنَاهُ

کیا وہ شخص جو (بوجہ کفر کے) مردہ تھا پس ہم نے اس کو (ایمان عطا فرما کر) زندہ کر دیا۔

معلوم ہوا کہ ایمانی حیات ہی اصلی حیات ہے اور اللہ سے دوری موت ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ اللہ کے قرب کا مزہ چکھا ہی نہ ہو اور جس کو قربِ الٰہی کی لذت مل گئی پھر کسی شامت عمل سے وہ اللہ سے دور ہوگیا تو نور کے بعد ظلمت کا احساس نہایت شدید ہوتا ہے جیسے ایک بینا آدمی کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہے تو اس کو ظلمت سے سخت بے چینی و پریشانی ہوگی برعکس نابینا کے کہ اگر اندھیرے پر اندھیرے طاری ہوتے رہیں تو نابینا کو کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو لوگ ذاکر ہیں اور اہل اللہ کے تعلق کی برکت سے ہر وقت انوار میں رہتے ہیں ان سے اگر کبھی خطا ہوجاتی ہے تو گناہ کی ظلمت کا احساس ان کو نہایت شدید ہوتا ہے اور ان کے دل پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے ؎

بردل سالک ہزاراں غم بود
گر ز باغ دل خلالے کم بود

سالک پر غموں کے ہزاروں پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں اگر اس کے دل میں باغ قرب سے ایک تنکا بھی کم ہوجائے ۔ اسی کو مولانا نے وصال سے تعبیر فرمایا کہ وصل و قرب کے بعد فراق زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

اس کے برعکس اللہ سے غافل اور نافرمان جو غرق ظلمات

معاصی ہیں گناہوں کے مسلسل ارتکاب سے ان کے باطن میں ظلمت پر ظلمت چڑھتی جاتی ہے لیکن مثل نابینا کے ان کو کوئی احساس نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس حالت سے ہر ایک کو بچائے۔

آں کہ دیدستت مکن نادیدہ اش
آب زن بر سبزۂ بالیدہ اش

جس نے آپ کو دیکھ لیا اس کو ایسا نہ ہونے دیجئے کہ جیسے اس نے کبھی آپ کو دیکھا ہی نہ تھا یعنی جو توفیق اعمال صالحہ سے آپ کے قرب سے مشرف ہوگیا اس کو اپنی ناراضگی کے اعمال میں مبتلا نہ ہونے دیجئے کیونکہ جس نے آپ کو دیکھا ہی نہیں وہ اگر آپ کی نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن جو آپ کے قرب سے مشرف ہوا اس کا دوری کے عذاب میں مبتلا ہونا سخت تعجب و حیرت اور عبرت کی بات ہے کہ قرب کا مزہ چکھنے والا کس طرح تلخی فراق پر صبر کئے ہوئے ہے۔

گر خفاشے رفت در کور و کبود
باز سلطاں دیدہ را بارے چہ بود

اگر چمگادڑ تاریکیوں میں جا کر غلاظت کو چاٹ رہا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن وہ باز شاہی جس نے بادشاہ کی نگاہیں دیکھی

ہیں اس کو کیا ہوگیا کہ چمگادڑ کی طرح غلاظتوں میں ملوث ہورہا ہے۔

لہٰذا اے اللہ جس نے آپ کا روئے زیبا دیکھ لیا یعنی آپ کے قرب سے مشرف ہوگیا اس کو اپنی دوری اور بعد سے معذب نہ ہونے دیجئے بلکہ اس کے نوخیز سبزۂ معرفت کی آبیاری کیجئے یعنی توفیق نالہ وہ فغاں و گریہ و زاری و اشکباری سے اس کی محبت و معرفت میں ترقی عطا فرمائیے۔

ہیں مراں از روئے خود اورا بعید
آں کہ او یکبار روئے تو بدید

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی کس عاشقانہ انداز سے اللہ تعالیٰ سے درخواست کررہے ہیں کہ جس شخص نے ایک بار بھی آپ کا جمال دیکھ لیا اس کو کبھی اپنے پاس سے نہ بھگائیے یعنی اپنے کرم سے آپ نے جس کو ایک بار بھی اعمال صالحہ ، ذکر و فکر اور اپنی یاد اور محبت کی توفیق دے کر اپنا پیارا بنالیا پھر اس کو اپنے قرب سے محروم نہ فرمائیے یعنی اس کے نفس کے حوالے نہ فرمائیے کہ گناہوں میں مبتلا ہوکر وہ آپ سے دور ہوجائے اور شقاوت و بدبختی اس کو پکڑلے۔

دید روئے جز تو شد غلِ گلو
کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلُ

اے خدا آپ کے حسن و جمال کے سوا کسی غیر کی طرف رخ کرنا گلے کا طوق ہے ، مصیبت اور غلامی ہے کیونکہ آپ کے سوا ہر چیز فانی، باطل اور لاشے ہے یعنی آپ سے صحیح تعلق اور اطاعت و فرماں برداری غیر فانی سکون و اطمینان کا سبب ہے کیونکہ آپ کی ذات پاک باقی ، قدیم اور غیر فانی ہے اور آپ کے سوا کسی اور سے دل لگانا بے سکونی ، اضطراب اور بے چینی کا ذریعہ ہے کیونکہ آپ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے اور جو چیز علی معرض فنا و زوال ہو اس سے حاصل ہونے والا سکون بھی فانی اور باعث تشویش و اضطراب ہوگا۔

اور ماسویٰ ہر وہ چیز ہے جس مقصود اللہ نہ ہو اور جو اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ بھی نہ بن سکتی ہو۔ اس میں ہر گناہ و نافرمانی اور اللہ سے غافل کرنے والے اسباب داخل ہیں کیونکہ یہ بالکل غیر اللہ ہے جو نہ مقصود حق ہو سکتا ہے نہ ذریعۂ مقصود بننے کی صلاحیت رکھتا ہے لہٰذا وہ چیزیں جن کا مقصود اللہ ہے یا جو ذریعہ اور وسیلہ ہیں وصول الی اللہ کا وہ ہرگز غیر اللہ نہیں اس لئے وہ بھی مقصود ہیں جیسے اللہ والوں سے تعلق ، ماں باپ بیوی بچوں اعزا و اقربا کے حقوق کی ادائیگی وغیرہ سب مقصود ہیں کیونکہ یہ ذریعہ ہیں حق تعالیٰ کی رضا کا اور رضاء حق مقصود ہے اور مقصود کا ذریعہ بھی مقصود ہوتا

ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا کہ جو تعلق للحق ہوتا ہے وہ بالحق ہوتا ہے یعنی جو تعلق اللہ کے لئے ہے وہ اللہ ہی کا تعلق ہے اس کو غیر اللہ سمجھنا نادانی ہے۔ اسی لئے مولانا رومی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ کیونکہ آپ کے سوا ہر چیز فانی ہے اس لئے آپ کے سوا کسی اور کو چاہنا اپنے گلے میں مصیبت کا طوق ڈالنا ہے۔

باطل اند ومی نمایندم رشد
زانکہ باطل باطلاں را می کشد

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی بارگاہ حق میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ میری نگاہ غلط بیں میں باطل اور فانی چیزیں مثلاً دنیائے فانی کی رنگینیاں اور حسینانِ مجازی وغیرہ جو اصلاً آپ کے غیر ہیں اپنی ظاہری کشش اور ملمع سازی سے مجھے رشد و صواب معلوم ہوتے ہیں حالانکہ یہ سب غیر حق اور باطل ہیں لیکن چونکہ میرا نفس باطل اور امارہ بالسوء اور ملہم بالفجور ہے اس لئے باطل باطل کو اپنی طرف کھینچتا ہے جس کا علاج اسبابِ فجور سے مکمل دوری اختیار کرنا ہے ورنہ نفس گناہوں میں مبتلا ہوجائے گا۔

زیں کشش ہا اے خدائے رازداں
تو بجذب لطف خود ماں دہ اماں

اے وہ ذات پاک جو علیم بذات الصدور ہے ہمارے سینوں کے تمام رازوں کی رازداں ہے باطل کے اس انجذاب سے ہمیں اپنے اس جذب خاص کے صدقہ میں پناہ دیجئے جو آیت اللّٰہ یجتبی الیہ من یشآء میں مذکور ہے۔ بس آپ اپنی صفت اجتباء کا عکس ہم پر ڈال دیجئے اور ہمیں اپنی طرف کھینچ لیجئے کیونکہ جس کو آپ جذب فرمائیں پھر کون اس کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے نہ اس کا نفس نہ ابلیس نہ ابلیس کی گمراہ کن ایجنسیاں غرض دنیا بھر کی کوئی طاقت اس کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی۔

غالبی بر جاذباں اے مشتری
شاید در ماندگاں را واخری

اے اللہ آپ کی نافرمانی پر اکسانے والا ہمارا نفس امارہ بالسوء اور گناہ میں مبتلا کرنے والے اسباب مثلاً حسن مجازی یہ سب جذب و کشش رکھتے ہیں اور ہمیں اپنی طرف کھینچ رہے ہیں لیکن اے اللہ آپ سب پر غالب ہیں اس لئے آپ کی قوت جذب بھی سب پر غالب ہے لہٰذا اگر ساری دنیا کے جاذب اور اہل کشش ہمیں اپنی طرف کھینچنا چاہیں اور ابلیس اور ابلیس کا لشکر اور اس کی گمراہ کن ایجنسیاں اور دنیا بھر کی طاغوتی قوتیں اجتماعاً ہمارے نفس امارہ بالسوء کو مقناطیسی کمک پہنچائیں تب بھی اے اللہ وہ آپ کی قوت جذب پر

غالب نہیں آسکتے کیونکہ آپ غالب ہیں ، عزیز ہیں اور عزیز کے معنی ہیں القادر علیٰ کل شی ولا یعجزہ شیء فی استعمال قدرتہ جو ہر چیز پر غالب ہو اور اپنی قدرت کے استعمال میں کوئی اس کو عاجز نہ کرسکے۔ پس اے اللہ آپ ہم درماندوں اور کمزوروں کے خریدار ہیں شاید کہ آپ ہمیں خرید لیں کیونکہ آپ نے قرآن پاک میں اعلان فرمایا ہے کہ

ان اللّٰہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم و
اموالھم بان لھم الجنۃ (پ ۱۱ سورہ ابراھیم)

اللہ نے خرید لی ہیں مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال بدلہ میں جنت کے۔

پس اے اللہ ہماری جانوں کو جذب فرمالیجئے پھر کوئی جاذب ہمیں اپنی طرف نہیں کھینچ سکتا اور ہم آپ کی طرف کھنچتے چلے جائیں گے ۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوق عریانی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

احقر کا شعر ہے ۔

مری بے تابیٔ دل میں انہیں کا جذب پنہاں ہے
مرا نالہ انہیں کے لطف کا ممنون احساں ہے

درس مناجات رومی

(از مناجات خاتمِ مثنوی)

۱۹ ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۹۳ء بروز منگل بعد نماز
مغرب بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

اے خدا سازندۂ عرشِ بریں
شام را دادی تو زلفِ عنبریں

اے خدا اے عرش عظیم کے خالق! وہ عرش عظیم جو سارے عالم پر محیط ہے اور ساتوں آسمان اور کرسی جس کی وسعت میں مثل ایک حلقۂ انگشتری کے ہیں ایسی عظیم الخلقت مخلوق کے پیدا کرنے والے اللہ آپ نے شام کو زلفِ عنبریں عطا فرمائی جس کی تاریکی میں نصف شب کے بعد آپ کے عاشقوں کو آپ کی خوشبوئے قرب ملتی ہے اور لذت عبادت و مناجات میں ترقی عطا ہوتی ہے۔ مولانا نے صاحب عرش عظیم کی عظمت بیان کرنے کے لئے عرش اعظم کا تذکرہ فرمایا اور خوشبوءِ قرب محبوب کی رعایت سے شام کو زلفِ عنبریں سے تشبیہ دی۔

روز را با شمع کافور اے کریم
کردہ روشن تر از عقل سلیم

اے کریم آپ نے دن کو شمع آفتاب سے ایسا روشن کردیا جس کی روشنی اس لحاظ سے عقل سلیم سے زائد ہے کہ اس میں اشیاء بداھۃً نظر آجاتی ہیں جبکہ عقل سلیم کو حقیقت اشیاء تک رسائی کے لئے دلائل و براہین و استدلال کا سہارا لینا پڑتا ہے اور عقل سلیم پر دن کی یہ فضیلت من بعض الوجوہ ہے من کل الوجوہ نہیں کیونکہ دن اور عقل سلیم دونوں آپ کی مخلوق ہیں اس لئے من بعض الوجوہ نور عقل کو نور آفتاب پر فضیلت حاصل ہے مثلاً عقل سلیم دلائل و استدلال سے وجود باری تعالیٰ کا ادراک کرتی ہے جب کہ دن کی روشنی یہ استدلال نہیں کرسکتی نہ دوسروں کو قائل کرسکتی ہے۔

خوں بنافِ نافہ مُشکے می کنی
سنبل و ریحاں چرد پشکے کنی

اے خدا آپ کی قدرت قاہرہ خون جیسی گندی اور نجس چیز کو ایک ہرن کی ناف میں خوشبودار مشک بنادیتی ہے اور دوسرا ہرن سنبل و ریحان جیسے خوشبودار پھول چرتا ہے لیکن یہ عمدہ غذا اس

کے پیٹ میں مینگنی بن جاتی ہے۔اسی طرح ایک شخص سوکھی روتی کھاتا ہے اور اس روٹی سے جو طاقت پیدا ہوئی اس سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔ اس سوکھی روٹی سے اس کے قلب میں اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا مشک پیدا فرمارہے ہیں اور ایک شخص کباب قورمہ اور پلاؤ کھا کر اللہ کے رزق سے پیدا شدہ طاقتوں کو اللہ کی سرکشی و طغیانی میں خرچ کررہا ہے۔ یہ خوشبودار عمدہ غذا اس کے اندر نافرمانی کی غلاظت پیدا کررہی ہے۔ ایک ہی غذا ایک شخص کو مشرف بالقرب کررہی ہے اور وہی غذا دوسرے کو معذب بالبعد کررہی ہے۔اسی غذا سے ایک شخص ولی اللہ بن رہا ہے اور اسی غذا سے دوسرا مردود بارگاہ ہورہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے تصرفات عجیبہ اور قدرت قاہرہ سے ہمیشہ ڈرتا رہے اور یہ دعا کرتا رہے یا مقلب القلوب ثبت قلبی علٰی دینک اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو دین پر قائم فرما۔

قادرا قدرت تو داری برکمال

انت ربی انت حسبی ذوالجلال

اے قادر مطلق تو قدرت کاملہ رکھتا ہے، تو ہی میرا رب ہے کہ تو نے رفتہ رفتہ میری پرورش کرکے مجھے اتنا بڑا کردیا۔ ربوبیت کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی چیز کو شیئاً فشیئاً درجہ، کمال تک پہنچانا، پس تو ہی میرے لئے کافی ہے اور تو ذوالجلال یعنی صاحب الاستغناء

المطلق ہے، ہر ایک سے مستغنی ہے لیکن چونکہ تو رب بھی ہے اس لئے رحمٰن و رحیم بھی ہے، تیری ربوبیت شان رحمت کے ساتھ ہے۔ پس تیری ربوبیت اور تیری کفایت اور تیری شان استغناء کے ہوتے ہوئے مجھے اپنے گناہوں سے مایوسی نہیں بلکہ امید مغفرت ہے بوجہ گناہوں پر ندامت کے۔

اے خدا قربان احسانت شوم
کان احسانی بقربانت روم

اے خدا میں آپ کے احسانات پر قربان ہوجاؤں کہ آپ احسانات کا مخزن و سر چشمہ ہیں پس میری جان آپ پر فدا ہوجائے۔

معدن احسانی و ابر کرم
فیض تو چوں ابر ریزاں بر سرم

اے معدنِ احسان و ابرکرم! آپ کا خزانۂ احسان اور فیضِ بخشش و عطا میرے سر پر مثل ابرباراں کے رحمت کی بارش کر رہا ہے۔

از عدم دادی بہ ہستی ارتقا
زاں سپس ایمان و نور اھتدا

آپ نے عدم سے ہمیں وجود کی طرف ترقی دی یعنی عدم سے وجود بخشا اور اس کے بعد ایمان اور نورِ ہدایت بھی عطا فرمایا تاکہ اس زندگی میں اعمالِ صالحہ یعنی امتثالِ اوامر و اجتناب عن النواہی کے ذریعہ ہماری عبدیت کو عروج و ارتقا کی آخری منزل نصیب ہوجائے اور آپ ہماری عبدیت کے سر پر اپنی ولایت و رضامندی کا تاج رکھ دیں۔

اے خدا احسان تو اندر شمار
می نتانم با زبان صد ہزار

اے خدا اگر مجھے ایک لاکھ یعنی بے شمار زبانیں عطا ہوجائیں تو بھی میں آپ کے احسانات کو ان زبانوں سے شمار نہیں کرسکتا کیونکہ آپ کے احسانات بے حد اور بے شمار ہیں اسی لئے آپ نے قرآن پاک میں فرمادیا کہ **و ان تعدوا نعمة اللّٰہ لا تحصوھا** اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے۔

من بخواب و پاسبان من توئی
من چو طفل و حرزِ جان من توئی

جب میں سوتا ہوں تو اے اللہ آپ ہی میری پاسبانی کرتے ہیں اور میں آپ کے سامنے مثل بچہ کے ہوں پس آپ ہی میری جان

کی حفاظت کرتے ہیں اور میرے خورد و نوش و لباس و جملہ ضروریات کی کفالت فرماتے ہیں۔

ہندوستان کے بادشاہ عالمگیر نے ایک بزرگ کو خط لکھا کہ میں حیدرآباد دکن فتح کرنے جارہا ہوں ورنہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ پس اگر آپ اپنے بزرگوں کی زیارت کے لئے دلی تشریف لائیں تو میں بھی آپ کی قدم بوسی کرلوں گا۔ سبحان اللہ! پہلے بادشاہوں کے قلب میں اہل اللہ کا کیا ادب تھا۔ ان بزرگ نے بادشاہ کو جواب تحریر فرمایا کہ:

فقیر را با بزم سلطانی چہ کار۔ کریمے دارم چوں گرسنہ می شوم
میہمانی می کند، چوں بخسپم پاسبانی می کند۔ کریمے ما بس باقی ہوس۔

ترجمہ: فقیر کو بادشاہوں کی بزم سے کیا کام۔ میں ایک کریم رکھتا ہوں۔ جب میں بھوکا ہوتا ہوں تو وہ میری میہمانی کرتا ہے اور جب سوجاتا ہوں تو میری پاسبانی کرتا ہے۔ مجھے میرا اللہ بس ہے (یعنی کافی ہے) باقی سب ہوس ہے۔

من بعصیاں صرف وقت خود کنم
بنی و از حلم می پوشی برم

میں اپنے اوقات زندگی کو گناہوں میں گذار رہا ہوں، جو زندگی آپ کی فرماں برداری کے لئے تھی میں اسے آپ کی نافرمانی میں

صرف کر رہا ہوں اور آپ یہ سب کچھ دیکھتے ہیں لیکن آپ کا حلم و کرم میری پردہ پوشی کرتا ہے اور مجھے رسوا نہیں کرتا۔

روزیت را خوردہ عصیاں می کنم
نعمت از تو من بہ غیرے می تنم

آپ کا رزق کھا کر میں آپ ہی کی نافرمانی کرتا ہوں۔ آہ میں کتنا کمینہ ہوں کہ آپ کی دی ہوئی روٹی سے میرے جسم میں خون بنا ، اسی خون سے میرے جسم میں قوت آئی ، وہی خون میری آنکھوں میں جا کر قوت باصرہ بنا ، کانوں میں جا کر قوت سامعہ بنا ، ناک میں قوت شامہ بنا ، زبان میں قوت ذائقہ بنا لیکن میں آپ کے دئے ہوئے رزق سے پیدا شدہ قوتوں کو اور آپ کی عطا فرمودہ جملہ نعمتوں کو آپ کی نافرمانی میں صرف کرتا ہوں۔ نعمت تو آپ کی طرف سے ہے لیکن بجائے آپ پر فدا ہونے کے میں آپ کے غیروں سے دل لگاتا ہوں ، ان پر متوجہ اور ملتفت ہوں ، یہ میرا انتہائی کمینہ پن اور احسان فراموشی اور دناءت ہے۔ جو ایک لقمہ میں حلق سے اتارتا ہوں اس میں زمین و آسمان چاند و سورج ہواؤں اور بادلوں کی خدمات شامل ہیں ، ساری کائنات کی خدمت ایک نوالۂ رزق میں لگی ہے تب یہ نوالہ مجھ تک پہنچا ہے لیکن آہ میں کس غفلت سے اللہ کا رزق کھا کر کس جرأت و بے حیائی سے گناہ کرتا ہوں ۔

ابر و باد و مہہ و خورشید و فلک درکار اند
تاتو نانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادل ہوا، چاند سورج زمین و آسمان اللہ نے تیری خدمت میں لگادیے تاکہ جب تو روٹی ہاتھ میں لے تو غفلت کے ساتھ نہ کھائے بلکہ استحضار رہے کہ میری خاطر پوری کائنات کو میری خدمت میں لگادیا گیا تب مجھے یہ روٹی ملی ہے۔ ساری کائنات میری مطیع و فرماں بردار بنادی گئی بس یہ انصاف کی بات نہیں ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری نہ کرے۔

جملہ بینی و نہ گیری انتقام
از در حلم و کرم آئی مدام

اے اللہ آپ ہماری سب بے وفائیاں اور کوتاہیاں اور دناءت و کمینہ پن دیکھتے ہیں مگر انتقام نہیں لیتے اور اپنے بندوں سے ہمیشہ حلم و کرم کا معاملہ فرماتے ہیں۔

بر دل من سی صد و شصت از نظر
می کنی ہر روز اے رب البشر

اے تمام انسانوں کے رب سال میں تین سو ساٹھ دن ہیں لیکن آپ کی رحمت کے قربان کہ آپ ہر روز ہمارے دل پر تین سو ساٹھ بار نظر کرم فرماتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ بے شمار رحمت ہمارے دلوں پر محیط ہے۔ ان کی رحمت کا کیا ٹھکانہ ہے۔

لیک من غافل ز لطف بے کراں
چشم دارم ہر زماں با ایں و آں

آپ کی تو مجھ پر ایسی نگاہ کرم ہے لیکن میں ہوں کہ آپ کے لطف بے کراں سے غافل ہو کر ہمہ وقت ہر کس و ناکس پر نگاہ رکھتا ہوں، آپ کے علاوہ دوسروں سے اپنی امیدیں وابستہ کرتا ہوں حالانکہ میری نگاہ تو ہمہ وقت آپ ہی کی طرف لگی رہنی چاہئے تھی ، چشم زدن کو مجھے آپ سے غافل نہ ہونا چاہئے تھا ۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ترجمہ : اے سالک اس شہنشاہ حقیقی تعالیٰ شانہ سے ایک لمحہ کو

بھی غافل نہ ہو شاید کہ وہ تیری طرف نگاہ کرم فرمائے اور غفلت کی وجہ سے تجھے خبر بھی نہ ہو اور عاشق کا تو یہ حال ہوتا ہے ۔

در بزم وصال تو بہ ہنگام تماشا
نظارہ زجنبیدن مژگاں گلہ دارد

عالم قرب و حضوری میں جب قلب خاصان خدا پر تجلیات خاصہء الہیہ کا انکشاف ہوتا ہے تو پلک جھپکنا بھی گراں معلوم ہوتا ہے بوجہ مخل نظارہ ہونے کے۔ یعنی ایک لمحہ کی غفلت بھی باعث کلفت ہوتی ہے ۔

دوست را بر من نظر شد دوختہ
حیف من با دیگراں دل دوختہ

وہ محبوب حقیقی تو مجھ پر اپنی خاص نظر عنایت کئے ہوئے ہے لیکن افسوس کہ میں نے اپنا دل غیروں سے لگایا ہوا ہے۔

من گنہ آرم تو ستاری کنی
جرم من آرم تو معذاری کنی

میں گناہ کرتا ہوں اور آپ ستاری و پردہ پوشی فرماتے ہیں۔ میں جرم کرتا ہوں اور آپ اپنے کرم سے معاف فرمادیتے ہیں۔

جرم ہا بینی و خشمے ناوری
اے بقربانت چہ نیکو داوری

اے اللہ میرے جرائم کو آپ دیکھتے ہیں، لیکن اپنا قہر و غضب مجھ پر نازل نہیں فرماتے یہ آپ کا احسان و کرم ہے ورنہ اے اللہ آپ سے کون بچ کر جاسکتا ہے۔ پس اے میرے مالک آپ کے اس احسان و کرم پر میں فدا ہوں۔

در مصائب در حوادث ہائے زار
چونکہ بر من تنگ شد از درد کار

جب مصائب و حوادث و آفات سے زندگی اور زندگی کے اوقات مجھ پر تنگ ہوئے اور میں ضاقت علیھم الارض بما رحبت و ضاقت علیھم انفسھم کی سخت الجھن اور گھٹن میں مبتلا ہوگیا۔

یارو خویشانم مرا بگذار دند
زار در دست غمم بسپار دند

جب مجھ کو میرے دوستوں نے بھی چھوڑ دیا اور مجھ بے کس، کمزور اور حیراں و سرگرداں کو غم کے ہاتھوں میں سپرد کردیا

جز تو کے دیگر دراں سختی رسد
در متاعب ہا تو گشتستی مدد

اس وقت آپ کے سوا کون اس سختی میں میری مدد کو آیا۔ ان سخت حالات میں آپ ہی نے میری مدد فرمائی۔

در رسیدی زود بگرفتی مرا
وا خریدی از ہمہ سختی مرا

آپ کا کرم ہی اس وقت ہماری مدد کو پہنچا اور ہم گرتے ہوؤں کو سنبھال لیا اور تمام سختیوں، مصائب و آفات سے ہم کو خرید لیا یعنی بچالیا۔

چوں شمارم من ز احسان تو چوں
گر زباں ہر مو شود لطفت فزوں

اگر میرا ہر بن مو یعنی میرا رواں رواں اور بال بال زبان بن جائے تب بھی میں آپ کے احسانات کو شمار نہیں کرسکتا کیونکہ آپ کا لطف و کرم بے شمار ہے اور زبان محدود۔ اور محدود خواہ کتنی ہی اکثریت میں ہو محدود ہے پس محدود غیر محدود کا شکر کیسے ادا کرسکتا ہے اس لئے میرا شکر ہمیشہ آپ کے لطف و کرم سے کم ہوگا

بلکہ دونوں میں اتنی نسبت بھی نہیں ہوسکتی جو قطرہ کو سمندر سے ہے۔

شکر احسان ترا چوں سر کنم
اندریں رہ گو قدم از سر کنم

آپ کے احسان و کرم کا شکر ادا کرنے کے لئے اگر راہ تشکر میں ہم سر کے بل چلیں تب بھی حق شکر ادا نہیں ہوسکتا۔

جان وگوش وچشم و ہوش و پا و دست
جملہ از دُر ہائے احسانت پُر است

ہماری جان اور کان آنکھیں اور ہوش اور ہاتھ پاؤں سب آپ کے احسانات کے موتیوں سے پُر ہیں۔ ہماری جان میں ایمان کا خزانہ رکھ دیا، کانوں میں شنوائی کا خزانہ رکھ دیا، آنکھوں میں بینائی کا خزانہ رکھ دیا وغیرہ ذالک اور یہ ایسے خزانے ہیں جو نایاب ہیں اور بازار دنیا میں دستیاب نہیں۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک اپنے جسم میں انمول بے مثل اور نایاب خزانے لئے پھرتا ہے۔ ایسے کریم مالک کے شکر کا حق کون ادا کرسکتا ہے۔

ایں کہ شکر نعمت تو می کنم
ایں ہم از تو نعمتے شد مغتنم

یہ جو میں آپ کا شکر ادا کررہا ہوں یہ توفیق شکر خود ایک نعمت مغتنم ہے یعنی مفت بخشی ہوئی نعمت ہے پس جب یہ توفیق بھی نعمت ہے تو اس پر شکر واجب ہوا پھر اس توفیق شکر پر شکر واجب ہوگا لہذا ادائے شکر میں تسلسل لازم آتا ہے جو عقلاً محال ہے اس لئے ثابت ہوا کہ کوئی آپ کے احسانات کے شکر کا حق ادا کرنے پر قادر نہیں۔

شکر ایں شکر از کجا آرم بجا
من کیئم از تست توفیق اے خدا

توفیق شکر پر شکر ہم کہاں تک کرسکتے ہیں کیونکہ ہر شکر دوسرے شکر کو مستلزم ہے جس کا تسلسل عقلاً محال ہے یعنی مسلسل شکر پر قدرت عقلاً محال ہے پس ہم کیا ہیں جو حق شکر ادا کرسکیں، لہذا آپ کے شکر کا حق ادا کرنے میں ہم عاجز و قاصر ہیں۔ جو کچھ شکر کی توفیق ہے وہ سب آپ کے کرم کی ممنون ہے اگرچہ وہ شکر آپ کی نعمتوں کے مقابلہ میں بے حقیقت ہے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

—— تمّت ——

علاجِ ذوقِ حسن

نہیں علاج کوئی ذوقِ حسن بینی کا
مگر یہی کہ بچا آنکھ بیٹھ گوشے میں
اگر ضرور نکلنا ہو تجھ کو سوئے چمن
تو اہتمامِ حفاظت نظر ہو توشے میں

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم